بسم اللہ الرحمن الرحیم

قادری سروری

انوکھا سلسلہ

پنجتنی فیض، اویسی نسبت اور غلامی

از

پروفیسر ڈاکٹر محمد فائق صدیقی قادری بدایونی

بی۔اے (آنرز)، ایم۔اے، ڈی۔ایچ۔ایم۔ایس

(آر۔ایچ۔ایم۔پی)

ناشر

شکیب پبلیکیشنز۔کراچی

سی۱۱/۸، فیڈرل بی ایریا، کراچی

فون: ۳۶۳۶۷۴۴۰ـ۳۶۳۶۵۲۵۵

حق اشاعت ع ام ہے

کتاب	قادری سروری انوکھا سلسلہ
مصنف	پروفیسر ڈاکٹر محمد فائق صدیقی قادری بدایونی
کمپوزنگ	جیلانی پرنٹ انٹر پرائز: 0306-2559082
اشاعت اول	۲۰۱۱ء
طباعت	
تعداد	ایک ہزار
پروف ریڈنگ	ڈاکٹر فیروز احمد/ ڈاکٹر مجیب عالم
قیمت	۲۵۰=/ روپیہ

نظر ثانی

سربراہ سلسلہ حضرت چودھری غلام ربانی مدظلہٗ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایک حکم

یَا یُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ وَجَاھِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۳۵ (سورۃ المائدۃ)

ایک دعاء

اے اللہ ہم تیری طرف وسیلہ بناتے ہیں رسولوں کے سردار، گنہگاروں کے سفارشی رحمت والے نبی اور اُمت کے شفیع کا۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِسَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَشَفِیْعِ الْمُذْنِبِیْنَ نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ وَشَفِیْعِ الْاُمَّۃِ اَللّٰھُمَّ بِحُرْمَتِہٖ عِنْدَکَ وَبِقَدْرِہٖ لَدَیْکَ نَسْئَلُکَ الْفَوْزَ عِنْدَ الْقَضَآءِ وَنُزُوْلَ الشُّھَدَآءِ وَعَیْشَ السُّعَدَآءِ وَالنَّصْرَ عَلَی الْاَعْدَآءِ وَمُرَافَقَۃَ الْاَنْبِیَآءِ وَنَحْنُ عِبَادُکَ الضُّعَفَآءُ لَانَعْبُدُ سِوَاکَ وَلَانَطْلُبُ اِذَا مَسَّنَا الضُّرُّ اِلَّا اِیَّاکَ فَاٰمِنْ رَوْعَتِنَا وَاَجِبْ دَعْوَاتِنَا وَاقْضِ حَاجَاتِنَا فَاغْفِرْ ذُنُوْبَنَا وَاسْتُرْ عُیُوْبَنَا یَارَحِیْمُ یَاکَرِیْمُ یَاحَلِیْمُ وَارْحَمْنَا اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ط

(حضرت غوث اعظمؒ)

ایک ورد

میرا ماہی صَلِّ عَلٰی، میں کچھ بھی نہیں

(حضرت اباجیؒ)

فہرست مشتملات

☆ انتساب ۷
☆ ایک تاثر ۸
☆ پیش لفظ ۹
☆ حمد و نعت و مناقب ۱۱
☆ دعائیہ ۱۴
☆ میرا عقیدہ ۱۵
☆ ابتدائیہ ۱۶
☆ ذرائع ہدایت ۱۷ تا ۲۱
○ قرآن پاک ○ حدیث شریف
○ اجماع ○ سلاسلِ طریقت
☆ انوکھا سلسلہ ۲۱
○ نسبت اویسی ۲۲
○ براہ راست سلسلہ ۲۴
○ پنجتنی فیض ۲۶
○ مریدی نہیں غلامی ۲۸
○ خانقاہیت نہیں فقیری ۳۲
○ تخصیص درود و سلام ۳۸
○ نفیِ ذات ۴۳

○ فیضِ دین و دنیا ساتھ ۴۶
○ خوابوں کی اہمیت ۵۰
○ طریقِ شمولیت اور اسم اللہ ۵۴
○ سلسلے کے معمولات ۵۷ تا ۹۰

۱۔ دو نوافل ۲۔ کثرت درود
۳۔ درود تاج شریف ۴۔ درود اکسیر اعظم
۵۔ سرکارؐ کے اسمائ ۶۔ قصیدہ غوثیہ اور قصیدہ روحی
۷۔ جمعرات کا ختم شریف ۸۔ گیارہویں کا ختم شریف
۹۔ پیر کا ختم شریف (انفرادی)
۱۰۔ چودہ شعبان کی شب بیداری
۱۱۔ امداد کن

☆ بابِ سلسلہ حضرت ابا جیؒ ۹۱
☆ اکابرینِ سلسلہ ۱۱۳
○ سیدہ ماں جیؒ ۱۱۷
○ چودھری عبدالقادرؒ (سابق سربراہ) ۱۲۰
○ سید شبیر علی قادریؒ ۱۲۴
○ اعلیٰ حضرت سید نظام الدین قادریؒ ۱۴۱
○ حضرت محمد علی صاحبؒ ۱۴۹
○ سید باسط علی جعفریؒ ۱۵۱
○ پروفیسر مرتضیٰ شفیع ۱۷۴
○ جناب احمد شفیع ۱۸۰
○ چودھری احسان قادر (سابق سربراہ) ۱۸۲

○ چودھری عبدالرؤفؒ (روفی بھائی) ۱۸۶
○ چودھری غلام ربانی مدظلہ (موجودہ سربراہ سلسلہ) ۱۹۱
☆ چند نائبین ۱۹۳ تا ۲۰۶

۱۔ عزیز بھائیؒ (سیّد عزیز الدین قادری)
۲۔ سیّد صاحبؒ (سیّد محمد حسین بخاری)
۳۔ سیّد اقبال علی قادریؒ
۴۔ سیّد مزمل علی قادریؒ
۵۔ سیّد زاہد علی قادریؒ
۶۔ پروفیسر ڈاکٹر شمسیؒ
۷۔ سیّد محمد امین بخاریؒ

☆ چند یادگار نام ۲۰۶
○ چودھری عبدالستار مدظلہ،
○ سیّد اقبال قادریؒ
○ پروفیسر عشرت الحسن برنیؒ
○ سیّد شوکت علی قادریؒ
○ سیّد انور علی قادریؒ
○ سیّد غلام نبی قادریؒ
○ سیّد ایوب علیؒ
○ پہلوان نظیر (نذیرؒ)
☆ منظومات ۲۱۴ تا ۲۷۳

مصنف کا سوانحی خاکہ

۲۷۵ تا ۲۸۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتساب

میں اپنی اس کوشش کو ابّا جیؒ کے بعد سلسلہ کی سربراہی کا شرف پانے والے ابّا جیؒ کے فرزند اِرجمند **چودھری عبدالقادرؒ (بھائی جان)** اور ان کے وصال کے بعد سلسلہ کی ذمہ داریاں سنبھالنے والے ان کے بیٹے **چودھری احسان قادرؒ (ثانی بھائی)** اور ان کے صاحبزادے جو اس وقت سلسلے کے مرکزی سربراہ ہیں برادرِ مکرّم **چودھری غلام ربّانی مدظلّہ** کے نام سے منتسب کر کے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ یہ کتاب پڑھنے والے اہل سلسلہ کی وابستگی حضرت غوث پاکؒ، حضرت ابّا جیؒ اور انکے سلسلے سے مستحکم کرے۔ آمین

عاجز غلام

محمد فائق صدیقی قادری بدایونی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایک تاثر سربراہِ سلسلہ

چودھری غلام ربّانی مدظلّہ

میں نے پروفیسر ڈاکٹر محمد فائق صاحب کی زیرنظر تصنیف کا بغور مطالعہ کیا۔ فائق صاحب سرکارؒ کے پرانے غلاموں میں سے ہیں جو گزشتہ ۴۵ سال سے ابّا جیؒ کے سلسلے اور ابّا جیؒ کے صحبت یافتگان سے قریبی روابط کے حامل رہے ہیں۔ انکی زیرنظر تصنیف ایک طور پر ہمارے سلسلہ کا ایک دستاویز ہے جس میں سلسلے کے بنیادی تصورات اور اکابرین سلسلہ کی خدمات اور انکے باہمی روابط کا احاطہ کر کے ماضی کو حال سے ملانے اور مستقبل کو حال سے مربوط رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ تمام غلاموں کو اس کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ ایسی کتاب ابّا جیؒ اور سرکارؒ کے فضل وکرم اور ایماء کے بغیر نہیں لکھی جا سکتی تھی میں فائق صاحب انکے جملہ متعلقین اور اہل سلسلہ کے لیئے دعا گو اور سلسلہ کی سربلند کا ملتجی ہوں۔

(چودھری غلام ربّانی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

حضرت اباجیؒ فرماتے تھے جن لوگوں نے مجھے دیکھا ہے وہ بھی پچھتائیں گے اور جنہوں نے نہیں دیکھا وہ بھی! حق ہے کہ آپ کی محفلوں میں بیٹھنے والے اور آپ کی صحبت کا شرف رکھنے والے پچھتاتے ہیں کہ ہم اباجیؒ کی وہ قدر نہ کر سکے جو کرنی تھی اور انہیں نہ دیکھنے والے پچھتاتے ہیں کہ اباجیؒ جیسی شخصیت گزر گئی اور ہم شرف دید حاصل نہ کر سکے میں یہی رائے اباجیؒ کے ہم نشینوں کے لیئے بھی رکھتا ہوں کہ ماں جیؒ ۔قادر بھائی جانؒ۔ سیّد شبیر علی قادریؒ۔ اعلیٰ حضرت سیّد نظام الدین۔ پروفیسر سیّد باسط علی جعفریؒ۔ پروفیسر مرتضیٰ شفیع صاحبؒ روفی بھائیؒ اور تانی بھائیؒ جیسے لوگ ہمارے درمیان سے اٹھ گئے اور اب صرف انکی یادیں باقی ہیں جن سے سلسلے کا بھرم تھا اور جنہوں نے سلسلہ کی بقا سر بلندی اور نیک نامی کے لیئے اپنی زندگیاں صرف کر دیں آج کے اہل سلسلہ میں چند ہی لوگ ایسے ہیں جو گزشتگاں سے واقفیت رکھتے ہیں چند دن بعد یہ حقیقت بھی تاریخ بن جائے گی۔اسی احساس نے راقم کو اس بات پر مائل کیا کہ اپنی جملہ کوتاہیوں اور خامیوں کے باوجود کم از کم اتنا کر سکوں کہ اکابرین سلسلہ کے ناموں کے حوالے اور انکی خدمات کی جھلکیاں تحریر کی حد تک [illegible]ظ کر لوں میں اپنی زندگی کے ۸۷ قمری سال مکمل کر رہا ہوں۔ اباجیؒ کے پہلے عرس شریف سے آج تک کے حالات کا شاہد ہوں ہر چند کہ حافظہ کمزور ہو رہا ہے قلم میں بھی شاید پہلے جیسی روانی نہیں رہی۔ پتہ

نہیں کس وقت بلاوا آجائے اور قبل اس کے کہ یہ یادیں میرے ساتھ دفن ہو جائیں لاؤ انہیں دوسروں تک پہنچادوں یہ سوچ کر سرکار اباجیؒ سے مدد مانگی اور قلم اٹھایا اگر بیان میں کوئی کوتاہی یا کسی کی شان میں بے ادبی ہوئی ہے یا کہیں معاملات کی تعبیر میں غلطی ہوئی ہے یا کوئی نا قابل بیان بات بیان کر دی ہے تو اس کے لیئے معافی کا خواستگار ہوں۔ سرکار اباجیؒ اپنے غلاموں کے صدقے مجھ پر کرم فرمائیں۔میری اباجیؒ سے التجا ہے کہ

آب رحمت کا ہو گلزارِ محبت میں نزول
تر و تازہ رہیں آقا ترے گلزار کے پھول
ہے خطاؤں پہ عطا تیرا کرم تیرا اصول
اس خطاکار کی یہ عرض بھی ہوجائے قبول
تیرے جلوے سحر و شام نگاہوں میں رہیں
تا ابد ہم ترے دامن کی پناہوں میں رہیں

(فائق بدایونی)

سوا اللہ کے فائق کسی سے کچھ نہیں لینا
مگر سرکارؒ کا دینا بھی ہے اللہ کا دینا
(فائق بدایونی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد و نعت و مناقبت

تمام حمد و ثنا اللہ کے لیئے ہے:

☆ ...... جو عالموں کا رب ہے

☆ ...... جو رحمن اور رحیم ہے

☆ ...... جو یوم دین کا مالک ہے

☆ ...... جو اللہ ہے اور جس کے سوا کوئی اِلٰہ (معبود) نہیں ہے

☆ ...... جو ہمیشہ زندہ رہنے والا اور قائم رہنے والا ہے

☆ ...... جس پر نہ اونگھ طاری ہوتی ہے نہ نیند

☆ ...... جس کے لیئے وہ سب کچھ ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے

☆ ...... جس کے آگے کوئی سفارش کرنے والا نہیں سوائے اسکے جسے اس کا اذن ہو۔

☆ ...... جو جانتا ہے جو کچھ لوگ کر رہے ہیں اور جو کرینگے

☆ ...... جسکے علم میں سے کوئی کسی شئے کا احاطہ نہیں کرسکتا سوائے اسکے جسے وہ چاہے

☆ ...... جسکی کرسی (اختیار) آسمانوں اور زمین پر وسیع ہے جو ان کی حفاظت کرنے سے تھکتا نہیں ہے

☆ ...... جو بلند اور عظمت والا ہے

☆ ...... جو اللہ احد ہے

☆ ...... جو اللہ بے نیاز ہے

☆ ......جس سے نہ کوئی پیدا ہے نہ وہ کسی سے پیدا ہے

☆ ......جس کا کوئی ہمسر نہیں ہے

صلوٰۃ وسلام اس ذاتِ اقدس پر:

☆ ......جس پر اللہ اور اس کے فرشتے صلوٰۃ بھیجتے ہیں

☆ ......وہ جس پر صلواۃ وسلام بھیجنا تمام ایمان والوں پر لازم کیا گیا

☆ ......وہ جسے کچھ اور نہیں بلکہ عالموں پر رحمت بنا کے بھیجا گیا

☆ ......وہ جو ہم میں سے کسی بالغ مرد کا باپ نہیں بلکہ اللہ کا رسول اور خاتم النبین ہے

☆ ......وہ جسکی اطاعت کا حکم اللہ کی اطاعت کے ساتھ دیا گیا

☆ ......وہ جسے ڈرانے والا اور بشارت دینے والا بنا کر بھیجا

☆ ......وہ جسے بھیج کر اللہ نے ایمان والوں پر احسان کیا

☆ ......وہ جو ہمیں پاک کرتا ہے اور کتاب وحکمت سکھاتا ہے

☆ ......وہ جسکے لیئے آخر اوّل سے بہتر ہے

☆ ......وہ جس کا ذکر اللہ نے بلند کیا

☆ ......وہ جسے کوثر عطا کیا گیا

اور اللہ راضی ہو

☆ ......رحمت عالم کے صدیق اکبرؓ سے جو انبیاء کے بعد سب سے افضل ہیں

☆ ......اور جن کی اقتدا فرمائی امام المرسلینؐ نے اور جنکی ایک نیکی امت کی تمام نیکیوں سے افضل ہے۔

اور اللہ راضی ہو

☆ ......رحمت عالمؐ کے فاروق اعظمؓ سے جو حق وباطل میں فرق کرنے والے اور عدل قائم کرنے والے ہیں

اور اللہ راضی ہو

☆ ......ایمان وحیا میں کامل اس برگزیدہ ہستی پر جس نے تدوین قرآن حکیم فرمائی اور ملت اسلامیہ کے لیئے بے دریغ دولت خرچ کی

اور اللہ راضی ہو اور اسکےؓ چہرۂ انور کو اور منور کرے

☆ ......جو باب العلم ہے امام المشارق والمغارب ہے لحمک لحمی کا حامل ہے آل عبا میں شامل ہے، جسے خرقۂ فقر عطا ہوا، جو چار یاروں میں پنجتن پاک میں، دس مبشرین میں بارہ اماموں میں، شعب ابی طالب میں اصحاب بدر میں، ''ابناونا'' کی شرح میں اولیاء کی سرداری میں اور اول ایمان لانے والوں میں ہر جگہ صاحب مرتبہ ہے۔

اور بے حساب رحمتیں ہوں

☆ ......محبوب سبحانی غوث صمدانی سیّدنا غوث الاعظم دستگیرؒ پر جنکا قدم مبارک تمام اولیاء کی گردن پر ہے اور جو تمام اولیاء کے سردار ہیں۔

☆ ......اور انکے محب ومحبوب خاص سیّدی غلام محمدؒ پر جو پاکستان میں قادری سروری اویسی سلسلہ کے بانی اور کراچی میں غلام احمدؒ کے نام سے مدفون ہیں اور جنہیں اہل سلسلہ اباجیؒ کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔

دعائیہ

(درود اکسیر اعظم مصنفہ غوث الاعظم دستگیرؒ سے ماخوذ)

اے اللہ صلوٰۃ وسلام بھیج ہمارے آقا و مولا محمدؐ پر اور ان کی آل پر اور اس درود کے طفیل :۔

○ ہماری دعا قبول فرما لے ○ ہماری پکار اور التجا سن لے ○ ہمارے ایمان کو سلامتی عطا فرما ○ ہمارے یقین کو تقویت دے ○ ہمارے گناہ بخش دے ○ ہمارے عیب چھپا لے ○ ہمارے اخلاق کو اچھا کر دے ○ ہمارے احوال کی اصلاح کر دے ○ ہمیں انسانوں اور جناتوں کے شر سے بچا ○ ہمیں نفس اور شیطان کے شر سے اپنی پناہ میں لے ○ تو ہمارے جملہ امور کا وکیل ہو جا ○ ہماری حاجتوں کا کفیل ہو جا ○ اپنے لیئے ہمارے گمانوں کو نیک کر دے ○ اپنی معرفت کے لیئے ہمارے سینے کھول دے ○ ہمیں اپنے اولیاء کے راستے پر چلا ○ اپنے اصفیا کی شراب سے ہمیں سیراب کر ○ ہم پر موت کی سختی آسان کر دے ○ ہماری قبروں کو اپنی رحمت کے نور سے بھر دے ○ ہمیں پلصراط پر ثابت قدم رکھ ○ ہمیں بغیر حساب کے جنت النعیم میں داخل فرما ○ اور ہمیں اپنی ذات پاک کے دیدار سے مع احباب مشرف فرما۔ آمین

(محمد فائق)

میرا عقیدہ

نعرہ ہے زباں پر مری اللہُ غنی کا
فیضان یہ ہے سیّدِ مکّی مدنیؐ کا
بچپن سے مرے حال پہ مولاؑ کی نظر ہے
پروردہ ہوں لطف و کرمِ پنجتنیؑ کا
ہوں معتقد و مدح سرا روزِ ازل سے
بوبکرؓ و عمرؓ حیدرؓ و عثمان غنیؓ کا
یہ بات ہے برحق کہ ہمیشہ سے رہا ہے
پرتو مری نسبت پہ اویسِ قرنیؓ کا
ہے ہادی ء بغدادؒ مرا رہبرِ کامل
خدشہ ہی نہیں کوئی مجھے راہزنی کا
ابّاجیؒ مرے، مرشدِ کامل مرے آقا
یہ درس ''ہمیں'' دے گئے شیریں سخنی کا
میں کچھ بھی نہیں ماہیٔ مرا صَلِّ علیٰ ہے
یہ نعرۂ مستانہ اُسی در سے چلا ہے

(فائق بدایونی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابتدائیہ

انسانی ذہن وفکر وعمل کی اصلاح کے اور انسان کوراہ راست پر چلا کے واصل بہ حق کرنے کے درج ذیل تین بنیادی ذرائع ہیں۔

اول قرآنِ حکیم

دوم حدیث رسولؐ

سوم اجماع امت

تیسرے ذریعہ یعنی اجماع امت کے دوراستے ہیں ایک توعلماء کے اجماع و اجتہاد سے متعین ہوتا ہے اور دوسرا اولیائے کرام کے اجتہاد سے اوّل الذکر ظاہر ہے اور ثانی الذکر باطن ہے۔ظاہر والے ذریعہ کو فقہہ اور باطن والے کو طریقت کہتے ہیں۔

الف:۔ فقہہ ب:۔ طریقت

بیان کردہ دونوں طریقہ ہائے ہدایات کی مزید تقسیم حسب ذیل ہے۔

الف فقہہ کے پانچ معروف سلسلے ہیں

۱۔مالکی فقہہ ۲۔حنفی فقہہ

۳۔جعفری فقہہ ۴۔حنبلی فقہہ

۵۔شافعی فقہہ

برصغیر میں طریقت کے رائج الوقت درج ذیل چار بڑے سلسلے ہیں۔

۱۔قادری سلسلہ ۲۔چشتی سلسلہ

۳۔سہروردی سلسلہ ۴۔نقشبندی سلسلہ

مندرجہ بالا چاروں سلسلوں کی مزید ذیلی شاخیں ہیں جن میں قادریہ سلسلے کی ایک خاص شاخ قادری سروری اویسی پنجتنی براہ راست فیض کا سلسلہ ہے جس کی تشریح توضیح تحریر ھذا کا مقصود ہے۔تفصیلات حسب ذیل ہیں۔

ذرائع ہدایت

قرآن پاک:

اسلام میں بھی ماسبق اَدیانِ صادقہ کی طرح بنی نوع انسان کے لیئے ہدایات اللہ کی طرف سے رسولؐ کی معرفت وحی کے ذریعہ کتاب کی شکل میں ہیں۔یہ کتاب قرآنِ حکیم ہے جسکا نزول محمدؐ پر ہوا۔عربی زبان میں ہے۔اپنی صداقت کا خود گواہ اور قیامت تک قائم رہنے والا ہے۔لو[illegible]ظ پر لکھا ہوا کاغذ پر چھپا ہوا سینوں میں[illegible]ظ ہے اور آج کیسٹ کی شکل میں بھی دستیاب ہے۔ہزاروں نہیں لاکھوں حفاظ زیروزبر کے فرق کے بغیر روزانہ تلاوت کرتے ہیں۔اسکے حافظ نوعمر بھی ہیں جوان بھی اور بوڑھے بھی صرف مردوں کو ہی نہیں خواتین کو بھی حفظ ہے۔سورۃ فاتحہ۔سورۃ اخلاص اور یٰسین شریف کا ورد عام ہے۔بعض قرآنی دعائیں اور آیۃ الکرسی اکثر افراد کو حفظ ہیں۔پڑھنے کے لیئے وضو کی پابندی نہیں مگر پاک ہونا ضروری ہے ہر مسلمان احترام کرتا ہے۔برصغیر میں غلاف کے اندر بلندی پر رکھا جاتا ہے اور رحل پر تلاوت کی جاتی

ہے۔ہر مسلمان گھر میں ہوتا ہے اور مساجد میں برائے تلاوت کثرت سے دستیاب ہے۔قرآن پاک آج جس ہیت میں موجود ہے۔وہ حضور اکرمؐ کی حیاتِ طیبہ میں ہی آپ کی منظوری سے مرتب ہو چکی تھی خلیفۂ سوم حضرت عثمان غنیؓ کے عہد میں مختلف جگہوں سے آیات اور دستی قلمی نُسخے جمع کر کے اسے کامل اتفاق رائے سے تدوین کر کے پوری امت کے لیئے عام کیا گیا۔قرآن پاک (سوائے چند) سورتوں یا پاروں کی شکل میں نازل نہیں ہوا بلکہ مختلف مواقع پر حسب ضرورت آیات کی شکل میں ہدایات نازل ہوتی رہیں اور سرکارؐ کی منظوری سے وہ ایک سو چودہ سورتوں میں مرتب کی گئیں۔قرآن حکیم کی کل آیات کی تعداد چھ ہزار دو سو اڑتیس ۶۲۳۸ ہے ان میں چار ہزار سات سو اڑسٹھ ۴۷۶۸ آیات مکی ہیں جن پر ۸۸ مکی سورتیں مشتمل ہیں۔ایک ہزار چار سو ستر ۱۴۷۰ آیات مدنی ہیں جن پر ۲۶ مدنی سورتیں مشتمل ہیں۔کل ۲۶ + ۸۸ = ۱۱۴ سورتوں کو پانچ سو اٹھاون رکوع میں منقسم کیا گیا ہے۔تیس (۳۰) پاروں میں تقسیم کا کوئی حوالہ حیات طیبہ میں نہیں ملتا راقم انکے نقطۂ آغاز سے ناواقف ہے خیال یہ ہے کہ شاید یہ پارے رمضان شریف کے ۳۰ ایام کی نسبت سے با جماعت تراویح ایک پارہ فی یوم کے حساب سے مرتب کئے گئے ہیں (غالباً اس کی ایک تقسیم چالیس ۴۰ پاروں میں بھی تھی جس کے حوالے کمزور روایتوں میں ملتے ہیں)۔ویسے "سی پارہ" فارسی ترکیب ہے عربی نہیں ہے فارسی میں "سی" تیس ۳۰ کو پارہ ٹکڑے کو کہتے ہیں جسکیلیئے کوئی عربی متبادل اصطلاح رائج نہیں ہے۔قرآن پاک کی پہلی سورۃ "الحمد شریف" ہے جسے پہلی ہونے کی وجہ سے ہی "سورۃ فاتحہ" کہتے ہیں اس میں سات آیات ہیں یہ سب سے زیادہ تلاوت کی جانے والی سورۃ ہے کہ نماز کی کوئی رکعت اس کے بغیر مکمل نہیں ہوتی قرآن حکیم کی آخری سورۃ "والناس" ہے جو چھ "۶" آیتوں

پر مشتمل ہے۔قرآن پاک کی سب سے طویل سورۃ جو سورۃ فاتحہ کے فوراً بعد "سورۃ بقرہ" ہے یہ مدنی سورۃ ہے اس میں دو سو چھیاسی ۲۸۶ آیات اور چالیس ۴۰ رکوع ہیں۔سب سے مختصر سورۃ "الکوثر" ہے سورۃ توبہ کے علاوہ ہر سورۃ سے پہلے بسم اللہ شریف ہے۔قرآنِ حکیم کی تلاوت سے قبل "اعوذ" پڑھنے کا حکم ہے اور ترتیل سے پڑھنا افضل ہے۔بغیر سمجھے ہوئے بھی تلاوت اور تکرار موجب ثواب ہے۔

حدیث شریف:

قرآن حکیم کا معاون ذریعۂ ہدایت حدیث شریف ہے جو صحاح ستہ کی شکل میں مرتب ہے۔یہ رسول اکرمؐ کے ارشادات ہیں جو ائمہ حدیث نے چھ اہم کتب کی شکل میں محنت شاقہ کے ساتھ صحتِ روایت سے جمع کئے ہیں۔احادیث میں ایک تو وہ احادیث ہیں جو حضور اکرمؐ نے صحابہ کو بتائی ہیں اور دوسرے وہ احادیث ہیں جن کی لیئے سرکارؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد کیا ہے یہ قسم حدیث قدسی ہے جس کا درجہ قرآن حکیم کے بعد سب سے افضل ہے بہت سی احادیث وضعی (گڑھی ہوئی بھی) رائج تھیں جن کو صحاح ستہ میں خارج کر دیا گیا ہے۔بعض احادیث ضعیف کہلاتی ہیں جن کی روایت میں یا تو تسلسل و تصدیق نہیں ہے یا ان میں کوئی ایک راوی غیر معتبر ہے۔معتبر احادیث وہ ہیں جو احکام قرآنی سے مطابقت رکھتی ہیں اور امام ابو حنیفہ کے مطابق قیاس صحیحہ پر پوری اترتی ہیں۔

اجماعِ امت:

تیسرا ذریعۂ ہدایت وہ اجتہادی احکام ہیں جن پر ائمہ و اولیا و علماء کا اجماع ہے۔ علماء کے اجتہاد سے فقہہ اور اولیاؒ کے اجتہاد سے طریقت مرتب ہے۔علماء کے پاس

چونکہ کتابی علم اور اسناد موجود ہیں اس لیئے وہ عالم ظاہر میں قابل اعتبار ہیں اور اولیأ کے اجتہاد چونکہ مراقبہ مکاشفہ اور الہام کے ذریعہ ہیں اس لیئے انکی حیثیت باطنی ہے اہل ظاہر اہل باطن کے احکامات کو دلیل و ثبوت ظاہر نہ ہونے کے سبب معتبر نہیں مانتے مگر اہل باطن علماء کے احکامات فقہ یعنی احکام شریعہ سے کبھی انکار نہیں کرتے یہ دونوں زاویہ ہائے فکر خلافتِ راشدہ کے دور آخر میں ہی قیام پذیر ہو گئے تھے۔ چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایسے تمام مکاتب اور اداروں کو بند کرنے کا حکم دیا اور صرف حضرت خواجہ حسن بصریؒ کو درس جاری رکھنے کی اجازت دی جنکو طریقت کا نقطۂ آغاز قرار دیا جاتا ہے حضرت خواجہ حسن بصریؒ کے بعد تاریخ طریقت میں متعدد بڑے نام آتے ہیں ابتدائی دور کے اولیا میں حضرت بایزید بسطامی اور حضرت جنید بغدادی کے نام بہت نمایاں ہیں۔ حضرت جنید بغدادی نے حضرت بایزید بسطامیؒ کے لیئے فرمایا کہ ہمارے درمیان بایزید کا مرتبہ ایسا ہے جیسے فرشتوں میں جبریلؑ کا۔ حضرت جنید بغدادیؒ سے پہلے خواتین میں حضرت رابعہ بصریؒ کا نام بہت معروف ہے اور آپ کے معاصرین میں منصور حلاج اور حضرت شبلیؒ کے نام خاص ہیں۔

سلاسل :

پانچویں صدی ہجری سے جو طریقت کے بڑے اور معروف سلسلے وجود میں آئے ان میں

۱۔قادری ۲۔چشتی

۳۔سہروردی اور ۴۔نقشبندی

سلسلے خاص کر معروف ہیں۔ برصغیر میں ان چار بڑے سلسلوں کی بہت سی ذیلی شاخیں مشہور و معروف ہیں ان میں چند درج ذیل ہیں۔

۱۔فریدی سلسلہ ۲۔صابری سلسلہ

۳۔نظامی سلسلہ ۴۔مجددی سلسلہ

۵۔وارثی سلسلہ ۶۔تاجی سلسلہ

۷۔نسبت اویسی کے دو قادری سلسلے برصغیر میں ہیں ایک اب سے تین سو سال پہلے قائم ہونے والا حضرت سلطان باہوؒ کا سلسلہ اور دوسرا کپورتھلہ مشرقی پنجاب سے بیسواں صدی کے اوئل میں جاری ہونے والا ”قادری سروری اویسی سلسلہ ہے“ جسکی تفصیلات ذیل میں پیش کی جا رہی ہیں۔ ان دونوں سلسلوں کا انوکھا پن یہ ہے کہ یہ نسبت اویسی پر قائم ہیں جبکہ دیگر تمام سلسلے ”نیابت اور شجرے“ سے عبارت ہیں۔

انوکھا سلسلہ

یہ سلسلہ دیگر سلسلہ ہائے طریقت کے مقابلے میں ”انوکھا اور نرالا سلسلہ ہے جو قیامت تک قائم رہے گا“ سلسلے سے متعلق یہ الفاظ خود بانیٔ سلسلہ کے ہیں اس میں بہت سی باتیں معروف سلاسل کی موجود ہیں اور بعض اسکے اپنے خصوصی امتیازات ہیں جنکے سبب اس سلسلے کو ”انوکھا اور نرالا سلسلہ“ کہا گیا ہے مشترک اقدار و خصوصیات سے صرف نظر کرتے ہوئے سلسلۂ ھذا کے امتیازات ذیل میں بیان کئے جا رہے ہیں۔

کم وبیش اسی فیصد (۸۰ فیصد) باتیں سلسلہ ھذا اور سلطان باہوؒ کے سلسلے میں مشترک ہیں۔اسی لیئے اسکے بانی مطالعہ کے لیئے اکثر سلطان باہوؒ کی کتب تجویز فرماتے تھے۔

اویسی نسبت:

طریقت میں جو کرم وفیض وہدایت کے مختلف سلاسل ہیں انہیں ''سلسلہ'' اسی لیئے کہا جاتا ہے کہ اس میں بغیر تعطل وخلا ''نیابت کی کڑیاں'' ایک دوسرے سے جڑی ہوئی ہیں۔ جنکے نام سے سلسلہ موسوم ہے یا جس شخصیت سے سلسلے کا آغاز ہوتا ہے اس کے کئی نائبین ہوتے ہیں پھر ہر نائب اپنے مزید نائبین مقرر کرتا ہے اس طرح ہر سلسلے کا ایک شجرہ بن جاتا ہے چار معروف سلسلوں میں باطناً تین سلاسل حضرت علیؓ سے اور ایک یعنی نقشبندیہ سلسلہ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے ملتا ہے پھر وہاں سے تمام سلسلے باقی تین خلفائے راشدینؓ سے ہوتے ہوئے سرکار دوعالمؐ تک پہنچتے ہیں۔اکثر سلسلے صاحب سلسلہ کے نام سے ہیں بعض لقب سے اور بعض وطنی یا شہری نسبت سے چلے ہیں مثلاً چشتی اور سہروردی سلسلے شہروں کی نسبت سے ہیں نقشبندی صابری اور مجددی القاب کے حوالے سے ہیں اور دیگر ناموں کی نسبت سے معروف ہیں۔ہر سلسلہ کا اپنا اپنا شجرہ ہے جس کا ورد بزرگانِ سَلَف سے وابستگی تازہ رکھنے کے لیئی کیا جاتا ہے بعض شجرے نسبتی ہیں اور بعض نسلی۔مگر برصغیر میں دو ایسے سلسلے ہیں جن میں کوئی شجرہ نہیں ہے ان میں ایک سلسلہ حضرت سلطان باہوؒ کا ہے جو حضرت سلطان باہوؒ کی حضرت غوث الاعظمؒ سے براہ راست نسبت کے ذریعہ ہے حالانکہ حضرت غوث

پاکؒ اور سلطان باہوؒ میں زمانی لحاظ سے چھ صدیوں کا فاصلہ ہے زمانی فاصلہ حائل ہونے کے باوجود راست روابط کا کسی بزرگ سے استوار ہونا ''اویسی نسبت'' کہلاتا ہے اس لیئی کہ حضرت اویس قرنیؓ سے رسول اکرمؐ کی براہ راست ملاقات نہ ہونے کے باوجود قرب باطن ''صحابی'' یعنی صحبت ظاہر والا ہی تھا یہ اویسی نسبت بہت سے بزرگوں کو دوسرے ماقبل دور کے بزرگوں سے رہی ہے جیسے حضرت غوث پاکؒ کو یہ نسبت حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے یا حضرت بہاالدین نقشبندؒ کو حضرت عبدالخالق غجدوانیؒ سے تھی یہ نسبتیں ذاتی نوعیت کی ہوتی ہیں ان نسبتوں پر سلسلے بالعموم قائم نہیں ہوتے مگر برصغیر میں اس نسبت سے سلسلہ قائم کرنے کی پہلی مثال حضرت سلطان باہوؒ نے قائم کی جن کے وابستگان حضرت غوث پاکؒ سے نسبت اویسی رکھتے ہیں۔

اویسی نسبت پر قائم ہونے والا دوسرا سلسلہ زیر نظر ''**قادری سروری سلسلہ**'' ہے جو بیسویں صدی کے آغاز میں مشرقی پنجاب ریاست کپورتھلہ سے شروع ہوا جس کے بانی محبوب غوث الاعظمؒ ''حضرت اباجیؒ'' کے لقب سے معروف ہیں اور جنکے اہل سلسلہ آج صرف پاک وہند میں ہی نہیں بلکہ مشرق وسطیٰ یورپ اور امریکہ میں بھی موجود ہیں حضرت اباجیؒ سے متعلق معلومات آئندہ صفحات میں جداگانہ عنوان کے تحت بیان کی جائینگی۔فی الحال مقصود یہ عرض کرنا ہے کہ زیر نظر سلسلہ جسے خود حضرت اباجیؒ نے ''انوکھا نرالا اور قیامت تک قائم رہنے والا سلسلہ'' کہا ہے وہ اویسی نسبت پر قائم ہے۔

براہ راست سلسلہ

ذاتی حوالے سے اویسی نسبت حضرت اباجیؒ کو حضرت غوث پاکؒ سے ہے۔ اگر اباجیؒ چاہتے تو غوثیہ فیضان کا یہ سلسلہ جو حضرت غوث پاکؒ کے حکم سے قائم ہوا اپنی ذات کے حوالے سے جاری فرما سکتے تھے مگر حضرت اباجیؒ اپنی ذات کی نفی میں عظیم ترین شخصیت تھے کہ ایک مکمل سلسلۂ فیض جاری کیا اور اس میں اپنی ذات نام لقب یا وطن کا کوئی حوالہ گوارا نہیں کیا بلکہ اسے "**سرکاری سلسلہ**" کہا اور سرکارؒ کا لقب حضرت غوث پاکؒ کے لیئے (اور بعض جگہ رسول اکرمؐ کے لیئے) مختص رکھا۔ داخل سلسلہ ہونے والے افراد کو اپنا مرید نہیں "غوث پاکؒ کا غلام" کہتے تھے اور فرماتے تھے میں بھی سرکارؒ کا غلام ہوں تم بھی غلام ہو گئے اس لیئے ہم دونوں غلام بھائی ہیں پیری تو سرکارؒ کو زیب دیتی ہے تم مجھے اگر اپنا بڑا سمجھتے ہو تو مجھے "اباجیؒ" کہا کرو ہم سب سرکارؒ کے غلام اور آپس میں غلام بھائی ہیں ہمارا سب کا براہ راست تعلق سرکارؒ سے ہے وہی ہمارے پیر ہیں اور صرف یہ ہی نہیں کہ یہ رشتہ اپنے فرمان تک رکھا بلکہ سرکارؒ سے اسکی منظوری بھی لی اور ابتدائی ایام میں جب حضرت اباجیؒ کسی کو داخل سلسلہ کر کے براہ راست نسبت پر سرکار غوث پاکؒ کے حوالے کرتے تھے تو سرکارؒ کی آواز آتی تھی کہ "ہاں میں نے **قبول کیا**"

به تصدیقِ غلامی وہ صدائے ناز آتی تھی
مرے مالکؒ مرے سرکارؒ کی آواز آتی تھی

(فائق بدایونی)

بہ حد خواب تو راقم غلام بھی اس کا گواہ ہے کہ جب غلام داخل سلسلہ ہوا تو عالمِ خواب میں حضرت غوث پاکؒ نے تشریف لا کر فرمایا "**میں نے قبول کیا اور انعام بھی دیا**" اور اسکے ساتھ ایک اور ارشاد بھی جس کا بیان راقم ضروری نہیں سمجھتا مگر تصدیق کرتا ہے کہ اس ارشاد کی بھی تعمیل ہوگئی۔ داخل سلسلہ ہونے کے فوراً بعد ہی غلام کے ظاہر و باطن اور احساس و عمل میں بہت سی قابل محسوس تبدیلیاں آتی ہیں ان میں پہلی تبدیلی تو یہ ہے کہ اسے جو عقیدت حضرت غوث پاکؒ سے تھی وہ اب محبت میں تبدیلی ہونی شروع ہوتی ہے اور دنیاوی اور دنیوی ہر دو قسم کی حاجت روائی اور مشکل کشائی کی لیئے نظر "غیر" سے ہٹکر سرکارؒ کی ذات پر مرکوز ہو جاتی ہے اور اس کا احساس یہ ہو جاتا ہے کہ

نے آہ سے نالے سے نہ فریاد سے ہوگا
نے اور کسی غیر کی امداد سے ہوگا
اب یہ ہی تمنا ہے یہی میرا یقیں ہے
جو ہوگا عطا ہادیؒ بغداد سے ہوگا

(فائق بدایونی)

مآل کار اس احساس کو سرکارؒ اس فاعلِ حقیقی کی جانب منتقل کر دیتے ہیں جو قادر مطلق ہے بالآخر غلام بھی اپنے آقا کی طرح یہی کہنے لگتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔" اے اللہ ہمارے آقا اور نبی محمدؐ پر درود بھیج اور اس درود کے طفیل تو ہمارے تمام امور کا وکیل ہو جا اور اے اللہ درود بھیج ہمارے آقا اور نبی

محمدؐ پراوراس درود کے طفیل ہماری تمام حاجتوں کا کفیل ہوجا''۔(ترجمہ درود اکسیر اعظم از سیّدنا الغوث الاعظم دستگیر)۔غلام کو حضرت غوث پاکؒ سے جو براہ راست نسبت ہوتی ہے وہ وساطت محمدیؐ سے ذاتِ باریٔ تعالیٰ سے وابستہ ہوجاتی ہے اور یہی سلوک کی آخری منزل ہے کہ اللہ بندے سے کہے''اے بندے میں تجھ سے راضی ہواتو مجھ سے راضی ہوجااور آمیری عبدیت اور میری جنت میں داخل ہوجا۔

پنجتنی فیض

حضرت اباجیؒ کے سلسلہ کی ایک معروف و بزرگ ہستی سیّد شبیر علی قادریؒ نے ایک مرتبہ سلسلہ کے فیضان کا تذکرہ کرتے ہوئے مجھ سے فرمایا کہ سرکار غوث پاکؒ کے قادری سلسلہ کی جتنی بھی شاخیں ہیں ان میں اباجیؒ کے سلسلہ کی یہ انفرادیت بھی ہے کہ اس میں قادریت کے فیض کے ساتھ پنجتنی فیض بھی جاری ہے۔پنجتنی فیض کی اصطلاح پانچ ہستیوں کے مشترکہ فیض کے لیئے استعمال ہوتی ہے۔یہ وہ پانچ ہستیاں ہیں جنہیں پنجتن پاکؑ کہا جاتا ہے۔ان میں پہلی ذات فیض وکرم کے منبع ومخرج،فخر نوع انسانیؐ،سیّد المرسلینؐ اور خاتم النبیینؐ احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰؐ کی ہے۔دوسری ذات جسے سرکار دو عالمؐ نے خرقۂ فقر عطا فرمایا جو چار یاروں میں......عشرۂ مبشرہ میں......اصحاب بدر میں ......''ابناءُنا''میں...... پہلے ایمان لانے والے......دروازہ شہر علوم مصطفائی۔۔لحمک لحمی کے حامل......

اور میدان نصرت کے علمبردار اوّل حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ہے......۔تیسری ہستی سیّدۃ النسائ......خاتون جنت......بنت رسول ﷺ......۔بی بی فاطمہ زہرہؓ کی ہے......اور چوتھی اور پانچویں ہستی''شباب الجنۃ''سیّدنا حضرت حسنؓ اور سیّدنا حضرت حسینؓ کی ہے کہ ان میں حضرت حسنؓ غوث پاکؒ کے دادا اور حضرت حسینؓ آپ کے نانا ہیں ان پانچوں ہستیوں سے جو سلسلبیِ فیضان جاری ہوا وہ یکجا ہوکر حضرت غوث پاکؒ کی ذات پاک میں مرکوز ہوگیا اور وہاں سے حضرت اباجیؒ کی معرفت آپ کے غلاموں تک پہنچا۔یہ پنجتنی فیض اباجیؒ کے سلسلہ تک''محدود نہیں بلکہ مخصوص ہے''

بعض لوگ پنجتن پاکؑ کی اصطلاح کے لیئے کہتے ہیں کہ یہ اصطلاح اسلام کی تعلیمات یا ابتدائی تاریخ میں کہیں نہیں ملتی ان کا یہ کہنا درست ہے کہ یہ فارسی اصطلاح ہے عربی نہیں ہے فارسی میں پنج پانچ کو......تن جسم کو......۔اور پاک طاہر کو کہتے ہیں جس سے مراد''پانچ پاک جسم''کے ہیں۔عربی میں متبادل اصطلاح''آل عبا یا اہل العبا''ہے عبا کملی کو یا اوڑھنی کو کہتے ہیں......اہل کے معنی والے......آل کے معنی اولاد کے ہیں......لفظی معنی''کملی والی اولاد''کے ہیں۔

اس اصطلاح کا پس منظر ایک تاریخی واقعہ ہے جس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا!......واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضور اکرمؐ بی بی ام سلمہؓ کے مکان میں تشریف فرما تھے اور آپ کے ساتھ حضرت علیؓ،بی بی خاتون جنتؓ،حضرت حسنؓ

اورحضرت حسنینؑ بھی موجود تھے کہ آپؐ جو عبا اوڑھے ہوئے تھے آپؐ نے ان چاروں پر ڈال کے فرمایا "یہ میرے اہل بیت ہیں" یہ جملہ سن کر بی بی ام سلمہؓ نے پوچھا یا رسول اللہؐ کیا میں آپ کے اہل بیت میں نہیں ہوں اس پر سرکارؐ نے ہاں یا نہیں کہنے کے بجائے فرمایا "آؤ تم بھی شامل ہو جاؤ" اس واقعہ کے بعد سے ہی " اہل بیت آل عبا..... اور پنجتن پاک کی اصطلاح اول یا آخر رائج ہوئی۔ بعض لوگ کم علمی کی بنیاد پر "پنجتن پاک" کے تصور کو اہل تشیع کا وضع کردہ تصور سمجھتے ہیں جو غلط ہے پنجتن پاکؑ میں شامل ہر ہستی کو ایک ایسا امتیاز و اعزاز حاصل ہے جو بنی نوع انسان میں کسی دوسری ہستی کو حاصل نہیں ہے۔ "سرکار کے علاوہ نہ کوئی خاتم النبیینؐ ہے...... نہ حضرت علیؓ کے علاوہ کوئی لحمک لحمی کا حامل ہے۔۔ نہ بی بی فاطمہؓ کے علاوہ کوئی عورت خاتون جنت ہے اور نہ حسنینؑ کے علاوہ کوئی دوسرا جوان شباب الجنتہ ہے۔ اسی لیئے ان سے جو فیض جاری ہے وہ بے مثل ہے جو حضرت اباجیؒ کے سلسلہ کا امتیاز یا شرف ہے"۔

یہاں حُبِ نبیؐ کا اک نرالا ہی چلن دیکھا
اویسی سروری نسبت سے فیضِ پنجتن دیکھا

مریدی نہیں غلامی

طریقت کے جو معروف سلسلے ہیں ان میں کم و بیش ہر جگہ تین بنیادی شرائط

داخل سلسلہ ہونے کی لیئے پائی جاتی ہیں۔

اول ارادت دوم بیعت سوم اجازت

مراد یہ کہ راہِ سلوک کا طالب داخلِ سلسلہ ہونے کے لیئے ارادت کا حامل ہو یعنی وہ کسی بھی سلسلہ کے صاحب اجازت بزرگ کے ہاتھ پر اپنی کامل رضامندی اور ارادہ سے بیعت کرے۔ بیع کے لفظی معنیٰ تو بیچنے یا خریدنے کے ہیں اصطلاحاً اس سے مراد کسی طالب کا بہ رضائے خود اپنے شیخ کی ملک کے طور پر خود کو سپرد کر دینا ہے اور اجازت سے مراد کسی بزرگِ سلسلہ کا اپنے شیخ کی جانب سے بیعت لینے کا مجاز ہونا ہے اگر ان تین شرائط میں ایک بھی پوری نہیں ہوتی تو طالب داخلِ سلسلہ نہیں ہوتا۔ طالب چونکہ کسی دباؤ کے بغیر خالصتاً اپنی ارادت سے بیعت ہوتا ہے اس لیئی وہ مرید ہوتا ہے اور جس کے ہاتھ پر وہ بیعت کر رہا ہے وہ "مراد" ہوتا ہے جسے عرف عام میں "پیر" کہتے ہیں۔ کسی کے مرید ہونے کے بعد اس کے تسلسل کے لیئے ارادت کا تسلسل لازم ہے اگر ارادت میں تغیر ہو تو بیعت فسخ ہو جاتی ہے یا کوئی شیخ کسی مرید کو "رد" کردے تو وہ مردود ہو جاتا ہے۔ چنانچہ سلسلے میں قائم رہنے کے لیئی شیخ کی رضا کے ساتھ مرید کی اپنی ارادت کا مستحکم رہنا ضروری ہے یعنی مریدی کا رشتہ نہایت مستحکم بھی ہے اور نہایت کمزور بھی اکثر دیکھا گیا ہے کہ لوگ شیطان کے ارادت میں خلل ڈالنے سے منکر و مرتدِ دسلسلہ ہو جاتے ہیں چنانچہ شیخ سے اپنی ارادت قائم رکھنے کے لیئے اور اسے شیطانی حربوں سے بچانے کے لیئی کڑی نظر رکھنی پڑتی ہے۔

برخلاف مریدی کے غلامی ایک ایسا رشتہ ہے جسے غلام اپنے ارادہ سے فسخ نہیں

کرسکتا جو غلام ہو گیا وہ غلام ہے تا آنکہ اس کا مالک خود اسے آزاد نہ کردے جہاں تک غوث پاکؒ کی غلامی کا تعلق ہے تو وہ ایمان کی طرح ایک نعمت ہے ''اور سخی نعمت عطا کر کے کبھی واپس نہیں لیتا'' جیسے رسولؐ کسی اُمتی کو بڑی سے بڑی خطا پر بھی اپنی امت سے خارج نہیں کرتے اسی طرح غوثِ اعظمؒ بھی کسی خطا پر کبھی بھی کسی غلام کو مردود نہیں کرتے چنانچہ غلامی کی راہ بے خطر ہے نیز یہ کہ غلام پر جس طرح آقا کو کامل اختیار ہے اسی طرح آپکی جملہ ذمہ داریاں بھی اسکے آقا پر عائد ہوتی ہیں اسی لیئے جب حضرت غوث پاکؒ نے حضرت اباجیؒ سے فرمایا کہ آپ لوگوں کو دینِ حق کی طرف بلائیں (یعنی سلسلہ قائم کریں) تو حضرت اباجیؒ نے فرمایا ''یا سیّدی یہ کام میرے لیئے مشکل ہے'' تو سرکارؒ نے فرمایا ''میں آپ کے ساتھ ہوں'' پھر آپ نے سرکارؒ سے داخلِ سلسلہ ہونے والوں کی لیئے چند ضمانتیں مانگیں جو سرکارؒ نے قبول فرمائیں ان میں ہی ''غلامی قائم رہنے اور سرکارؒ کی جانب سے مردود نہ کیئے جانے کی رعایت بھی شامل تھی چنانچہ یہ قادری سروری براہ راست سلسلہ ''**پیری مریدی پر نہیں غلامی پر قائم ہوا**'' راقم نے اسی حوالے سے ایک منقبت میں حضرت اباجیؒ اور انکے سلسلے کے حوالے سے عرض کیا ہے۔

انہی کی ذاتِ اقدس مظہرِ اوجِ فقیری ہے
عجب اندازِ محبوبی ہے شانِ بے نظیری ہے
وہ ان کا سلسلہ جس میں مریدی ہے نہ پیری ہے
غلامی ہے محبت ہے کرم ہے دستگیری ہے
بہارِ شاخِ طوبیٰ ہے سرورِ موجِ کوثر ہے

مرے سرکار غوثِ پاکؒ کے محبوب کا در ہے
(فائق بدایونی)

غلامی کی نسبت کا ہی انوکھا فیض ''خطا پر عطاء'' ہے یہ اصول اباجیؒ کے اس قادری سروری براہِ راست سلسلہ کا خاصہ ہے۔ راقم نے حضرت حسنؓ کی ایک منقبت میں عرض کیا تھا۔

یہ وضع خطاؤں پہ عطا کی جو چلی ہے
اک سلسلۂ فیضِ حسنؓ ابنِ علیؓ ہے
(فائق بدایونی)

تاریخ گواہ ہے کہ حضرت حسنؓ کے ہاں جو ''نرم دلی'' بخشش معافی اور خطاؤں پر عطا کی جو شان نظر آتی ہے وہ بے مثال ہے''۔ اور حضرت غوث پاکؒ جو حضرت حسنؓ کے پوتے ہیں اسی ورثۂ جدی کے حامل ہیں کہ انکے قادری سروری سلسلے میں بھی یہی وضع رائج ہے۔ یہی خطا پر عطا اباجیؒ کے سلسلے کا طرۂ امتیاز ہے غلام نے ایک دعائیہ بند میں عرض کیا ہے۔

آبِ رحمت کا ہو گلزارِ محبت میں نزول
تر و تازہ رہیں آقا ترے گلزار کے پھول
ہے خطاؤں پہ عطا تیرا کرم تیرا اصول
اس خطاکار کی یہ عرض بھی ہوجائے قبول
تیرے جلوے سحر و شام نگاہوں میں رہیں

تا ابد ہم ترے دامن کی پناہوں میں رہیں
(فائق بدایونی)

اباجیؒ کے سلسلے کے ایک کامل ولی اللہ اوراپنے دور کے بے مثال بزرگ جو اباجیؒ کے عاشق بھی تھے اورجنہوں نے اباجیؒ کے سلسلے کے اکثر اکابر کوسلسلے میں داخل ہونے کی نوافل پڑھائی تھیں نہایت کم گو تھے اکثرفرماتے تھے کہ ’’میں خطا میں یکتا ہوں وہ عطا میں یکتا ہے‘‘ ان کے اس ارشاد کو راقم نے ایک منقبت کے ایک بند میں سلسلہ کے طرۂ امتیاز کی حیثیت سے یوں نظم کیا تھا۔

وہ کوئی اور ہونگے ناز ہو جن کو مقدر پر
غلاموں کی نظر تو ہے نگاہِ بندہ پرور پر
کرم پر، فضل پر، مہر و عطا پر، لطفِ سرورؐ پر
گزارا اپنا ممکن ہے تو ممکن ہے اسی در پر
خطا میں ہم بھی یکتا ہیں عطا میں وہ بھی لاثانی
کرم یا اباجیؒ یا شمعِ بزمِ شاہِ جیلانی
(فائق بدایونی)

خانقاہیت نہیں! فقیری

فقیر کے لفظی معنیٰ صاحب فقر کے ہیں اورلغت کے لحاظ سے فقر افلاس ونا داری کے معنیٰ رکھتا ہے۔ برصغیر میں لفظ فقیر اس مفلس ونا دار کے لیئے استعمال ہوتا ہے جو مفلس و بے زر ہونے کے سبب خوردونوش کے لیئے بھی دوسروں کا محتاج ہواوراپنے

گزارے کے لیئے سوال کرے اورسائل کہلائے جسکا پیشہ گداگری ہو۔ معروف عام یہ تصورلفظ فقیر کی توہین ہے۔

شرعی مفہوم میں فقیر وہ شخص ہے جو ازروئے زکات صاحب نصاب نہ ہوبلکہ مستحق زکوٰۃ ہویا جسکے پاس مقدار نصاب پر سال بھر تصرف نہ رہا ہو۔

طریقت کی اصطلاح کی حیثیت سے فقر اورفقیر بے حد قابل احترام اورعظیم تصورات ہیں یہ سلوک کی ایک اہم ترین راہ ہے وہ راہ جو حضور اکرمؐ کی اتباع باطن ہے۔

سرکار دوعالمؐ کے ارشاد کے مطابق یہ وہ اعزاز ہے جسے آپؐ نے اپنے لیئے ’’فخر‘‘ قرار دیا اورفرمایا ’’الفقرو فخری والفقرُ منّی‘‘ یعنی ’’فقر میرا فخر ہے اور فقر مجھ سے ہے‘‘۔ غورفرمایئے کہ آپ نے ’’خاتم الانبین‘‘ اور ’’سیّد المرسلین‘‘ ہوکر نبوت یا رسالت کو اپنا فقر نہیں کہا بلکہ فقر کو کہا اورفرمایا ’’علماء میرے سینہ سے پیدا ہیں، سادات میری پیٹھ سے پیدا ہیں اورفقراء اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا ہیں‘‘ ایک اورحدیث شریف میں ارشاد ہے کہ ’’اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق زمین کی مٹی سے پیدا کی اورفقراء جنت کی مٹی سے پیدا کیئے‘‘ سرکار دوعالمؐ کے دیئے ہوئے تصور فقر کی روشنی میں ہی حضرت سلطان باہوؒ نے توفیق الہدایت میں لکھا ہے ’’فقر نور الٰہی سے پیدا ہوتا ہے۔ تمام جہان کا ظہور نور فقر سے ہوا۔ فقر ہدایت ہے۔ فقر نور حق کی ایک صورت ہے جو اس درجہ خوبصورت ہے کہ دونوں جہاں اس کے شیدا اوراس پر فریفتہ ہیں لیکن فقر کسی کی طرف توجہ نہیں کرتا مگر اللہ تعالیٰ کے حکم اورحضرت محمدؐ کی اجازت سے۔

فقر ''رحمت''، ''رازِ وحدت''، ''نورِ حق''
زیر پائے فقر باشد ہر طبق

فقر کی درج بالا وضاحتوں سے ایک بات جو سامنے آتی ہے وہ یہ کہ فقر اپنے عمل و سعی سے حاصل نہیں کیا جاسکتا ''یہ عطا ہے'' فقر انہی کو عطا ہوگا جو مطابق احادیث ''اللہ کے نور اور جنت کی مٹی سے پیدا ہیں'' اباجیؒ کا قادری سروری سلسلہ چونکہ فقیری سلسلہ ہے اس لیئے اس کا فیض ''کسب نہیں عطا ہے''۔ اگر مجھ سے اباجیؒ کے سلسلے کا مختصر تعارف کرانے کے لیئے کہا جائے تو میں کہونگا کہ ''حضرت غوث پاکؒ سے اویسی نسبت پر قائم ہونے والا یہ اباجیؒ کا براہِ راست انوکھا اور تا قیامت تک قائم رہنے والا فیض کا وہ سلسلہ ہے جس میں پیری نہیں فقیری ہے۔ مریدی نہیں غلامی ہے اور جس میں میرا ماہی صل علیٰ کہکر اپنی نفی اور سرکار دو عالمؐ کی اثبات کی جاتی ہے جسکے اوراد میں تخصیص درود شریف بلکہ درود تاج شریف کی ہے''

اہل باطن کے مطابق دنیا میں صرف سات ہستیاں ایسی ہیں جنہیں ''فقر کی ہستی'' کہا جاسکتا ہے ان میں پہلی ہستی حضرت مولا علیؓ کی ہے جنہیں باطن میں سرکار دو عالمؐ نے خرقۂ فقر عطا کر کے فقیری کا تاج انکے سر پر رکھا۔ فقر کی دوسری ہستی بی۔ بی۔ خاتون جنتؓ ہیں اور بعض کے نزدیک مردوں میں حضرت خواجہ حسن بصریؒ دوسری ہستی ہیں تیسری ہستی حضرت غوث پاکؒ سلطان الاولیا اور امیر الفقراء ہیں آپکے صاحبزادے حضرت شاہ عبدالرزاقؒ چوتھی ہستی ہیں اور پانچویں ہستی حضرت

غوث پاکؒ سے اویسی نسبت رکھنے والے بزرگ حضرت سلطان باہوؒ ہیں۔ انکے تین سو سال بعد حضرت غوث الاعظمؒ سے نسبت اویسی رکھنے والی فقر کی چھٹی ہستی حضرت اباجیؒ کی ہے جنہیں حضرت غوث پاکؒ نے اپنی محبوبیت کا اعزاز عطا فرما کر اپنے قادری سروری سلسلے کا تاج انکے سر پر رکھا جنکے لیئے ایک منقبت میں اس غلام نے عرض کیا کہ

کون سمجھے آپ کی چشمِ کرم کے زاویئے
کتنے خالی جام تھے جو اک نظر میں بھر دیئے
معنئِ ''اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ'' آپ نے واضح کیئے
''تاجِ فقرِ رحمت اللعالمینؐ سر پر لیئے''
محفلِ روحانیاں میں نائب خیرالانامؐ
السّلام اے تاجدارِ بزم عرفاں السّلام
(فائق بدایونی)

اباجیؒ کے اس قادری سروری سلسلے میں داخل ہونے والے غلام کو فقر کی راہ پر ہی چلایا جاتا ہے۔ کون کس رفتار سے کس منزل تک پہنچتا ہے اس کا انحصار اسکی اپنی استعداد اپنے مقسوم اور سرکارؐ کی عطا پر ہے۔ داخلِ سلسلہ ہونے کے بعد اس عاجز غلام کو اس راہ پر چلنے کا اشارہ اس وقت ملا جب غلام کو نوافل پڑھا کر داخل سلسلہ کرنے والے صاحب اجازت بزرگ اعلیٰ حضرت نظام الدین قادریؒ محبوب اباجیؒ کو غلام نے خواب میں دیکھا کہ اعلیٰ حضرتؒ اس عاجز غلام کی طرف اشارہ کر کے فرما رہے

ہیں ''فقیر'' اس عاجز غلام نے اعلیٰ حضرتؒ کی طرف اشارہ کر کے عرض کیا ''کامل فقیر'' اعلیٰ حضرتؒ نے حضرت اباجیؒ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ''اکمل فقیر'' اعلیٰ حضرت نظام الدین قادری جیسی برگزیدہ کامل ہستی سے اپنے لیئے لفظ فقیر سن کر غلام کو بے حد حیرت انگیز مسرت ہوئی اور غلام نے ایک دعائیہ منقبت میں حضرت غوث پاکؒ سے عرض کیا۔

میری طلب کو اپنی فقیری کا رنگ دے
اے شہ نشینِ مسندِ ایوانِ اولیا
اس پر بھی اک نظر کہ یقینِ کرم لیئے
بیٹھا ہے اِک غلامِ غلامانِ اولیا
اے غوث پاکؒ اے شہِ شاہان اولیا
(فائق بدایونی)

نقر کی شان اور نقرا کی منزلت تو اہل باطن ہی سمجھ سکتے ہیں مگر اس موضوع پر شاعر مشرق نے جو اظہار خیال کیا ہے وہ بھی حقائق پر مبنی اور ادب آموز ہے۔ علامہ فرماتے ہیں۔

تمنا دردِ دل کی ہے تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں
نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی، ارادت ہو تو دیکھ انکو
یدِ بیضا لیئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

نقر کی عظمت کے اعتراف و احترام کے ساتھ علامہ کی فکر کا دوسرا زاویہ روایتی خانقاہیت سے بیزاری بھی ہے وہ خانقاہ کے مخالف نہیں مگر ''محض روایت پرستی یعنی نظام خانقاہی'' کے خلاف ہیں جو ان کی نظر میں ''حق اور عمل'' سے دوری ہے وہ اسے ابلیسی حربہ کے طور پر بیان کرتے ہیں کہ

مست رکھو ذکر و فکر صبح گاہی میں اسے
پختہ تر کردو نظامِ خانقاہی میں اسے

وہ روایتی ذکر و فکر صبح گاہی کو رد کرنے کے ساتھ ہی اس حقیقت کے معترف بھی ہیں کہ

عطّار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی

علامہ اقبال کے ان تصورات کو سمجھ لینے کے بعد اباجیؒ کے سلسلے کی روح سمجھ میں آسانی سے آجاتی ہے کہ ''آپ کے ہاں پیری کی عظمت اور اللہ والوں کی محبت کے ساتھ خانقاہیت سے بیزاری ہے'' پیر کی عظمت کا جہاں تک تعلق ہے تو آپ فرماتے تھے ''پیر سرکارؒ ہیں'' ہم تو انکے غلام ہیں اور سلسلہ کے صاحب اجازت لوگوں کے لیئے کہتے تھے کہ میرے سلسلے میں ''جو پیر بنے گا فیض اس سے آگے نہیں بڑھے گا''۔

اباجیؒ خانقاہی روایتوں ''گدی نشینی۔ پابوسی۔ دست بوسی اور نذرانہ لینے کے سخت مخالف تھے'' زندگی بھر کسی کو ان کی پابوسی تو کجا ہاتھ چومنے کی بھی جرأت نہ ہوئی۔ ان کا نام ہی محض ''غلام محمد'' نہ تھا بلکہ انہوں نے اپنی پوری زندگی سے

اپنے نام کی معنویت کو اجاگر کیا۔ روایتی خانقاہ کے طریق تبلیغ سے بھی گریزاں رہے۔ آپ فرماتے تھے میرا سلسلہ تبلیغی نہیں "سرکار کی غلامی جس کا مقدر ہے وہ خود ہی آ جائے گا" ویسے فیض رسانی کی شان یہ تھی کہ بارہا فرمایا دنیا کے کسی بھی گوشہ میں جو درود تاج شریف پڑھ رہا ہے خواہ مجھ سے واقف ہو یا نہ ہو اسے "میرا فیض پہنچ رہا ہے" راقم غلام نے جب یہ ارشاد سنا تو بڑی تسکین ہوئی کہ اس عاجز غلام کو آٹھ نو سال کی عمر سے درود تاج شریف حفظ ہے اور اس کا ورد غلام کا معمول رہا ہے۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ درود تاج پڑھنے والے کو اباجیؒ کا فیض پہنچتا ہے یا جس پر کرم ہوتا ہے وہی درود تاج شریف پڑھتا ہے"۔

حقیقی پیروں کے احترام اہل اللہ کی عظمت اور اولیائے کرام کی محبت کے حوالے سے آپ کا ارشاد تھا کہ "جو بھی اللہ والا ملے اس کی خاک پا ہو جاؤ مگر طلب کرو صرف سرکارؐ سے" "مرے سرکارؐ کا دینا بھی ہے اللہ کا دینا"

تخصیصِ درود و سلام

دنیا میں طریقت کے جو بھی رائج الوقت طریقے یا سلسلے ہیں اگر ان کا باہم موازنہ کیا جائے تو ان میں بہت سی بنیادی مماثلتوں کے ساتھ کچھ باہم اختلافات و امتیازات بھی ملیں گے۔ ان باہم امتیازات میں بعض باتیں ایسی ہیں جو سلسلے کی امتیازی پہچان یا تخصیص کہی جا سکتی ہیں۔ بعض سلسلوں میں یہ تخصیص محفلوں کے حوالے سے ہے بعض میں لباس سے اور بعض میں مجاہدوں اور اوراد کے حوالے سے ہے۔ اگر اس زاویہ سے اباجیؒ کے قادری سروری سلسلے پر نظر کی جائے تو اسکی تخصیص

"درود و سلام ہے اور خاصکر درود تاج شریف" ویسے تو کوئی بھی سلسلہ درود و سلام کی اہمیت سے خالی نہیں سب ہی درود و سلام کی تاکید کرتے ہیں مگر اباجیؒ کے سلسلے میں درود و سلام کی جو تاکید ہے وہ اسی کا حصہ ہے دیگر سلسلوں میں چونکہ حاصل کسب و مجاہدے سے ہوتا ہے اس لیئے ان سلاسل میں تربیتِ نفس و تہذیب کے لیئے حصول کو آسان اور یقینی بنانے کے لیئے مجاہدے کیئے جاتے ہیں مگر فقر چونکہ مجاہدات سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ "عطائے خاص" ہے اسی لیئے فقیری سلسلے میں مجاہدات پر زیادہ زور نہیں ہے۔ فقر چونکہ حضور اکرمؐ کا فخر ہے اور آپ ہی سے ہے جو آپ کی اجازت سے ملتا ہے" اسی لیئے فقیری راہ میں حضور اکرمؐ کو خوشی پہچانے اور آپ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیئے مجاہدات کے بجائے صلوٰۃ و سلام کی تکرار کی جاتی ہے جب کوئی اُمتی اپنے آقا پر اور آپ کی آل پر درود بھیجتا ہے تو اس سے سرکارؐ بہت خوش ہوتے ہیں "سرکارؐ نے کسی غلام کے مراقبہ میں ارشاد فرمایا جب کوئی درود پڑھتا ہے تو مجھے بہت خوشی ہوتی ہے کہ درود بھیجنے سے مری اُمّت پر اللہ کا بڑا فضل و کرم ہوتا ہے" ایک صحابی سے حضورؐ نے فرمایا کہ جو کچھ بھی پڑھتے ہو اس میں سب سے زیادہ درود پڑھو۔ صحابی نے پوچھا یا رسول اللہ کیا نصف وقت باقی نصف وقت میں اور سب کچھ؟ سرکار نے ارشاد فرمایا اور زیادہ پھر صحابی نے! عرض کیا ایک تہائی اور سب کچھ اور باقی درود؟ آپ نے ارشاد کیا "اور زیادہ" اسی طرح تین مرتبہ "اور زیادہ" کا تکرار کیا۔ قرآن حکیم نے جو ادائے فرض کے احکام دیئے ہیں ان میں عبادت کی "مقدار یا تعداد مقرر ہے" نماز پانچ بار۔ روزے سال میں ۲۹ یا ۳۰۔ زکات ڈھائی فیصد۔ حج حسب استطاعت اور جہاد وقت ضرورت مگر "صلّو علیہ" کی کوئی

حد مقرر نہیں بلکہ یہ کہا کہ یہ کام اللہ اور اس کے فرشتے بھی کرتے ہیں تم بھی کرو لوگوں نے سرکارؐ سے پوچھا یا سیّدیؐ ہم درود کس طرح بھیجیں تو آپ نے فرمایا کہ تم اللہ سے کہو کہ "تو حمید و مجید ہے تو نے جیسے ابراہیمؑ اور ان کی آل پر درود بھیجا اسی طرح محمدؐ اور ان کی آل پر درود بھیج۔" غور فرمایئے مؤمن کا درود بھیجنا کیا ہے؟ اللہ سے عرض کرنا کہ تو (ہماری طرف سے) محمدؐ و آل محمدؐ پر درود بھیج۔۔۔ اسکے معنیٰ یہ ہوئے کہ "درود کے معنیٰ اللہ کا فضل و کرم ہے محمد و آل محمدؐ پر" اور مؤمن کا کام اپنے رب سے اس فضل و کرم کی التجا کرنا ہے جس کے لیئے اس نے پہلے ہی ارشاد فرما دیا کہ اللہ اپنے نبیؐ پر درود بھیجتا ہے۔ چنانچہ مومنین کی جانب سے حضورؐ پر جتنا بھی درود و سلام پڑھا جاتا ہے آپ پر اور آپ کی آل پر اتنا ہی فضل و کرم ہوتا ہے۔ مؤمن کا درود اپنے رب سے "التجائے درود ہے" اور یہ بات اللہ کی پسندیدہ بات ہے کہ اس کے بندے اس سے سرکارؐ اور ان کی آل کے لیئے درود کی دعا کریں اسی لیئے کہا جاتا ہے کہ "درود وہ عبادت ہے جو کبھی رد نہیں ہوتی" اگر آپ قرآنِ حکیم کے "صلوٰۃ قائم کرو" حکم پر غور کریں تو اس میں بھی ایک راز نظر آئے گا کہ از روئے قرآن حکیم "صلوٰۃ" صرف نماز ہی نہیں ہے۔ صلوٰۃ جب رسولؐ اور آپکی امت سے اللہ کے لیئے ہے تو نماز ہے اور جب اللہ اور اسکے فرشتوں سے نبیؐ کے لیئے ہے تو درود ہے" اور اللہ قیام صلوٰۃ کا حکم دیتا ہے۔

جہاں تک درود شریف کا تعلق ہے تو سب سے افضل اور پہلا درود جس کے بغیر نماز بھی نہیں ہوتی وہ "درود ابراہیمی ہے"۔ مگر اس کے علاوہ بھی بعض دیگر درود ہیں ایک صحابیِ رسول یہ درود پڑھتے تھے "اَللّٰھُمَّ صلِ علیٰ سیدنا محمدٍ وّعلیٰ آلِ سیدنا محمدٍ کما تحِبُّ وَترضیٰ لَہٗ" جب

آپ سرکارؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو سرکارؐ نے انہیں اپنے اور سیّدنا ابوبکر صدیقؓ کے درمیان بٹھایا یہ اعزاز کسی دوسرے صحابی کو کبھی حاصل نہیں ہوا۔ اباجیؒ کو سرکارؐ کی طرف سے درود تاج شریف پر چونکہ تصرف عطا کیا گیا ہے اسی لیئے درود تاج اباجی کے سلسلے کی "تخصیص ہے" اباجیؒ کا ارشاد ہے کہ دنیا کے کسی بھی گوشہ میں جو بھی درود تاج پڑھ رہا ہے اسے میرا فیض پہنچ رہا ہے خواہ وہ مجھ سے واقف ہو یا نہو۔ اسی حوالے سے راقم نے ایک منقبت میں درج ذیل بند عرض کیا تھا کہ

نورِ خدا خود جلوہ فشاں ہے
اباجیؒ کا فیض وہاں ہے
وردِ درودِ تاج جہاں ہے
ذرّہ ذرّہ نغمہ کناں ہے
میرا ماہی صلِ علیٰ میں کچھ بھی نہیں

(فائق بدایونی)

اس بند کے آخر کا مصرعہ دراصل حضرت اباجیؒ کا ورد تھا جو اباجیؒ کے سلسلے کا خصوصی ورد ہے اسکی تفصیل آئندہ صفحات میں پیش کی جائے گی یہاں صرف اتنا عرض کروں گا کہ "میرا ماہی صلِ علیٰ، میں کچھ بھی نہیں اور درود تاج شریف کے ورد و تکرار سے داخل سلسلہ غلام کی اباجیؒ سے محبت اور وابستگی میں اضافہ ہوتا ہے۔ حضرت اباجیؒ ہر جگہ اپنی ذات کی نفی کرنے کے ساتھ یہ اصولی بات اکثر دوہراتے تھے کہ مجھ سے محبت کرو جسقدر بھی کر سکتے ہو یہ محبت مجھ سے سرکارؐ کو اور سرکار سے رسول اکرمؐ کو اور وہاں سے اللہ کو پہنچے گی یعنی "حُبِ شیخ ہی حُب اللہ میں منتقل ہو گی" اس مقصد

کے حصول کے لیئے کثرت درود ضروری ہے۔ جب کوئی طالب داخل سلسلہ ہونے کی آرزو کرتا ہے تو اسے داخل کرنے سے قبل درود شریف کی تکرار کے لیئے کہا جاتا ہے بالعموم یہ ورد ایک لاکھ مرتبہ یعنی ہزار تسبیح پڑھنے سے ہوتا ہے بعض لوگوں سے کلمۂ طیبہ...... لاحول اور استغفار کا بھی تکرار کروایا جاتا ہے۔ داخل سلسلہ ہو کر بعد فجر سات مرتبہ اور بعد عشا گیارہ مرتبہ درود تاج شریف پڑھوایا جاتا ہے۔ بعض غلام ''درود اکسیر اعظم'' کا بھی ورد کرتے ہیں۔ یعنی اس سلسلے کا ''اوّل بھی درود و سلام اور آخر بھی'' سلام کی شرعی حیثیت یہ ہے کہ جب کسی کو 'سلام' کیا جاتا ہے تو مخاطب پر جواباً سلام کہنا لازم ہے۔ اس اصول سے یہ صادق آتا ہے کہ جب اور جتنی مرتبہ سرکارؐ کی خدمت میں سلام پیش کیا جائے گا اتنی ہی مرتبہ سرکارؐ کی جانب سے غلام کو سلام آئے گا۔ سلام کے ضمن میں راقم غلام نے ایک جگہ عرض کیا ہے۔

بھیجتے ہیں سلام جو ان پر
میں انہیں بھی سلام کرتا ہوں

(فائق بدایونی)

یہ اصولی بات ہے اور غلام کا یقین ہے کہ جو رسول پاکؐ پر سلام بھیجتے ہیں ان پر سرکارؐ کا جوابی سلام بھی آتا ہے اور دنیا میں جسے سرکارؐ کی طرف سے سلام آیا اسے آخرت میں ''اللہ کا سلام بھی آئے گا جو مومن کی معراج ہے۔'' ''سلامٌ قولاً مِّن رَّبٍّ الرَّحِیم''۔

ہاں رہِ عشق میں ایسا بھی مقام آئے گا
حُسن کی بزم سے جب ان کا سلام آئے گا

(فائق بدایونی)

نفیِ ذات اور آقاؐ کی اثبات

انسان کے لیئے ضلالت و گمرہی سے بچ کر صراطِ مستقیم پر آنے اور ایمان لانے کا واحد طریقہ قلب و لسان سے لا الہ الا اللہ کہنا ہے جس کے معنیٰ ''کل کی نفی کر کے ذاتِ واحد کی اثبات کرنا ہے''۔

اصولِ منطق کے لحاظ سے کسی کا اعتراف و اقرار کرنے کا بہترین طریق بیان یہی ہے کہ کل کی نفی کر کے ایک کی اثبات کی جائے اور یہ کام چونکہ اپنی عقل و فراست کے ذریعہ نہیں بلکہ حضور اکرمؐ کے حکم و درس کی روشنی میں کیا جاتا ہے اسی لیئے اگلا ٹکڑا ''مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللہ'' کہنا بھی ضروری ہے۔ انسان اس سب سے بڑی حقیقت کا اعتراف کر کے صاحب ایمان ہوجاتا ہے اور سرکار دو عالمؐ کے ارشاد کے مطابق جس نے ایک بار (ہمیشہ کے لیئے) لا الہ الا اللہ کہا ''وہ جنّتی ہے''۔ داخلِ اسلام ہونے کے بعد اسے اسلامی اخلاق و اقدار کا پابند ہونا پڑتا ہے اور ایسے تمام افعال و اعمال سے گریز کرنا ہوتا ہے جو ممنوع قرار دیئے گئے ہیں احکامِ شریعہ کی پابندی سے تہذیب نفس ہوتی ہے اور ریاضت و مجاہدات کے ذریعہ بندے کا نفسِ امارہ کمزور و نحیف ہو کر بے اثر ہونے لگتا ہے اور اسکے افعال و کردار نفسِ مطمئنہ کے تابع ہوجاتے ہیں یہی وہ مقام ہے جہاں بندہ اللہ سے اور اللہ بندے سے راضی ہوجاتا ہے یہی معراج نفس ہے مگر اس منزل پر پہنچنا کوئی آسان کام نہیں فرد زہد و تقویٰ سے اس راہ پر آ تو سکتا ہے مگر اپنی استعداد سے اس منزل پر نہیں پہنچتا اہلِ طریقت کے مطابق اس منزلِ کمال پر پہنچنے یا ''واصل بہ حق'' ہونے کے لیئے کسی ناظرِ فیض رساں کی ضرورت ہوتی ہے

جو بندے کو کسی سلسلہ کی وساطتوں کے ذریعہ حضور اکرمؐ کی معرفت اس مقام تک پہنچاتی ہے۔ اباجیؒ کے سلسلہ میں اس راہ کو ''محبت کی توانائی'' سے طے کیا جاتا ہے اور یہاں اس راہ کی وہ منازل جو دیگر سلسلوں میں طویل مدت میں طے ہوتی ہیں حضرت غوث پاکؒ کی وساطت سے آسان ہوجاتی ہیں۔ حضرت غوث پاکؒ نے حسین بن منصور حلاج'' کے سلسلہ میں خود فرمایا کہ ''وہ جنیدؒ تھے جنہوں نے منصور کو سولی پر چڑھوادیا اگر میں ہوتا تو اسے لمحوں میں اس منزل سے گزار دیتا جہاں اس نے ''انا الحق'' کہا یہ بات بعض صاحب مراقبہ حضرات نے حضرت اباجیؒ کے متعلق بتائی ہے کہ آپ نے بعض معروف اولیا کو جو بعض منزلوں پر مدت سے ٹھہرے ہوئے تھے اپنی چشم کرم کے اشارے سے منزل عبور کروادی ہے۔ اس بات کا تو راقم بھی گواہ ہے کہ ایک مرتبہ جب لاہور جانا ہوا تو غلام حضرت شاہ حسینؒ کے مزار شریف پر حاضر ہوا مزار کے احاطہ میں داخل ہوتے ہی دائیں ہاتھ پر ایک چھوٹا سا قبرستان تھا جس میں بہت سی قبریں تھیں غلام وہیں ٹھہر گیا اور فاتحہ پڑھکر اہل قبور کی بخشش کی دعا کی۔ غلام کو ایک ساتھی ''صاحب مراقبہ'' کے ذریعہ معلوم ہوا کہ اہل قبور بعد فاتحہ بہت خوش ہوئے اور انہوں نے کہا کہ ہم تو مدت سے منتظر تھے کہ یہاں حضرت اباجیؒ کی تشریف آوری ہو کہ ہماری نجات ہوجائے یہ سن کر غلام نے حضرت شاہ حسینؒ سے عرض کیا کہ آپ نے ان صاحبانِ قبور کی طرف کیوں توجہ نہیں فرمائی جواب ملا۔ ''حسینؒ کو مادھوؒ سے ہی فرصت نہیں ہے''

مندرجہ بالا دونوں حوالے بیان کرنے کا مقصد صرف یہ عرض کرنا ہے کہ جب اباجیؒ کا فضل وکرم اور فیضِ باطن ان لوگوں کو بھی پہنچ رہا ہے جو بظاہر شاملِ سلسلہ نہیں تو

اہل سلسلہ پر آپ کا فیضان وکرم کیا ہوگا؟ اس فیض وکرم کا راز ''اپنی نفی اور سرکار دو عالمؐ کی اثبات ہے'' یعنی میرا ماہی صل علیٰ میں کچھ بھی نہیں''۔ جس طرح داخل اسلام ہونے کے لیئے کل کی نفی اور ذات واحد کی اثبات کی جاتی ہے اسی طرح داخل سلسلہ ہونے کے لیئے اپنی نفی کہ ''میں کچھ بھی نہیں'' اور آقائے دو عالمؐ کی اثبات ''میرا ماہی صلِ علیٰ'' کہکر کی جاتی ہے۔ پہلے سرکارؐ کی اثبات اور ساتھ ہی اپنی نفی ''میرا ماہی صلِ علیٰ، میں کچھ بھی نہیں'' اباجیؒ کے سلسلے کا ''وردِ خاص'' ہے

غلام جب حاضر سلسلہ ہوا اور اعلیٰ حضرت نظام الدین قادریؒ نے جنہیں اباجیؒ کی محبوبیت کا شرف حاصل تھا غلام کو داخل سلسلہ ہونے کی نوافل پڑھائیں تو حضرت اباجیؒ کا پہلا عرس شریف ہونے والا تھا۔ اعلیٰ حضرتؒ نے یہ معلوم ہونے کے بعد کہ غلام شعر بھی کہتا ہے غلام سے ارشاد فرمایا کہ اباجیؒ کا عرس ہونے والا ہے آپ ''میرا ماہی صل علیٰ، میں کچھ بھی نہیں'' پر ایک منقبت کہیں اور عرس شریف کے موقع پر پڑھیں۔ غلام نے تعمیل حکم کی اور یہ منقبت مزار شریف پر چادر چڑھاتے وقت عرس کے موقع پر ختم شریف سے پہلے بآوز بلند پیش کی جب غلام نے یہ بند پڑھا کہ

جنکو طلب ہو در پر آئیں
دین و دنیا لیکر جائیں
تھوڑا مانگیں زیادہ پائیں
تم بھی گاؤ ہم بھی گائیں
میرا ماہی صل علیٰ میں کچھ بھی نہیں

(فائق بدایونی)

تو اعلیٰ حضرتؒ اور دیگر صاحبِ مراقبہ حضرات نے بتایا کہ یہ بند جب فائق صاحب نے پڑھا تو باطنی طور سے شریک تمام اولیائے کرام نے بآوازِ بلند فائق صاحب سے ہم آواز ہو کر اس بند کے پڑھنے میں شرکت کی اس منقبت میں میرا ماہی صلِ علیٰ میں کچھ بھی نہیں کو ترجیع بند مصرعہ بنا کر دوھرایا گیا ہے جو کتاب ہٰذا کے آخر میں حضرت اباجیؒ کی مناقب میں پہلی منقبت ہے۔ اس کے بعد یہ سلسلہ جاری رہا اور غلام کو گیارہ سال تک عرس شریف کے موقع پر گیارہ مناقب کہنے اور پڑھنے کا شرف حاصل رہا۔ ان میں سے ایک منقبت حضرت مرتضیٰ شفیعؒ نے عرس کے موقع پر پڑھی تھی چونکہ راقم اس وقت داخلِ اسپتال تھا۔ ان مناقب کے لیئے حضرت اباجیؒ نے بشارت فرمائی کہ ان مناقب کا ایک ایک مصرعہ مقبول ہوا ہے ''میں کچھ بھی نہیں پر'' غلام نے ایک قطعہ بھی عرض کیا ہے جو درج ذیل ہے۔

پہلے اس کا قول دوھرایا کہ میں کچھ بھی نہیں
راز بالآخر یہی پایا کہ میں کچھ بھی نہیں
اسکی عظمت کون سمجھے گا وہ تھا کتنا عظیم
جس نے سب کچھ ہو کے فرمایا کہ میں کچھ بھی نہیں

(فائق بدایونی)

فیضِ دین و دنیا ساتھ:

عرفِ عام میں دین اور دنیا ایک دوسرے کی متضاد اصطلاحتیں تصور کی جاتی ہیں۔ اسی لیئے ''دنیا دار'' اور ''دیندار'' کو ایک دوسرے کی ضد کہا جاتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں الفاظ ایک دوسرے کی ضد نہیں ہیں بلکہ ان میں اتمامی یا تکمیلی رشتہ پایا جاتا ہے اس لیئے کہ دین کا کوئی تصور دنیا سے منکر نہیں اگر غور کریں تو فرد کی وہ زندگی جو **''ازل سے ولادت تک''** ہے یا وہ جو **''وفات سے ابد تک''** ہے اس میں دین کا کوئی تصور نہیں ملتا۔ دین تو دنیا ہی سنوارنے کے لیئے ہے۔ **''ولادت سے وفات تک''** اور اسلامی قوانین کی رو سے آذان سے نماز تک ...... اذان وہ جو اقامہ کے ساتھ ولادت پر کان میں دی جاتی ہے اور نماز وہ جو وفات پر (نمازِ جنازہ) پڑھی جاتی ہے۔ زندگی اذان و اقامہ اور نماز با جماعت کا درمیانی وقفہ ہے۔ دین کے احکامات کی تعمیل سے اگر دنیا سنور جائے تو یہی اصولاً آخرت کا سرمایہ ہے۔ دین دنیا کو سنوارنے کے لیئے ہے روکرنے یا تباہ و ختم کرنے کے لیئے نہیں۔ باطن میں دین کی علامت دودھ اور دنیا کی علامت پانی ہے۔ یہ بات سب ہی جانتے اور مانتے ہیں مگر اسی حقیقت پر سب کی نظر نہیں جاتی کہ ''دودھ کا جزوِ اعظم پانی ہے''۔ فطرت نے دودھ میں جتنا پانی ملا رکھا ہے وہ تو درست ہے مگر انسان کو دودھ میں پانی ملانے کی اجازت نہیں یہ عمل ممنوع ہے اگر اس علامتی بیان کو سمجھ لیا جائے تو دین و دنیا کے ساتھ ہونے اور طلبِ دنیا نہ رکھنے کے معنیٰ پوری طرح واضح ہو جاتے ہیں۔ دنیا کی ضد دین نہیں آخرت ہے اسی لیئے دنیا و آخرت میں حسنات کی دعا کی جاتی ہے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ دین سے فرد کی دنیا پر شیطانی تسلط اور تصرف ختم ہو جاتا ہے چنانچہ اگر کسی کی دنیا ''تصرفِ شیطانی'' سے ہے تو وہ ضرور تباہ ہوگی اور ایسا ہوتا ہے کہ جب

''ایسی دنیا والے'' کسی سلسلۂ طریقت میں شامل ہوتے ہیں تو ان کی شیطانی دنیا پر ضرب ضرور پڑتی ہے جس کے سبب لوگ سمجھتے ہیں کہ دین سے دنیا تباہ ہوتی ہے۔ اکثر سطحی نظر والے لوگ کہتے ہیں کہ ''پیروں فقیروں کے ساتھ سے دنیا برباد ہو جاتی ہے'' یہ بات جیسا کہ میں نے عرض کیا ''کفر و گمرہی اور شیطانی تصرف کی دنیا کے لیئے درست ہے ورنہ دین تو دنیا اور اسکے ذریعہ آخرت سنوارنے کے لیئے ہے''۔ اکثر اہل سلسلہ اور صاحبانِ طریقت دنیا کو برا کہتے ہیں مگر راقم کی نظر میں دنیا بری چیز نہیں ہاں دین کے مقابلے میں ''طلب دنیا بری بات ہے'' اسی لیئے دنیا کو نہیں طالب دنیا کو ''مردود'' طالبِ عقبیٰ کو ''مسعود'' اور طالب مولا کو ''محمود'' کہا جاتا ہے۔ لوگ ''طلبِ دنیا'' کو برا کہنے سے دنیا کو برا سمجھنے لگے۔ ہاں دنیا اس وقت بری ہے جب وہ اللہ کی جگہ دل میں گھر کر لے ورنہ ''دست بہ کار دل بہ یار'' تو ہمارے قادری سروری سلسلے کی روح ہے۔ اصولاً ''ترک دنیا۔ دنیا سے زیادہ بری بات ہے''۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت غوث پاکؒ نے حضرت اباجیؒ سے سلسلہ قائم کرنے کے لیئے فرمایا تو حضرت اباجیؒ نے سرکارؒ سے درخواست کی بلکہ وعدہ لیا کہ ''داخل سلسلہ کوئی غلام نہ مجذوب ہوگا نہ ترک دنیا کرے گا بلکہ ایک عام مسلمان کی حیثیت سے بیوی، بچوں اور گھر بار کے ساتھ زندگی گزارے گا'' یہ شرط اباجیؒ کے سلسلے کا امتیاز ہے کہ یہاں دین کی سلامتی کے ساتھ دنیا بھی سلامت ہے۔ راقم جب داخلِ سلسلہ ہوا تو اعلیٰ حضرت نظام الدین قادریؒ کے نوافل پڑھانے کے وقت سیّد باسط علی جعفریؒ نے جنہیں حضرت اباجیؒ نے دوست کہا تھا میرے لیئے فرمایا

کہ ''سرکار آپ کی دنیا بھی مکمل کرینگے اور دین بھی۔ دنیا پہلے اور دین بعد میں'' اس ارشاد کی صداقت کے اثرات میں آج ۴۵ سال گزر جانے کے بعد بھی محسوس کرتا ہوں۔ میں باطنی رموز تو نہیں جانتا اور نہ اپنی ذات کے لیئے کچھ باطنی آگہی رکھتا ہوں مگر یہ ضرور ہے کہ بحمد اللہ سرکارؒ کے کرم سے ''نہ دنیا سے بیزاری ہے نہ دنیا کی آرزو۔ نہ موت کا خوف ہے نہ موت کی طلب۔ بحمد اللہ میری خلوتیں غلیظ خیالات سے پاک ہیں اور میں ذاتی حوالے سے دین و دنیا میں کوئی فصل محسوس نہیں کرتا یہ اباجیؒ کا فیض اور انکے سلسلے کا خاصہ ہے'' راقم نے اپنے اس احساس کو منقبت کے ایک بند میں یوں بیان کیا ہے۔

انوکھا سلسلہ تیرا انوکھی بات ہے آقا
ترے در کی غلامی دین کی سوغات ہے آقا
جہانِ معرفت میں تیری تنہا ذات ہے آقا
کہ جس کے در پہ فیضِ دین و دنیا ساتھ ہے آقا
تری اس شانِ یکتائی پہ دنیا کو ہے حیرانی
کرم یا اباجیؒ یا شمعِ بزمِ شاہِ جیلانی
(فائق بدایونی)

اہل طریقت باطنی علامات کی حیثیت سے دین کو بیٹے کی شکل اور دنیا کو بیٹی کی شکل قرار دیتے ہیں مگر حضرت اباجیؒ کا ارشاد اس سے مختلف تھا آپ فرماتے تھے

"دین اور دنیا دونوں بہنیں ہیں" یعنی اضداد نہیں بلکہ اتمامی مترادفات ہیں۔ اسی لیئے اباجیؒ کے سلسلے کا فیض ہر دو حوالے سے ہے اور یہ حقیقت ہے کہ "مومن کی دنیا بھی دین ہے" مومن کے دین کے ساتھ دنیا ہوتی ہے مگر "حُبِ دنیا نہیں ہوتی" دنیا اگر دل میں داخل ہے تو یہ "طریقت میں شرک ہے" اور دل سے باہر ہے تو یہ بھی نعمت خداوندی ہے جس کا شکر ادا کرنا چاہیئے اور آخرت میں حسنات کے ساتھ دنیا میں بھی حسنات کی دعا کرنی چاہیئے۔

اباجیؒ کا سلسلہ اور خواب۔

اباجی کے قادری سروری سلسلے میں کوئی زبانی ہدایت، پندونصیحت اور وعظ و تقریر کا نظام نہیں ہے اسی لیئے طالب کو راہِ سلوک میں "خواب اور القاء کے ذریعہ چلایا جاتا ہے"۔ ماں جیؒ فرماتی تھیں "پُتر تیرے اَبّی زبان سے نہیں دل سے بولتے ہیں" القاء کے معنٰی کسی بات کا دل میں ڈال دینا ہے۔ اباجیؒ کا ارشاد تھا کہ کسی بھی معاملے میں "جو پہلا خیال آئے وہ سرکارؐ کی طرف سے ہے"۔

القاء اور خواب کے ذریعہ "راہ چلانا" سلسلہ کے براہ راست ہونے کا ثبوت ہے۔ "رویائے صادقہ" ویسے تو وحی کا بھی ایک ذریعہ ہے جو انبیاء کے لیئے مخصوص ہے اور سرکارؐ کے ساتھ ختم ہو گیا انبیاؑ کے خوابوں کے بعد اولیاؒ کے خواب ہیں اور اسکے بعد طالبانِ راہِ حق کے خواب بالخصوص اباجیؒ کے سلسلہ کے خواب "خواب نہیں حقیقت" ہوتے ہیں۔ جس خواب میں حضور اکرمؐ کا دیدار یا آپؐ کا حوالہ ہو وہ حقیقت کا آئینہ ہوتا ہے اسی طرح اباجیؒ کے قادری سروری سلسلے میں حضرت غوث

پاکؒ یا اباجیؒ کے حوالے والے خواب بھی حقیقت ہوتے ہیں یا سلسلہ کے کسی صاحب اجازت (اپنے محسن) کو خواب میں دیکھنا یا ان کا کسی سے کچھ کہنا بھی خواب نہیں حقیقت ہے۔ عام طور سے خواب کے دو حوالے ہیں ایک "نفسانی خواب" دوسرے "روحانی خواب" عام لوگوں کے عام خواب نفسانی ہوتے ہیں مگر سلاسل کے خواب خاصکر براہِ راست سلسلے والوں کے خواب روحانی ہوتے ہیں۔

منطقی اور فلسفیانہ اعتبار سے یہ بحث بہت قدیم ہے کہ کھلی آنکھ کی دید اصل ہے یا بند آنکھ کی اس زاویئے سے مفکرین و شعراء نے اپنے اپنے تصورات پیش کئے ہیں سودا نے کہا ہے

پردہ کو تعین کے درِ دل سے اٹھا دے
کھلتا ہے ابھی پل میں طلسمات جہاں کا

یعنی یہ کہ کیف و کم اور زمان و مکان کے حوالے سے جو کچھ نظر آ رہا ہے وہ اصل نہیں ہے بلکہ اصل کا پرتو ہے۔ بقول غالبؔ

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ
دیتے ہیں دھوکا یہ بازی گر کھلا

یہ سائنسی حقیقت ہے کہ ہمیں ستارے اور سیّارے جہاں نظر آتے ہیں وہاں ہیں نہیں انکی روشنی زمین تک آنے میں جتنا وقت لگتا ہے اس میں وہ جگہ بدل چکے ہوتے ہیں۔ دور کی بات تو چھوڑیئے نظامِ شمسی میں ہی سورج کی روشنی زمین تک آنے میں تقریباً آٹھ منٹ لگتے ہیں اور ہمیں روشنی کے مخارج جہاں نظر آتے

ہیں وہاں ہوتے نہیں ہیں بقول فاؔنی بدایونی

فانی طلسمِ رازِ حقیقت یہ ہے کہ ہے
تجھ پر تری نگاہ کا پردہ پڑا ہوا

یعنی یہ کہ نظر ’’کاشف نہیں حاجب ہے‘‘ فلسفی کہتے ہیں کہ ہر ظہور ایک اخفا ہے ہر بیان ایک ابہام ہے۔

فریب چشم پر دھوکا حقیقت کا بھی ہوتا ہے
حقیقت کو مگر یہ اہل دنیا خواب کہتے ہیں

اگر خوابوں کے نفسیاتی تصور کا جائزہ لیا جائے تو ان کا تعلق مستقبل سے نہیں ماضی سے ہوتا ہے اور وہ ہماری سابقہ تشنہ آرزوؤں کی مبہم اور اشاری تسکین ہوتے ہیں یہ بات نفسانی خوابوں تک درست ہوسکتی ہے مگر روحانی خواب کبھی کاشفِ حقیقت اور کبھی بشارت ہوتے ہیں۔ ان مباحث سے قطع نظر راقم کو ہر دو اقسام کے خوابوں کا تجربہ ہے مگر یہاں ان کا حوالہ اس لیئے مناسب نہیں ہے کہ لوگ انہیں ’’خوش فہمی کہدینگے‘‘ البتہ ایک خواب کا بیان میں یہاں مناسب سمجھتا ہوں۔

راقم نے دیکھا کہ ایک نہایت شاندار وسیع مسجد ہے اس میں بہت سے لوگ ہیں جماعت شروع ہونے والی ہے جس کی امامت سرکار دوعالمؐ فرمائینگے۔ راقم غلام وضو کرنے کے بعد اپنی آستینیں ٹھیک کرتا ہوا محراب کی طرف بڑھ رہا ہے قریب پہنچ کر غلام تیسری صف میں بائیں حصہ کی طرف نماز پڑھنے کے لیئے کھڑا ہوا ہے پہلی صف میں امام کے عین پیچھے حضرت غوث پاکؒ اور آپ کے بائیں

ہاتھ پر ایک اور بزرگ کھڑے ہیں انہوں مڑ کر پیچھے دیکھا اور اپنا بایاں ہاتھ بڑھا کر غلام کا دایاں بازو پکڑ کر پہلی صف میں اپنے بائیں جانب دو حضرات کے بعد غلام کو لا کھڑا کیا۔ اس کے بعد غلام کی آنکھ کھل گئی مگر جن بزرگ نے بازو پکڑ کر پہلی صف میں اپنے ساتھ لا کھڑا کیا تھا انکی شکل ذہن میں رہی ’’یہ خواب غلام کے داخل سلسلہ ہونے سے پہلے کا ہے‘‘ وقت گزرتا رہا مگر یہ خواب پوری وضاحت کے ساتھ ذہن میں رہا...... جب غلام داخل سلسلہ ہونے کے لیئے اعلیٰ حضرت نظام الدین قادری محبوب اباجیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو ان کے کمرے میں دیوار پر فریم میں لگی ہوئی ایک تصویر دیکھی ...... تصویر دیکھ کر غلام کو اپنا خواب یاد آیا کہ یہ تو ان ہی بزرگ کی تصویر ہے جنہوں نے غلام کو پہلی صف میں اپنے برابر لا کر کھڑا کر لیا تھا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ تصویر حضرت اباجیؒ کی تھی جنکی فیض رسانی اور دستگیری داخل سلسلہ ہونے سے پہلے ہی شروع ہوگئی تھی۔ جب رفتہ رفتہ سلسلے کے رموز و نکات کا علم ہوا تو پتہ چلا کہ حضرت اباجیؒ فرماتے تھے وہ مرشد کامل نہیں (حجام ہے) جو پہلے ہی نظر میں طالب کو اپنے مقام پر لا کر کھڑا نہ کرلے غلام نے فیض و کرم کے سلسلے کے بانی حضرت اباجیؒ کی ایک منقبت میں اسی خواب کی نسبت سے اباجیؒ کی ذات انکے فیض اور سلسلے کے لیئے عرض کیا۔

خطا کاروں کو بھی یہ دیں کی دولت بخش دیتے ہیں
جو نعمت مل نہیں سکتی وہ نعمت بخش دیتے ہیں

غلامی جس کو کہیئے وہ سعادت بخش دیتے ہیں
ہیں محبوبِ شہ جیلاں محبت بخش دیتے ہیں
جو مطلوبِ دوعالم ہے میسر انکے در پر ہے
مرے سرکارؒ غوث پاکؒ کے محبوب کا در ہے
(فائق بدایونی)

طریق شمولیت:

اباجیؒ کے سلسلے میں شمولیت کا طریقہ بھی دیگر سلسلوں سے مختلف اورنرالا ہے۔عام طور سے جب کوئی مرید کسی سلسلے میں اپنی ارادت سے شامل ہونے کے لیئے جاتا ہے تو وہ اس سلسلے کے صاحبِ اجازت سجادہ نشین یا صاحب نیابت کے ہاتھ پر خود کو بیچ کردیتا ہے۔بیچ میں ازروے شرع جس کے ہاتھ بیچ کی جائے اسے جنس مذکور پر حق ملکیت وتصرف دیدیا جاتا ہے اور ''بیعت'' میں بھی فرد خود کو اپنی ارادت کے تحت ''مراد کے ہاتھ'' یعنی جس کا مرید ہورہا ہے خود پر حق ملکیت وتصرف دیدیتا ہے جس کے صلے میں مراد اپنے تصرف سے طالب کے لیئے موزوں کسی راہ معرفت میں چلا کر اسے ''واصل بحق'' کرتا ہے یہ کام کاملین کا ہے اگر کسی سلسلے کا موجودہ سربراہ اس درجۂ کمال پر متمکن نہیں ہے تو اسے اجازت دینے والا اس کا شیخ یا کبھی شیخ کا شیخ یا اورآگے تک شجرے کا کوئی بھی بزرگ یا خود صاحب سلسلہ یہ فریضہ باطنی طور سے انجام دیتا ہے۔داخل

سلسلہ ہونے کے آداب وطریق اپنے اپنے اور متنوع ہیں مگر اباجیؒ کے سلسلے میں چونکہ ''پیر'' خود حضرت غوث پاکؒ ہیں اس لیئے صاحب اجازت داخل سلسلہ ہونے والے فرد کو ''اپنے ہاتھ پر بیعت نہیں کرتا بلکہ خود ایک گواہ کی حیثیت سے آنے والے سے کہتا ہے کہ میرے سامنے خود کو سرکارؒ کی غلامی کے لیئے پیش کریں۔ پہلے دو رکعات نوافل ادا کریں پھر سجدے کی سی حالت میں زمین پر ہتھیلیاں رکھنے کے بجائے دعائیہ انداز میں اپنی پشتِ دست زمین پر رکھ کر سرکارؒ سے درخواست کریں کہ وہ مجھے اپنی غلامی میں قبول کریں۔ طالب ادھر اقرارِ غلامی کرتا ہے ادھر صاحب اجازت باطنی طور سے سرکارؒ کے حضور غلامی کے لیئے طالب کو پیش کرتا ہے۔پیش کرنے والے فرد کو چونکہ اجازت حضرت غوث پاکؒ اور اباجیؒ کی ہی طرف سے عطا ہوتی ہے اور وہ آپ کا منتخب ہوتا ہے اس لیئے اس کی سفارش پر آنے والے کو باطنی طور سے سرکارؒ قبول فرما لیتے ہیں ویسے اس عالم ظاہر سے پہلے ہی غلامی اس کا مقدر ہو چکی ہوتی ہے۔حضرت سیّد شبیر علی قادریؒ کے مطابق غلامی میں پیش کرنے اور غلام کو قبول کرنے کا معاملہ تو آنے والے طالب اور سرکار غوث پاکؒ کے درمیان ہی ہوتا ہے۔''بیچ کا فرد اس معاملے یا قبولیت کا گواہ ہوجاتا ہے'' اباجیؒ کے ارشاد کے مطابق درمیان والا فرد یعنی جو صاحب

اجازت ہے اگر خود کو پیر سمجھے یا پیر جیسے طور طریق اختیار کرے تو سلسلۂ فیض آگے نہیں بڑھتا اسی پر ختم ہو جاتا ہے شمولیت سلسلہ کے فوراً بعد سے اگر طالب کو آنکھ بھی عطا کر دی گئی ہے تو مراقبہ کے ذریعہ اگر آنکھ عطا نہیں ہوئی ہے تو خوابوں کے ذریعہ یا خوابوں کے بغیر بھی باطنی طور سے طالب کا سفر سلوک یا راہ معرفت میں سفر شروع ہو جاتا ہے۔ عطائے غلامی کے ساتھ طالب کو ''اسم اللہ عطا ہوتا ہے اور قلب بیدار ہو کر اللہ اللہ کا ذکر شروع کر دیتا ہے جس کا احساس خود غلام کو بھی ہوتا ہے اور غلام کے قلب پر اسم اللہ لکھ دیا جاتا ہے یہ اباجیؒ کے سلسلے کا نقطۂ آغاز ہے جو بعض سلاسل کا نقطۂ کمال ہے دیگر سلاسل کے لوگ سفر کر کے جہاں پہنچتے ہیں سرکارؒ کا غلام وہاں سے سفر شروع کرتا ہے۔ یہاں فانی بدایونی کا شعر یاد آتا ہے۔

نہ جانے اس سفر کی آخری منزل کہاں ہوگی
فنا کی آخری منزل پہ ہے پہلا قدم میرا

جو حضرات اباجیؒ کے سلسلے میں داخل ہوتے ہیں یہ دراصل وہی لوگ ہیں کہ غلامی تو ازل میں ہی ان کا مقدر ہو چکی ہوتی ہے عالم ظاہر میں اس کی تعمیل یا اظہار کے لیئے ذرائع بن جاتے ہیں۔ بالعموم کسی نہ کسی غلام بھائی کے حال احوال سے واقفیت یا کسی سے محض واقفیت ظاہرہ متعلقہ فرد کے ذریعہ وجہ شمولیت بن جاتی ہے۔ بالعموم داخلے کے طالب سے نوافل پڑھوانے سے پہلے صاحب اجازت اسے ایک لاکھ مرتبہ کلمۂ طیبہ/ ایک لاکھ مرتبہ استغفار/ ایک لاکھ مرتبہ

درود شریف پڑھواتا ہے/ یا ان میں کسی ایک یا دو کے ورد کے لیئے کہتا ہے۔ داخل سلسلہ ہونے کے بعد غلام کا احساس یہ ہوتا ہے کہ

غلامی ملی یا ملی بادشاہی
خدا میرا خالق نبیؐ میرا ماہی
وہ مالک ہے میرا بفضل الٰہی
وہ غوث معظمؒ وہ عالم پناہی
وہ جس نے غلاموں کی بگڑی بنا دی
وہ محبوب غوث الوریٰ میرا ہادی
(فائق بدایونی)

کسی نے سچ کہا کہ ''پیار کیا تو پیار کو سمجھے + آگ کو جانا آگ میں جل کے''

کرم جس پر ہوا تیرا کرم کو بس وہی جانے
تری تنویر سے روشن ہوئے تاریک غم خانے

سلسلے کے معمولات:

کسی بھی سلسلے کے جو اوراد و معمولات ہوتے ہیں ان کا مقصد ''نفس کو اللہ کی یاد میں محو رکھنا ہے'' خود اسلام میں داخلہ کے بعد راقم کے نزدیک تکمیل تو کلمۂ طیبہ پڑھنے سے ہی ہو جاتی ہے جیسا کہ سرکار کا ارشاد ہے کہ جس نے ایک بار

''لا الہ الا اللہ'' کہا وہ جنتی ہے مگر جنتی ہو جانے کے بعد بھی پانچ وقت نماز تیس روزے۔ ادائے زکوٰۃ۔ جہاد۔ تلاوت۔ درود وسلام۔ لاحول۔ استغفار اور دیگر اوراد وظائف جاری رکھنا موجب ثواب ہے۔ اس لیئے کہ انسان کو جنت میں داخل ہونے کے لیئے نہیں ''عبادت کے لیئے پیدا کیا گیا'' اور عبادت کیا ہے ''اظہار عبدیت'' یعنی ہمہ وقت اللہ کے سامنے بندے کا ''بے ارادہ و بے اختیار رہونے کے احساس کا اظہار واعتراف'' جس کے لیئے درود اکسیر اعظم میں حضرت غوث پاکؒ نے اللہ سے دعا کی ہے کہ اے اللہ

۔۔۔۔۔ ''درود بھیج ہمارے آقا اور نبئ پاک محمدؐ پر اور اس درود کے طفیل تو ہمارے ارادوں کو اپنے ارادے میں مسحوق (مدغم) کر لے اور ہمارے افعال کو اپنے افعال میں ضم کر لے، ہماری صفات کو اپنی صفات میں فنا کر لے اور ہماری ذاتوں کو اپنی ذات میں محو کر لے۔ ظاہر ہے کہ فرد جب اس منزل پر پہنچ جائے کہ نہ اس کا ارادہ رہے نہ اختیار...... نہ آرزویں اور نہ افعال...... نہ صفات اور نہ ذات تو پھر کیا رہ گیا؟ صرف عبدیت کبریٰ جو حضور اکرمؐ کی پسند ہے۔ ظاہر ہے کہ غلام آقا کے اس مقام تک تو نہیں پہنچ سکتا مگر اس کی اتباع کی کوشش ضرور کر سکتا ہے جس کے لیئے مختلف سلاسل میں مختلف اوراد تجویز کیئے گئے ہیں۔ اباجیؒ کے سلسلے کے اوراد وظائف

و معمولات حسب ذیل ہیں۔

۱...... دو نوافل روزانہ بعد مغرب

۲...... صبح و شام کثرتِ درود وسلام

۳...... درود تاج شریف بعد فجر سات مرتبہ اور بعد عشا گیارہ مرتبہ

۴...... درود اکسیر اعظم جمعہ کی صبح

۵...... اسمائے غوثیہ (انفرادی یا اجتماعی)

۶...... قصیدۂ غوثیہ اور قصیدۂ روحی

۷...... چودہ شعبان کی شب بیداری اور سو نوافل دس بار سورۃ اخلاص کے ساتھ۔

۸...... ہر جمعرات کو بعد مغرب مرکزی ختم یٰسین شریف اور فاتحہ ختم

۹...... چاند کی دس تاریخ کو ختم القرآن بعد عصر اور فاتحہ ختم شریف

۱۰...... پیر کو انفرادی ختم (خاص)

۱۱...... ''امداد کن'' کا ورد

۱۔ دو نوافل

داخلِ سلسلہ ہونے کے وقت طالب جو دو نوافل پڑھتا ہے پھر یہ سلسلہ جاری ہی رہتا ہے روزانہ بعد نماز مغرب دو نوافل دس مرتبہ سورۃ اخلاص کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں۔ ویسے تو نوافل پڑھنا ہر حال کار ثواب ہے لیکن یہ دو نوافل دیگر نوافل سے اس لیئے قدر مختلف ہیں کہ ان میں سورۃ فاتحہ کے بعد پڑھی جانے

والی سورۃ کا تکرار کیا جاتا ہے اور وہ سورۃ بھی سورۃ ِ اخلاص ہے جس کے لیئے سرکارؐ کا ارشاد ہے کہ یہ سورۃ ایک بار پڑھنے کا ثواب ایک تہائی قرآن پڑھنے کے برابر ہے یعنی از روئے شمار تین بار ''قل ھو واللہ شریف'' کی تلاوت پورے قرآنِ پاک کی تلاوت کا ثواب رکھتی ہے اس طرح دو رکعات میں بیس مرتبہ یہ سورہ مبارکہ پڑھنے کا ثواب سات قرآن یومیہ کے ثواب کے قریب ہے۔ ثواب سے قطع نظر اس کے تکرار اور ورد سے بندے کا عقیدہ توحید محکم اور ذاتِ باری تعالیٰ سے قُرب مستحکم ہوتا ہے جس کے بعد دوسرا بڑا ثواب حضور اکرمؐ اور آپ کی آل پر درود و سلام بھیجنا ہے۔

کثرت درود

اباجیؒ کے سلسلے میں کثرت درود ایک بنیادی ورد ہے جو چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے وضو اور بے وضو ہر طرح موجب ثواب ہے ویسے ادب و احترام کے ساتھ وضو کر کے اور خوشبو لگا کے پڑھنا افضل ہے عام طور سے لوگ تسبیح کے ساتھ شمار سے پڑھتے ہیں مگر یہ عاجز غلام بغیر تسبیح و شمار بے حساب پڑھتا ہے کہ اس کا ثواب بھی ''بے حساب حاصل ہو'' درود شریف کے ورد اور اس کی کثرت سے حضور اکرمؐ خوش ہوتے ہیں۔ سرکارؐ کی خوشی رضائے الٰہی کے بعد سب سے بڑی سعادت ہے۔ اس کا رمز یہ ہے کہ جب بندہ آقا کو سلام پیش کرتا ہے تو آقا بھی جواب ارشاد فرماتے ہیں اور سرکارؐ کی جانب سے ''وعلیکم السّلام'' ''سلامٌ قولاً مِّن رَّبٍ رَّحیم'' کے بعد سب سے بڑا شرف ہے اور غلام کا تو انداز فکر یہ ہے کہ

بھیجتے ہیں سلام جو انؐ پر

میں انہیں بھی سلام کرتا ہوں
جو کریں احترام آلِ نبی
ان کا میں احترام کرتا ہوں
(فائق بدایونی)

درود تاج شریف:

درود تاج شریف پر بعض حلقے معترض ہیں ان کا خیال یہ ہے کہ حضور اکرمؐ کو "دَافِعِ البَلَاءِ وَالوَبَاءِ وَالقَحطِ وَالمَرضِ وَالاَلَم" کہنا شرک ہے جبکہ غلام کے مطابق ذات الٰہی میں کسی کی شمولیت سے شرک عاید ہوتا ہے صفاتِ الٰہی میں نہیں بعض صفات الٰہیہ ایسی ہیں جن سے بندہ بھی متصف ہوتا ہے اور جن سے بندے کا متصف ہونا اللہ کو پسند ہے مثلاً ''رحم و کرم و فضل و عطا و عفو سخا'' صفات الٰہی ہیں جن سے کسی بندے کا متصف ہونا شرک نہیں موجب رضا و پسند ہے کسی بھی صفت الٰہی سے کسی کو اس تصور کے ساتھ متصف ماننا کہ ''یہ اللہ کے فضل و کرم و عطا سے ہے'' غلط نہیں ہے چنانچہ جب ہم حضورؐ کی رسالت و نبوت کو عطیۂ خداوندی مانتے ہیں تو پھر ان صفات کو عطا سے جدا کیوں سمجھیں کہ اشتباہِ شرک ہو۔ یہ اشتباہ اپنی خباثت فکر کا نتیجہ ہے جس سے اللہ کی پناہ مانگنی چاہئے۔

شیطان جن لوگوں کو درود تاج شریف کے فیوض و برکات سے دور

رکھنا چاہتا ہے ان کے دل میں ایسے وسوسے پیدا کرتا ہے کہ وہ ''خیر کو شر اور حق کو شرک سمجھکر اس سے دور رہیں'' اللہ شیطان کے شر اور وسوسوں سے سب ک[illegible]ظ رکھے۔ درود تاج شریف پڑھنے والے کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اسے حضور اکرمؐ کی زیارت کا شرف حاصل ہوتا ہے مگر درود تاج کے منکر حضور اکرمؐ کے دیدار کو بھی ''خیال'' تصور کرتے ہیں ایک سیّد صاحب جو کفر و شرک کے خوف سے ''وہابی فکر'' سے متاثر ہو گئے تھے انہوں نے حضور اکرمؐ کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرمارہے ''اے بیٹے میری طرف لوٹ'' یہ خواب دیکھ کر ان کی آنکھ کھل گئی غور و فکر کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ ''یہ میرا خیال تھا جو مشکّل ہو گیا'' دوسرے دن پھر حضورؐ کی زیارت ہوئی اور فرمایا کہ ''اگر میں تیرا خیال تھا تو کیا جبریلؑ میرا خیال تھا'' یہ سنکر آپ بہت شرمندہ اور تائب ہو کر فکر صحیحہ کی طرف لوٹ آئے۔

درود تاج پڑھنے والے کو ابا جیؒ کا فیض پہنچتا ہے خواہ وہ ابا جیؒ سے واقف ہو یا نہ ہو۔ راقم کے اہل خاندان میں اکثر لوگ (مرد و خواتین مع والد و والدہ) درود تاج شریف کا ورد رکھتے تھے جن سے سن کر اس عاجز غلام کو دس بارہ سال کی عمر میں ہی درود تاج شریف یاد ہو گیا تھا ''یہ درود تاج شریف کا فیض تھا کہ غلام ابا جیؒ کے در تک پہنچا؟ یا یہ ابا جیؒ کا فیض تھا کہ غلام کو درود تاج پڑھنے کی توفیق حاصل ہوئی'' معلوم نہیں کہ ایمان حاصل کیا

جاتا ہے یا عطا ہوتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے ایمان حاصل کرنے کی کوشش کی یا انہیں ایمان عطا ہوا۔ شاید انہیں ازل میں ہی عطا ہو چکا تھا۔ سرکارؐ کی غلامی بھی ایمان کی طرح ہے جو ازل سے مقسوم ہوتی ہے۔

درود اکسیر اعظم:

یہ درود شریف حضرت غوث پاکؒ کا لکھا ہوا ہے اور قدرے طویل ہے بالعموم جمعہ کی صبح کا ورد ہے غالباً خاص راہوں کے طالبین کو پڑھنے کے لیئے کہا جاتا ہے راقم نے اس کا کچھ زیادہ نہیں سنا ہے۔ بعض غلام اس کا ورد رکھتے ہیں غلام کو سیّد باسط علی جعفریؒ نے خود پڑھکر سنایا تھا اور غلام کو پابندی سے اسکے ورد کی تاکید فرمائی تھی شاید تاکید کے ساتھ توفیق بھی عطا کر دی گئی تھی کہ غلام اس پر گزشتہ تیس سال سے کاربند ہے۔ یہ درود موجب برکات ہونے کے علاوہ فکر و زبان کا بہترین شاہکار ہے اس میں غوث پاکؒ نے درود پاک کے طفیل اللہ سے دعائیں کی ہیں جن کا حوالہ ذیل میں درج ہے۔ ہر دعا سے پہلے اللہ سے التجا ہے کہ اے اللہ ہمارے سردار اور نبی محمدؐ پر درود بھیج اور اس درود کے طفیل ہماری دعا قبول کر لے...... ہماری فریاد سن لے...... ہمارے ایمان کو سلامتی دے...... ہمارے یقین کو محکم کر...... ہمارے گناہ بخشدے...... ہمارے عیبوں کو چھپادے...... ہمیں برائیاں سیکھنے سے بچا...... ہمیں اعمال صالح کی توفیق دے...... شر کو ہم سے دور رکھ...... خیر ہمکو عطا کر...... ہمارے اخلاق کو اچھا کر دے...... ہمارے احوال کو نیک کر دے...... ہم کو گناہ اور گمراہی سے بچا......

آفتوں کو ہم سے دور رکھ...... لغزشوں اور خطاؤں سے ہمیں بچا...... ہماری آرزوئیں پوری کر...... ہمارے اعمال اپنے لیئے خالص کر لے...... تقویٰ کو ہمارا زادِ راہ کر...... اور اپنے دین میں ہماری کوششوں کو بڑھا...... اپنی طاعت میں ہمیں استقامت دے...... اپنی عبادت کے لیئے ہمیں انسیت دے...... ہماری نیتوں کو اچھا کر...... ہماری خواہشوں کو پورا کر...... ہمیں جن وانس کے شر سے بچا...... اور ہمیں ہمارے نفس کے شر اور شیطان سے بچا کر اپنی پناہ میں رکھ...... ہمیں ذلت اور خواری سے محفوظ رکھ...... ہمیں دل کی سختی اور غفلت سے بچا...... اس چیز سے ہماری حفاظت کر جو ہمیں تجھ سے دور رکھے...... اور اس چیز کی توفیق دے جو ہمیں تجھ سے قریب کرے...... ہماری کوشش کو مشکور اور عمل کو مقبول کر...... ہمیں عزت اور قبولیت دے...... ہماری محتاجی کو اپنے ماسوا سے منقطع کر دے...... اپنی وافر نعمتیں ہمارے لیئے دائم کر دے...... تو ہمارے تمام امور کا وکیل ہو جا...... اور ہماری حاجتوں کو پورا کرنے کے لیئے کفیل ہو جا...... ہمیں جملہ بلاؤں سے پناہ دے...... ہمیں اپنی بڑی عطاؤں سے نواز...... ہمیں راحتیں اور خوشیاں نصیب کر...... نیک روزی عطا فرما...... ہم پر جملہ امور آسان کر دے...... ہمارے لیئے عیش کی ٹھنڈک اور خوشی کو ہمیشگی دے...... اور تو نے جو ہمکو عطا کیا اس میں برکت دے...... اور اس میں اپنی رضا نصیب کر...... ہمیں نفسانی خواہشوں سے پاک کر...... (اور بہ سبب و طفیل درود) ہمارے قلوب کو اپنے سوا ہر شے سے خالی کر دے...... دنیا کو ہماری نظر میں حقیر کر دے...... اور ہمارے دلوں میں اپنی عظمت اور جلال کو سوا کر دے...... اپنے فیصلوں پر ہمیں راضی رکھ...... اور ہمیں اپنی نعمتوں کے شکر کی توفیق دے...... اپنے

اوپر ہمارے اعتماد اور توکل کو ٹھیک کر دے...... اور ثابت رکھ اپنی طرف ہمارے عہد اور التجاء کو...... اور تو ہم سے راضی ہو (اس درود کے طفیل جس سے) کہ ہمیں تیری اور حضورؐ کی رضا مل سکے...... اور جو ہم میں سے فوت ہوا تو اسے پورا اجر (نیک) دے...... اور ہمیں تکبر اور "ریا" (دکھاوے) سے پناہ دے- - - - - اور ہمیں حسد و کبر سے محفوظ کر...... تو ہماری شہوتوں کو کم کر دے...... اور ہماری عادتوں کو نیک کر دے...... دنیا اور اس کی لذتیں ہمارے دلوں سے نکال دے...... اور اپنے اشتیاق کے لیئے ہماری ہموم (قصد) کو مجتمع کر دے...... اور اپنے سوا ہر ایک سے وحشت (خوف اور بیزاری) دے...... اور تو انس پیدا کر ہمارے واسطے اپنے قرب سے...... اور اپنی مناجات سے ہماری آنکھوں کو ٹھنڈک (قرار اور چین) دے...... اپنے لیئے ہمارے گمانوں کو اچھا کر دے...... اور اپنی معرفت کے لیئے ہمارے سینے کھول دے...... اپنے ذکر و فکر کا سرور ہمارے لیئے دائم کر دے...... اور ہمارے دلوں سے پردے اٹھا دے...... تمام آثار سے اپنی شہادت نصیب کر...... اور ہمارے نفوس کی حدیث (بات) اپنے نشانوں (جھنڈوں یا علموں) سے قطع کر دے...... ہمارے دل کے وسواس کو اپنے الہام سے بدل دے...... اور ہم پر اپنے جذبات (کشش و محبت) کا فیض جاری کر...... ہمیں اپنے عطیات و بخشش میں شامل کر لے...... اپنی طرف سیر کرنے والوں کے مراتب ہم پر کھول دے...... اور ہمارے مدارج و مراتب اپنی طرف بلند فرما...... اور ہماری آرزوؤں کو اپنے ارادے میں گم کر...... ہمارے افعال کو اپنے افعال میں ضم کر...... ہماری صفات کو اپنی صفات میں فنا کر...... اور ہماری ذاتوں کو اپنی ذات میں محو فرما...... اور تحقیق کر اپنے لیئے ہماری

محبت کی ......اور اپنے نور سے ہماری صفاء کو دوام دے...... اور ہمیں اپنے اولیا کے مسلک پر چلا ...... اور اپنے اصفیا کی شراب سے ہمیں سیراب کر...... اور ہم کو اپنی طرف واصل کر...... ہماری حاضری کو اپنی طرف دائم کر...... اور ہم پر موت کی سختی اور تنگی آسان کر...... ہمیں قبر کی وحشت اور سختی سے پناہ دے...... ہماری قبروں کو اپنی رحمت کے نور سے مالا مال کر دے...... ہماری قبروں کو جنت کے باغوں میں بنا دے...... ہمارا حشر نبیوں اور صدیقوں کے ساتھ کر...... اور ہمیں اٹھا شہیدوں اور صالحین کے ساتھ...... نصیب کر ہمیں نبی کریمؐ کی قربت اور شفاعت ...... اور ہم پر ان کی برکتوں کا فیض جاری کر...... روز قیامت کی مصیبتوں سے ہمیں ظ رکھ ...... اور روز جزا ہمیں رحمت و کرامت میں شامل کر...... ہمارے میزان (نیکیوں) کو بھاری کر دے...... ہم کو پل صراط پر ثابت قدم رکھ...... ہمیں جنت النعیم میں بغیر حساب کے داخل فرما...... اور احباب کے ساتھ ہماری نظر کو اپنے چہرے یا ذات کی طرف مباح کر یعنی شرف دید عطا فرما...... اور ہمیں عطا کر آل و اصحاب رسولؐ کی محبت ...... اے اللہ ہم تیری طرف رسولوں کے سردار، گنہگاروں کے شفیع، رحمت والے نبیؐ اور امت کی شفاعت کرنے والے کا واسطہ پکڑتے ہیں اور انہیں وسیلہ بناتے ہیں۔ اے اللہ تیرے پاس ان کی جو حرمت اور قدر ہے اس کے طفیل ہم تجھ سے فیصلہ کے وقت رہائی اور کامیابی کا اور شہیدوں کے ساتھ اترنے کا، نیک زندگی کی راحتوں کا، دشمن پر فتح کا اور نبیوں کی رفاقت کا سوال کرتے ہیں۔ ہم تیرے نحیف بندے ہیں تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور جب ہمیں کوئی ضرر پہنچے تو تیرے علاوہ کسی اور سے طلب نہیں کرتے۔ پس تو ہماری گھبراہٹ کو امن دے

ہماری دعائیں قبول فرما...... ہماری حاجتیں پوری کر...... ہمارے گناہوں کو بخشدے ہمارے عیبوں کی پردہ داری کر۔ اے رحم کرنے والے۔ اے کرم کرنے والے۔ اے حلیم (بردباری) والے ہم پر رحم کر۔ بے شک تو ہر شے پر قدرت رکھتا ہے اور قبول کرنے والا ہے اور بہتر دوست اور مددگار ہے۔ اے بلند (علی) اے عظیم اے جاننے والے۔ اے حکمت والے اے اللہ ہم تیرے عاجز بندے ہیں اور تیرے لشکروں میں سے ایک لشکر سے تعلق والے ہیں تیرے نبیؐ کی جناب میں۔ اور تیری طرف شفاعت لاتے ہیں تیرے حبیبؐ کی اے جہانوں کے پالنے والے اے رحم کرنے والوں میں سب سے بڑے اے اللہ درود بھیج ہمارے سردار اور ہمارے نبی محمدؐ پر جو نبیوں کے خاتم اور رسولوں کے امام ہیں تو راضی ہو انکے جملہ آل و اصحاب سے۔ پاک ہے رب تیرا (اے دعا کرنے والے) اس سے جو وصف بیان ہوں سلام تمام رسولوں پر اور حمد اس کے لیئے جو تمام عالموں کا رب ہے۔

مندرجہ بالا درود اکسیر اعظم کا لفظی ترجمہ نہیں ہے بلکہ اسکے مفاہیم کا بیان ہے۔ اس درود پاک میں حضرت غوث پاکؒ جس عجز و محبت سے اللہ کے حضور دعائیں مانگ رہے ہیں اسے دیکھ کر بعض ذہنوں میں یہ سوچ پیدا ہوتی ہے کہ غوث اعظمؒ جیسا بزرگ جب سب کچھ اللہ سے مانگتا ہے تو غوث پاکؒ کے معتقدین اللہ کے بجائے غوث پاکؒ سے کیوں مانگتے ہیں؟ اللہ سے کیوں نہیں مانگتے؟ اس کے لیئے ہمارا جواب یہ ہے کہ ہم غوث پاکؒ کے غلامان و معتقدین بھی غیر اللہ سے کچھ نہیں مانگتے سب کچھ اللہ سے ہی مانگتے ہیں۔ جیسے ایک

معصوم شیر خوار بچہ اپنی ہر ضرورت کے لیئے ماں کی طرف دیکھتا ہے کہ اللہ نے بچہ کی حاجات پوری کرنے کے لیئے ماں کو وسیلہ بنایا ہے اور بچہ کا رزق ماں کے پستانوں میں اتارا ہے تو وہ اپنی حاجت روائی ماں سے چاہتا ہے۔ فاعل حقیقی تو اللہ ہی ہے مگر وہ کام وسیلوں سے کرتا ہے...... رزق دینے والا وہی ہے مگر رزق میکائیل سے دلواتا ہے مارنے والا وہی ہے مگر عزرائیل سے جان نکلواتا ہے اسی طرح ہمیں دینے والا وہی ہے مگر غوث پاکؒ سے دلواتا ہے جس طرح بچے کا سب کچھ طلب کرنا ماں سے ہے اسی طرح ہمارا سب کچھ طلب کرنا غوث پاکؒ سے ہے کہ ہمارے لیئے اللہ کی نعمتیں اور ہدایت سب غوث پاکؒ کے ذریعہ ہیں تو ہم ان سے ہی عرض کرتے ہیں کہ **"شیئً لِلّٰہ، فِی سَبِیلِ لِلّٰہ۔ بِاِذنِ لِلّٰہ یا ابن رسول اللّٰہ"** غلام نے ایک منقبت میں عرض کیا ہے کہ

در پہ آیا ہوں طلب گار ہوں شیئً للہ
مفلس و بےکس و نادار ہوں شیئً للہ
آپ کے خوانِ کرم ہی سے عطا ہو آقا
آپ کے در کا نمک خوار ہوں شیئً للہ

(فائق بدایونی)

غوث پاکؒ کے حضور یہ سوال کرنے کے ساتھ ایک وساطت و وسیلے کا حوالہ بھی عرض کیا ہے کہ

تیرے محبوبؐ نے بخشا ہے غلامی کا شرف
اسی نسبت سے طلبگار ہوں شیئً للہ

(فائق بدایونی)

اب اگر اس طرح سوال کرنے کو "شرک" قرار دیا جائے تو ہر سائل کا ہر سوال شرک ہو جائے گا جب کہ شرک دراصل اس وقت ہوتا ہے جب کوئی فرد اللہ کی ذات میں کسی کو شریک سمجھے یا کسی کو اس کا ہمسر قرار دے کسی کو اللہ کا عبد مانتے ہوئے اس کی تعریف میں غلو سے بھی شرک عاید نہیں ہوتا۔ اے اللہ!

نہیں سمجھے گی یہ دنیا مرے طرز تخاطب کو
کہ اُن کا نام لیکر بھی تجھے اکثر پکارا ہے

(فائق بدایونی)

دیگر اوراد:

درود شریف کے بعد درج ذیل تین مزید اوراد سلسلے کی تخصیص ہیں مگر ہر غلام کے لیئے روزانہ کا ورد لازم نہیں ہے۔

ا......سرکارؒ کے اسما کا ورد

ب......قصیدۂ غوثیہ

ج......قصیدۂ روحی

ا......سرکارؒ کے اسما کا ورد

سرکارؒ کے اسماء کے ورد سے مراد حضرت غوث پاکؒ کو القاب کے ساتھ نام لیکر مخاطب کرنے اور اللہ کے "نام پر کچھ طلب کرنے کے ہیں" اسماء

کا وردبغیر اجازت اوربغیر وضونہیں کیاجا تا ۔حضرت غوث پاکؒ کو ہم صبح وشام القاب سے ہر حال پکار سکتے ہیں مگر ''یا شیخ عبدالقادرؒ'' کہہ کر بے وضومخاطب نہیں کرسکتے اس نام پاک میں شانِ جمال سے زیادہ شانِ جلال جلوہ گر ہے۔ قرون ہائے گزشتہ میں بے وضونام لیکر پکارنے یا خالی نام لینے پر ہی شدید جلالی اثرات مرتب ہوتے تھے جس پر اولیائے کرام نے باطن میں سرکارؒ سے رحم کی درخواست کی اس کے بعد سے اظہار جلال کم ہوگیا حضرت سیّد شبیر علی قادریؒ کے قول کے مطابق جو سرکارؒ کے پوتے اور اباجیؒ کے عاشق تھے آج بھی بے وضو نام لینے والے کو ایک وقت کا فاقہ ہوجاتا ہے اسی لیئے اباجیؒ کے سلسلے میں حضرت غوث پاکؒ کے لیئے سرکارؒ کا لقب عام ہے کبھی کبھی یہ لقب نبی کریمؐ کے لیئے بھی استعمال ہوتا ہے مگر کب یہ لقب کس کے لیئے استعمال ہوا گفتگو یا بیان کے پس منظر سے واضح ہوجاتا ہے مرحوم قادر بھائی جانؒ اباجیؒ کے فرزند اور ثانی بھائی سے پہلے سلسلے کے سربراہ نبی کریمؐ کے لیئے بڑے سرکارؐ کا لقب استعمال کرتے تھے اور برائے امتیاز غوث پاکؒ کے لیئے چھوٹے سرکارؒ کا لقب لازم آتا تھا۔ ایک آدھ مرتبہ میں نے بھی غوث پاکؒ کے لیئے چھوٹے سرکار کا لقب استعمال کیا تو باسط صاحبؒ نے مجھ سے فرمایا ''کوئی سرکار چھوٹے نہیں ہیں'' ......اسی طرح بعض لوگ جمعرات کو ہونے والے یٰسین شریف کے ختم کو چھوٹا ختم اور چاند کی دس تاریخ کو ہونے والے ''ختم قرآن'' کو بڑا ختم کہتے تھے باسط صاحبؒ ان اصطلاحوں سے بھی اتفاق نہیں کرتے تھے۔

سرکار غوث پاکؒ کے اسماء پڑھنے کے لیئے درج ذیل القاب اسم گرامی

کے ساتھ استعمال ہوتے ہیں۔

یا حضرت قطبِ ربّانی محبوبِ سبحانی
غوثِ صمدانی، سیّدنا یا شیخ عبدالقادر جیلانیؓ
شیئاً للہ

بعض پڑھنے والے اسکے آگے ''فی سبیل للہ باذن اللہ یا ابن رسول اللہؐ کا بھی اضافہ کرلیتے ہیں۔

ب......قصیدۂ غوثیہ

یہ سرکارؒ کا خودنوشتہ یعنی اپنا ہی لکھا ہوا ہے۔اسے قصیدہ اس لیئے کہتے ہیں کہ اس میں سرکارؒ کے اوصاف عالیہ' کمالات اورعطائے ربی کا بیان ہے۔یہ قصیدہ ''۳۱'' اشعار پر مشتمل ہے غیر مُرَدّف ہے ''سوالی اور جمالی'' قوافی ہیں''۔مَفَاعِیلُن مَفَاعِیلُن فَعُولُن کی بحر میں ہے اسکے بہت سے اشعار لوگوں کو زبان زد ہیں قصیدہ جس مصرعہ سے شروع ہوا ہے اس میں آپ نے فرمایا ہے۔...... ''مجھے محبت نے جام ہائے وصل پلائے میں محبت کی وجہ سے واصل بحق ہوا ہوں'' آگے ارشاد ہوا کہ میں نے تمام اقطاب سے کہا کہ آپ بھی میرے حال میں داخل ہوجائیں۔ اگرچہ آپ سب کا مقام بلند ہے مگر میرا مقام بلندتر ہے اور ہمیشہ رہے گا...... میں بارگاہِ قربِ الٰہی میں یکتا ہوں ...... میں تمام

شیوخ پر غالب ہوں...... مردانِ خدا میں کون ہے جسے میرا جیسا مرتبہ دیا گیا...... اگر میں اپنا بھید/ راز/ سرِ پہاڑوں پر ڈالدوں تو وہ ریزہ ریزہ ہوجائیں...... آگ پر ڈالدوں تو وہ ٹھنڈی ہو جائے...... مردے پر ڈالدوں تو وہ اللہ کی قدرت سے اٹھ کھڑا ہو...... اے میرے مرید کسی سے مت ڈر کہ اللہ میرا رب ہے...... اس نے مجھے بلندی عطا فرمائی ہے...... میرے نام کے ڈنکے زمین و آسمان میں بجائے جاتے ہیں...... اللہ تعالیٰ کے تمام شہر میری ملکیت ہیں جو ملکر میرے لیئے رائی کے دانہ کے برابر ہیں...... ہر ایک ولی کے لیئے ایک قدم (مرتبہ) ہے اور میں نبیٔ پاک کے قدم بہ قدم ہوں جو آسمانِ کمال کے بدرِ کامل ہیں...... وہ نبیٔ مکرّم ہاشمی مکیؐ اور حجازی میرے جدّ پاک ہیں...... انکی ہی وساطت سے میں نے بزرگی کو پایا ہے...... میں جیلان کا رہنے والا ہوں محی الدین میرا لقب ہے...... اور میرے پرچم پہاڑوں کی چوٹیوں پر لہرا رہے ہیں...... میں حضرت حسنؓ کی اولاد سے ہوں...... میرا مرتبہ مخدع (خاص مقام) ہے...... اور میرا قدم تمام اولیا کی گردن پر ہے...... ''عبدالقادر'' میرا مشہور نام ہے اور میرے جد (نانا) صاحبِ عین الکمال ہیں۔

اس عاجز غلام نے ایک منقبت میں سرکارؒ کے قصیدۂ غوثیہ کے مصرعے بحر بدل کر صرف کیئے ہیں وہ منقبت بھی دیگر مناقب کے ساتھ اگلے صفحات میں مندرج ہے مگر ذیل میں چند مصرعے اس تسلسل میں تحریر کر رہا ہوں۔

''درِ محبوبِ غوث پاکؒ کی عظمت نرالی ہے''

عطائے غوثِ اعظمؒ عام ہے اہلِ نظر آئیں
صدائے حق ''بِحَالِیْ وَاْذ خلُوْاَنتُمْ رِجَالِیْ'' ہے
درِ محبوبِ غوثِ پاکؒ پر ہم جیسے پلتے ہیں
یہ تعبیرِ ''مَقَامِی فَوْقَکُمْ مَازَالَ عَالِیْ'' ہے
شریکِ حالِ دل اُن کا کرم ہر حال رہتا ہے
یہ اک تعبیرِ حَکّمنِی نَافِذْفِیْ کُلِّ حَالِیْ ہے
ہلاکت سے نہ ہم بچتے نہ بچتی زندگی اپنی
وہ لَوْاَلْقَیْتُ سِرِّی فَوْقَ مَیِّتٍ نے بچالی ہے
خطاؤں پر خطائیں کر کے ہم مسرور رہتے ہیں

یہ اک تفسیرِ وَافعلِ مَاتَشَاء فَالاِسم عالی ہے
نہیں ہیں نیکیاں دامن میں لیکن ڈر نہیں ہمکو

مُرِیدِیْ لَاتَخَف اَللّٰہُ رَبِّی قولِ عالی ہے
ترے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق مل جائے

قَدَم تیرا عَلٰی قَدَمِ النَّبِی بَدرِالکَمالی ھے
جو تیرا دوست ہے آقا ہمارا دوست ہو جائے

دعا یہ ہی بحقِ صَاحِبِ عَینِ الکَمالی ہے
(فائق بدایونی)

قصیدۂ روحی:۔

یہ قصیدۂ روحی ہے بحیثیت وردِ عظیم ہے اور بحیثیت قصیدہ بے مثال ہے کہ اس میں غوث پاکؓ نے اپنی روح کے جو اوصاف عالیہ اور کمالات بیان کیے ہیں ان کی مثال دنیا کے کسی قصیدہ میں نہیں ملتی کہ اس میں غوث پاکؓ کی روح کے اوصاف غلو کی حد سے بھی آگے نظر آتے ہیں مگر جو کچھ نفس کے حوالے سے غلو معلوم ہوتا ہے وہ روح کے لیئے غلو نہیں ہے کہ روح از روے حدیث شریف امر ربی ہے اسی نسبت سے حضرت غوث پاکؓ نے اپنی روحانی طاقت کے کمالات بیان کیے ہیں جو زمان و مکان کی قید سے بالاتر ہیں۔

ایسے اوصاف عقل عام کے نزدیک ذات باری تعالیٰ کے سوا کہیں اور متوقع نہیں مگر انسان چونکہ اللہ کا خلیفہ ہے اور آدم میں اللہ نے اپنی روح پھونکی ہے اس لیئے اہل اللہ اور صاحبان امر کی روح بھی اللہ کے عطا کردہ ایسے ہی اوصاف سے متصف ہوتی ہے جنہیں عقل عام خدائی اختیارات کہتی ہے اور دراصل وہ ہیں بھی امر الٰہی جیسے حضور اکرمؐ کی ذات پاک کے لیئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کہہ دیجئے میں تم جیسا بشر ہوں (ہاں مگر) مجھ پر وحی آتی ہے، کہ تمہارا اللہ ایک ہی ہے۔ اس آیت پاک کی تعبیر و تفسیر اگر قرآن حکیم کی دیگر آیات سے ہم آہنگ کر کے کی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ "مثلکم" بشرہ ہے ورنہ آپ رحمت اللعالمین کے علاوہ اور کچھ بنا کر نہیں بھیجے گئے۔۔۔۔۔ ہیں بشر مگر جب معراج شریف کے لیئے تشریف لے جاتے ہیں تو تمام بشری قیود سے بالاتر ہو جاتے ہیں۔ حدیث شریف ہے کہ تم مجھ کو خود پر قیاس نہ کرنا۔

مقامِ مصطفٰےؐ اللہ اکبر
بشر بھی اور پھر خیرالبشر بھی

جب حضرت غوث پاکؓ نے فرمایا "میں سرکار دو عالم کے قدم مبارک پر ہوں" تو آپ میں سرکارؐ کی دونوں نسبتیں جلوہ فرما نظر آئیں۔ جب "بشرٌ مِثلُکُم" کے پرتو میں خود کو دیکھا فرمایا "میں اس کا بندہ ہوں اور اپنے مالک کے سامنے بندے کو نہ کوئی اختیار ہے نہ ارادہ"

اورجب رسول اکرمؐ کی شان رحمت اللعالمین کے پرتو میں دیکھا تو اپنی روح مبارکہ کو امر اللہ کی حیثیت سے ایسا با اختیار دیکھا کہ قید زمان و مکان توڑ کر فرمایا ''اللہ سے میری محبت قبل آدمؑ ہے میں نے ادریسؑ کو بہشت میں جگہ دی، میں نے ہی نوحؑ کی کشتی پار لگائی، میں نے ہی خلیل اللہؑ پر آگ کو گلزار کیا، میں نے ہی یعقوبؑ کو یوسفؑ سے ملا دیا، میں نے ہی ذبیح اللہؑ کی جگہ دنبہ رکھا، میں نے ہی ایوبؑ سے زحمت کو دور کیا، میں نے ہی عصا کے ذریعہ موسیٰؑ کی مدد کی، میں نے ہی مہد میں عیسیٰؑ کو نطق دیا، میں نے ہی داؤدؑ کو لحن عطا کی اور میرا قدم تمام اولیا کی گردن پر ہے''۔ آپ کے ان ارشادات کو اس روشنی میں دیکھیے کہ ''رسول پاکؐ کو وحی جبریلؑ دیتے ہیں۔۔۔سب کو رزق میکائلؑ دیتے ہیں۔۔۔ سب کی روح عزرائیل قبض کرتے ہیں۔۔صور اسرائیل پھونکے گے۔۔۔۔ جبکہ وحی نازل کرنے والا سب کو رزق دینے والا سب کو موت کے گھاٹ اتارنے والا حشر برپا کرنے والا فاعل حقیقی اللہ ہی ہے۔ مگر جبریل میکائل، عزرائیل، اور اسرافیل کو فاعل ماننا نہ کفر ہے نہ شرک اس لیئے کہ یہ سب اللہ کے حکم سے ہے اور غوث اعظم کی روح پاک بھی امر اللہ ہے۔ یہ قصیدہ غوث پاکؒ کے ''نفس مطہر'' کا نہیں روح پاک

کا ہے اور اطلاق شریعت ''نفس'' پر ہے۔۔۔اس لیئے اہل عقیدت کسی وسوسۂ شیطانی میں مبتلا ہوکر قصیدۂ روحی کو وضعی تصور نہ کریں۔ یہ حقیقی ہے اور اس میں کوئی بیان نہ غلو ہے نہ شرک ہے۔ یہ اسی کے ارشادات ہیں جس کے لیئے عاجز غلام نے ایک جگہ عرض کیا ہے۔

غلام بے نوا ہوں میں خطاکار و فرو مایہ
میرا مالک ہے وہ جس کا نہیں ہے کوئی ہم پایہ
لوائے عزّ و حشمت بحر و بر پے جس کا لہرایا
وہ بارہ سال کا ڈوبا سفینہ جس نے تیرایا
اسی کے نام پر بحرِ نوازش میں ہو طغیانی
کرم یا اباجیؒ یا شمعِ بزمِ شاہِ جیلانی

(فائق بدایونی)

ختم شریف:۔

سلسلے کے آغاز سے ہی اباجیؒ کی حیات میں ختم شریف پڑھنا اس کی باقاعدگی اور پابندی سلسلہ کا لازمہ ہے۔ جب اباجیؒ کراچی تشریف لائے اور عباسی میشن رنچھور لائن میں قیام فرمایا اس وقت سے ہی ختم شریف پابندی سے پڑھنے کا طریقہ رائج ہے جس میں اکثر غلام بھائی باقاعدگی سے شرکت کرتے ہیں۔ ایک ختم شریف تو

ہر جمعرات کو ہوتا ہے جس میں بعد جماعت مغرب یٰسٓ شریف کی تلاوت ہوتی ہے اور بعد میں فاتحہ جسے ختم شریف کہا جاتا ہے۔ ختم شریف پڑھنے کا طریقہ ہے کہ بعد ختم یٰسین شریف تمام غلام باادب کھڑے ہو کر شریک فاتحہ ہوتے ہیں اور جسے ابا جیؒ باطنی طور سے ختم شریف پڑھنے کے لیئے مقرر فرمائیں باآواز بلند ختم شریف پڑھتا ہے۔ ابا جیؒ کے بعد ختم شریف ان کے فرزند ارجمند قادر بھائی جانؒ بڑی دلسوزی اور رقّت کے ساتھ پڑھتے تھے پہلے تین مرتبہ درود غوثیہ پھر آٹھ بار سورہ فاتحہ، گیارہ بار سورۂ اخلاص، پھر تین مرتبہ درود شریف اور ایک مرتبہ درود تاج، درود شریف پڑھنے میں سب غلام باآواز بلند شرکت کرتے ہیں۔ درود تاج شریف کے بعد قادر بھائی جانؒ سلسلے کی سلامتی، فیض کے جاری رہنے، غلامی کے قیام ودوام اور غلاموں کی دنیا و آخرت میں سرفرازی و کامیابی کے لیئے اور ابا جیؒ کی آل اولاد کے لیئے سلسلے کی سربلندی اور امت مسلمہ کے لیئے خیر و برکت کی (بالعموم طویل) دعا کرتے تھے۔ بعد ختم جو مٹھائی اور پھل وغیرہ ختم شریف کے لیئے غلام بھائی لاتے تھے بطور تبرک حاضرین میں تقسیم کر دیے جاتے تھے۔ غلام جب داخل سلسلہ ہوا اس وقت بھی ختم شریف قادری منزل ہی پر پڑھا جاتا تھا ''ماں جیؒ حیات تھیں جو باقاعدگی سے شریک ختم ہوتی تھیں اور غلاموں کے لیئے دعائیں کرتی اور شفقت فرماتی تھیں حضرت سیّد شبیر علی قادریؒ نماز باجماعت پڑھاتے تھے۔ ان کے ساتھ ماں جیؒ کا رویہ شفقت خاص کا تھا۔ اعلیٰ حضرت نظام الدین قادریؒ کے ساتھ بھی ان کا التفات خاص تھا۔

شریک ختم ہونے والے غلاموں میں ایک تو وہ لوگ تھے جو قادری منزل سے

ربط راست اور وابستگی رکھتے تھے۔۔ غلاموں کی ایک بڑی تعداد وہ تھی جنہوں نے اعلیٰ حضرت نظام الدین قادریؒ سے نوافل پڑھی تھیں اور بالعموم اعلیٰ حضرت کی رہائش گاہ راجہ مینشن اور اس سے پہلے انوکھا کمپاؤنڈ پر روزانہ حاضر ہوتے تھے۔ راجہ مینشن کی رہائش کے ابتدائی دور تک سیّد شبیر علی قادریؒ کی نشست بھی اعلیٰ حضرت نظام الدینؒ کے ہی ساتھ تھی مگر راجہ مینشن پر اعلیٰ حضرتؒ کے چھوٹے کم عمر صاحبزادے کے آگ میں جل کر شہید ہو جانے کے بعد سے جب قادری صاحبؒ اور نظام الدین صاحبؒ میں ربط ختم ہوا اور سیّد شبیر علی قادری صاحبؒ نرائن داس کمپاؤنڈ کے ایک فلیٹ میں گوشہ گیر ہو گئے تو بھی وہ اپنی بیماری اور کمزوری کے باوجود قادری منزل پر ختم شریف میں شرکت کے لیئے باقاعدگی سے آتے رہے۔ او ان کے ساتھ بالعموم ان کے صاحبزادے وگان، بھائی اور بھتیجے شریک ہوتے تھے ان کے چھوٹے بھائی شوکت چاچا ان کے بڑے بھائی کے بیٹے اور داماد اَنّو باپو بڑے بیٹے اقبال قادری چھوٹے بیٹے حسنی اور سلیم نہایت باقاعدگی سے شریک ختم ہوتے تھے۔ اعلیٰ حضرت نظام الدینؒ کے ساتھ باقاعدگی سے شرکت کرنے والوں میں جناب غلام نبی صاحب ان کے بڑے بھائی عقیدت خاص رکھنے والوں میں سیّد صاحب ایوب علی ان کے دونوں بیٹے محبوب پہلوان اور چھوٹے بیٹے سیّد مظہر علی جو بعد میں اعلیٰ حضرت کے داماد ہوئے۔ کامل مرحوم نسیم صاحب پروفیسر ظہیر نظامی، سلیمان سیٹھ اور احمد'' نابینا غلام بھائی مُنشی چاچا اور ان کے چھوٹے بھائی'' نیز فریدی صاحب جو علی گڑھ کے پرانے گریجوئٹ تھے اور ان کے صاحبزادگان، اعلیٰ حضرت کے خدمت گزار حبیب

ماما کریم کا کا اور ڈاکٹر صاحب اکثر شریک ہوتے تھے، ڈرگ روڈ سے جمیل احمد خان (غلام بھائی اور ان کا بیٹا سہیل) ان کے خالہ زاد بھائی نذیر بھائی جو باسط صاحبؒ کے بچپن کے ساتھی تھے ملیر سے خود پروفیسر سیّد باسط علیؒ، پروفیسر مرتضیٰ شفیع پروفیسر عشرت الحسن برنیؒ، جناب احمد شفیع جنابؒ عبدالماجد صدیقیؒ اور راقم غلام اکثر ساتھ رہتے تھے۔ جامعہ ملیر کے ہی پروفیسر دریائی کا بھی شمار ملیر سے ہی آنے والوں میں تھا۔ جن کی آمد و رفت کا سلسلہ ابّا جیؒ کے پاس سے ختم ہوگیا تھا اور ابّا جیؒ نے انہیں یہ کہہ کر حاضری سے روک دیا تھا کہ اب ملاقات حشر میں ہوگی۔ یہ بات راقم کو رونی بھائیؒ نے بتائی تھی میں دریائی صاحب سے براہ راست واقفیت نہیں رکھتا تھا۔ اس وقت محمد علی صاحبؒ کا بھی آنا معطل ہو چکا تھا، جنہیں خود حضرت ابّا جیؒ نے راہ چلا کر منزل کمال پر پہنچایا تھا اور جن کے لیئے آپ فرماتے تھے کہ سلطان باہوؒ تو ''ہو کے شیر'' تھے محمد علی لا ہو یالہٗ کا شیر ہے۔ قادری منزل پر آنے والوں میں بعض بزرگ ایسے بھی تھے جن کا آنا جانا ابّا جیؒ سے راست روابط کی بنیاد پر تھا ان میں پہلوان نظیر (یا نذیر) ایک یادگار شخصیت تھی۔ یہ تو وہ غلام تھے جن سے راقم کی راست واقفیت تھی بعض اور چہرے بھی ذہن میں ہیں جن کے ناموں سے غلام واقف نہیں کچھ کے نام بوجہ پیرانہ سالی ذہن سے محو ہو گئے ہیں۔ متذکرہ غلام بھائیوں کے علاوہ گیارہویں شریف کے ختم میں آنے والے غلاموں کی تعداد کثیر تھی جن کا ذکرو بیان طویل ہے۔

گیارہویں شریف کے ختم شریف کو جو ہر ماہ چاند کی دس تاریخ کو بعد جماعت

عصر ہوتا تھا لوگ بڑا ختم کہتے تھے۔ یہ جمعرات کے ختم شریف سے اس لیئے مُمیز تھا کہ اس میں ختم قرآن پاک ہوتا تھا اور بعد ختم قرآن اپنے مقررہ طریق پر فاتحہ ختم ہوتی تھی جس کے بعد لنگر کھلوایا جاتا تھا یہ ختم شریف چاند کی گیارہویں کے بجائے دس تاریخ کو اس لیئے رکھا تھا کہ غلام گیارہ تاریخ کی فاتحہ اپنے اپنے گھروں پر کر سکیں اور گیارہویں شریف کے اجتماعی ختم شریف سے انفرادی ختم میں رکاوٹ نہ ہو۔ بعض غلام بھائی قادری منزل پر ہونے والے جمعرات اور گیارہویں شریف کے علاوہ پیر کے روز انفرادی ختم شریف بھی اپنے گھر پر پڑھتے تھے مگر یہ ختم عام نہیں ''خاص'' تھا۔

قادر بھائی جانؒ کی حیات کے ہی آخری دور میں مرحوم قادری صاحبؒ اور سیّد باسط علی صاحبؒ قادری منزل اس لیئے حاضر نہیں ہو سکتے تھے کہ بحیثیت پرنسپل باسط صاحب کا تبادلہ حیدرآباد اور رانی پور ہو گیا تھا اور قادری صاحبؒ بوجہ علالت یا ضعیفی یا بعض دیگر باطنی وجوہ سے اپنے گھر پر گوشہ نشین ہو گئے تھے اور اپنے آخری دور گوشہ نشینی کے ساتھی سیّد محمد حسین بخاری صاحبؒ کے گھر پر ختم شریف میں شریک ہوتے تھے۔ آخری ایّام میں ختم شریف پڑھنے کی ذمہ داری احمد شفیع صاحبؒ کے سپرد کر دی۔ احمد شفیع صاحبؒ پروفیسر مرتضیٰ شفیع صاحبؒ کے بڑے بھائی بھاری بھر کم شخصیت کے مالک اور بردبار آدمی تھے جو قدیم سے قادری منزل پر شریک ہونے والوں میں تھے مگر آخری ایام میں قادری صاحبؒ کی نشستوں میں ہی شریک رہتے تھے اور ان کے چھوٹے بھائی پروفیسر مرتضیٰ شفیع صاحبؒ بھی محدود ہو گئے تھے۔ قادری صاحبؒ کے وصال کے بعد ان کے متعلقین قادری صاحبؒ کے دوست

سیّد صاحبؒ کے گھر پر ختم میں شرکت کرتے رہے اور سیّد صاحبؒ کے انتقال کے بعد مرتضیٰ شفیع صاحبؒ اپنے گھر گوشہ گیر ہوگئے اور وہیں ختم شریف پڑھنا شروع کر دیا۔ مرتضیٰ شفیع صاحبؒ کو حضرت اباجیؒ نے اپنی حیات میں ہی غلاموں کو داخل سلسلہ کرنے کے لیئے نوافل پڑھانے کی اجازت (آرام باغ مسجد میں) عطا کی تھی مگر مرتضیٰ شفیعؒ نے قادری صاحبؒ کی حیات ظاہرہ تک خود کسی کو نوافل نہیں پڑھائیں جسے داخل سلسلہ کرنا چاہتے تھے اسے پہلے اعلیٰ حضرتؒ کے سپرد کر کے نوافل پڑھواتے تھے پھر قادری صاحبؒ کے سپرد کر دیتے تھے۔ آخری دور میں خود نوافل پڑھانی شروع کر دی تھیں ان کے وصال کے بعد ذمہ داری ڈاکٹر شمسی صاحب نے سنبھال لی جو میری معلومات کی حد تک ہنوز جاری ہے مگر دور حاضر کے بہت سے تغیرات سے میں خود بوجہ گوشہ نشینی واقف نہیں ہوں۔ قادر بھائی جانؒ کے وصال کے بعد میری ملاقاتوں کا سلسلہ مرحوم روفی بھائیؒ اور مرحوم ثانی بھائی کے ساتھ بھی جاری رہا محترم ثانی بھائیؒ کے بعد سلسلے کی سربراہی ان کے بیٹے ''ربّانی بھائیؒ'' کے سپرد ہوئی ہے۔ ہارٹ اٹیک کے بعد سے گھر میں محصور ہوں اباجیؒ کے مزار شریف پر بھی حاضر نہیں ہوسکا ہوں مگر تحریر لھذا کو مکمل کرنے کے لیئے ربّانی بھائی کی مدد ومعاونت کا بھی خواہش مند ہوں دیکھیے اباجیؒ کو کیا منظور ہے۔

چودہ شعبان کی نوافل:۔

سلسلے کا ایک اہم معمول شعبان کی چودہ تاریخ یا پندرہویں رات کی شب بیداری اور سو (100) نوافل کی ادائیگی ہے۔ یہ معمول اباجیؒ کی حیات سے جاری ہے۔ اکثر غلام چودہ شعبان بعد عشاء قادری منزل پر حاضر ہوتے ہیں اور سو (100)

رکعات نفل اس طرح پڑھتے ہیں کہ ہر رکعت میں سورہ اخلاص دس مرتبہ پڑھی جاتی ہے۔ نوافل اگر تیزی اور مستعدی سے پڑھی جائیں تو دو سے تین گھنٹے کے اندر مکمل ہوجاتی ہیں مگر درمیانی وقفہ سے اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے سے وقت لگتا ہے اور صبح صادق قریب ہوجاتی ہے اس طرح ادائے نوافل کے ساتھ شب بیداری بھی ہوجاتی ہے۔ عام طور سے اس رات کو لوگ قبرستانوں میں جاتے ہیں جہاں چراغاں کا اہتمام ہوتا ہے رات بھر بڑی رونق رہتی ہے۔ قادری منزل پر نوافل ختم کر کے بعض غلام اباجیؒ کے مزار شریف پر وقت سحر یا آخر شب حاضری دیتے ہیں اور وہاں سے اپنے اپنے گھروں کو رخصت ہوجاتے ہیں جو غلام قادری منزل پر حاضری سے قاصر رہتے ہیں اپنے اپنے ٹھکانوں پر نوافل ادا کرتے ہیں۔

۷۔ امداد کن:

ختم شریف کے آخر میں جو دعائیں کی جاتی ہیں ان میں آہستہ یا بلند آواز سے تمام شرکاء آمین کہتے ہیں مگر جب آخری دعا کی جاتی ہے تو تمام غلام ہم آواز ہوکر پڑھتے ہیں۔

امداد کن امداد کن
از بند غم آزاد کن
در دین و دنیا شاد کن
یا غوث الاعظم دستگیرؒ (المدد)

راقم غلام اس بند کے لیئے دعا کا لفظ استعمال کرنے کے بجائے اسے ''التجا'' کہتا ہے کہ اپنے اصطلاحی معنوں میں 'دعا تو اللہ سے کی جاتی ہے اللہ والوں سے التجا ہوتی ہے'' ہمارے لیئے یہ التجا بھی ہے اور اتباع بھی کہ حضرت اباجیؒ اس کا ورد رکھتے تھے اور ساتھ ہی ایک پنجابی ''التجائیہ'' بھی پڑھتے تھے 'یا جناب غوث اعظمؒ میں ترے مل ہاریاں' ویسے سرکارؒ کی بہت سے مناقب میں دعائیہ لہجے کی التجائیں ہیں بہت سے اردو فارسی کے شعراء نے ''شیءً اللہ'' کی ردیف میں لکھی ہیں اور اس کے علاوہ بھی بہت سی التجائیہ مناقب کہی ہیں۔ معروف نعت اور منقبت نگار حضرت حسن رضا کے تین شعر یاد آرہے ہیں۔

اسیروں کے مشکل کشا غوثِ اعظم
فقیروں کے حاجت روا غوثِ اعظم

---☆---

بھنور میں پھنسا ہے سفینہ ہمارا
مدد کے لیئے آؤ یاغوثِ اعظم

---☆---

ترے ہاتھ میں ہاتھ میں نے دیا ہے
ترے ہاتھ ہے لاج یاغوثِ اعظم

اس زمین میں راقم غلام کا بھی ایک شعر ہے کہ:۔

یہ نعرہ زباں کی ہی زینت نہیں ہے
مرا دل بھی کہتا ہے یاغوثِ اعظم
(فائق بدایونی)

راقم کا بچپن چونکہ بدایوں میں گزرا ہے اور بدایوں کی فضائیں 'مدینۃ الاولیا'' ہونے کے سبب ہمیشہ اولیائے کرام اور خاصکر غوث پاکؒ کے مناقب سے گونجتی رہی ہیں اس لیئے راقم غلام کو اس قبیل کے اکثر اشعار حفظ ہیں۔ بے خود بدایونی کی لکھی ہوئی ایک منقبت کے ایک مصرعہ سے متاثر ہو کر ایک منقبت راقم نے بھی اسی زمین میں لکھی تھی بے خود بدایونی کا مصرعہ تھا یا انہوں نے مستعار لیا تھا

''اغثنی غوث الاعظم المدد یاشاہ جیلانی''

راقم کا ترجیع بند مصرعہ تھا۔۔۔

کرم یا اباجیؒ یا شمع بزمِ شاہِ جیلانی

ایک بند ملاحظہ ہو

غلامِ بے نوا ہوں میں خطا کار و فرومایہ
مرا مالک ہے وہ جس کا نہیں ہے کوئی ہم پایہ
لوائے عزّوحشمت بحروبر پہ جسکا لہرایا

وہ بارہ سال کا ڈوبا سفینہ جس نے تیرایا
اسی کے نام پر بحرِ نوازش میں ہو طغیانی
کرم یا ابّا جی ؒ یا شمع بزم شاہِ جیلانی

(فائق بدایونی)

دورِ حاضر میں چونکہ ہندوپاک میں فارسی دانی بہت کم ہوگئی ہے اسی لیئے لوگوں کے ذہنوں سے بہت سے مناقب کے اعلیٰ ترین اشعار جو فارسی میں ہیں محو ہوتے جارہے ہیں اس ضمن میں ایک حوالہ اکرام اللہ محشؔر بدایونی کی وہ منقبت غوثیہ ہے جو بعض روایات کے مطابق انہیں ''القائی'' کی گئی تھی اور پورے برصغیر میں معروف ہوئی تھی راقم نے اس فارسی منقبت پر ''اردو مصرعوں سے تضمین کی تھی''۔وہ منقبت ذیل میں رقم ہے یہ بھی ''امداد کن'' کی طرح مشہور تھی مطلع ہے:۔

غوثِ اعظم بہ منِ بے سروساماں مددے
قبلۂ دیں مددے کعبۂ ایماں مددے

راقم نے اس پر مصرعے عرض کیے ہیں۔

تیرگی حد سے بڑھی اے مہِ تاباں مددے
رات کٹتی ہی نہیں مہرِ درخشاں مددے
سخت آزار ہیں اے عیسیٰئِ دوراں مددے
غوثِ اعظم بہ منِ بے سروساماں مددے

قبلۂ دیں----------

اگلا شعر ہے کہ:۔

مہبطِ فیضِ ابد گوشۂ چشمِ کرمے
مظہرِ سرِّ ازل واقفِ پنہاں مددے

اس شعر پر غلام کے مصرے ملاحظہ ہوں

دامنِ تر لیئے آیا ہوں بہ ایں چشم نمے
ہو کرم راہِ طلب میں ذرا پاؤں تو جمے
اور کرم آپ ؒ کا وہ جو نہ تھا اور نہ تھمے
مہبطِ فیضِ ابد گوشۂ چشمِ کرمے
مظہرِ سرِّ ازل واقفِ پنہاں مددے

ایک اور معروف عام شعر ہے

ما گدایم تو سلطانِ دوعالم ہستی
از تو داریم طمع اے شہِ جیلاں مددے

اس پر راقم کے مصرے ہیں

بادۂ حُبِ نبیؐ کی مجھے دیدے مستی
رہے آباد اسی یاد سے دل کی بستی
دستگیری میں مسلّم تری بالادستی
ما گدایم توسلطانِ دوعالم ہستی

ازتو داریم طمع اے شہِ جیلاں مددے

ایک اور شعر پر مصرعے یاد رہ گئے ہیں شعر یہ ہے

انتظارِ کرمِ تست منِ عاصی را
اے خدا جو و خدابین و خداداں مددے

اس شعر پر مصرعے ہیں کہ

تو اگر چاہے تو پتھر کو بنادے ہیرا
جس کی تابانی سے دنیا کی نظر ہو خیرہ
تونے چاہا تو منوّر ہوا قلبِ تیرہ
انتظارِ کرمِ تست منِ عاصی را
اے خدا جو و خدابین و خداداں مددے

آخری شعر پر مصرعے عرض کیئے ہیں

کرمِ گلشنِ سرکارؒ کی دکھلادے بہار
ابرِ رحمت جو اٹھے جھوم کے گاؤں ملہار
اہل دل کے لیئے نغمے ہوں مرے وجہِ قرار
بلبلِ نغمہ سرائے توام اے رشکِ بہار
موجبِ رونقِ ایں گلشنِ امکاں مددے
(فائق بدایونی)

زیرِ نظر منقبت میں گیارہ اشعار ہیں۔ راقم نے ہر شعر پر تضمین کی تھی صرف درج بالا اشعار پر مصرعے یاد رہ گئے ہیں باقی ذہن سے محو ہو گئے اور ان کا کوئی رکارڈ بھی نہیں ہے۔ اب سے پچاس سال قبل یہ تضمین کی تھی تو بعض لوگوں کو اس کی نقول دی تھیں شاید کسی کے پاس [illegible]ظ ہوں۔

سطور بالا میں سلسلے کے معمولات بیان کرنے کے بعد اب سلسلے کے آخری امتیازِ خصوصی کی وضاحت لازم ہے اور وہ براہ راست سلسلے میں سربراہ یا نگران سلسلہ اور صاحبانِ اجازت کا بیان ہے۔

سربراہ سلسلہ اور صاحب اجازت:۔

جہاں تک سلسلے کی سربراہی کا تعلق ہے تو بقول اباجیؒ حضرت غوث پاکؒ ہی سلسلے کے سربراہ ہیں اور غوث پاکؒ نے یہ سربراہی حضرت اباجیؒ کو عطا کی ہے ہمیں ان دونوں بیانات میں ایک ہی حقیقت نظر آتی ہے جس کا اظہار راقم غلام نے اباجیؒ کی ایک منقبت میں اس طرح کیا ہے کہ

وہ تیری شانِ محبوبی جسے سرکارؒ نے چاہا
مرے آقا مرے مالک مرے مختار نے چاہا
شہنشاہِ دوعالم سیّد الابرارؐ نے چاہا
خدا نے اس کو چاہا جس کو اس کے یارؐ نے چاہا

جو محبوبِ شہِ جیلانؒ وہی محبوب سبحانی

کرم یا ابّا جیؒ ـــــــــــــــــــــــ

(فائق بدایونی)

اب رہا عالم ظاہر میں سلسلے کی سربراہی کا تعلق تو یہ اس کا حصہ ہے جسے ابّا جیؒ قادری منزل پر نگراں مقرر کریں جیسے ابّا جیؒ کے بعد ماں جیؒ کی موجودگی میں قادر بھائی جانؒ اور ان کے بعد ثانی بھائیؒ رہے اور ان کے بعد اب ان کے صاحب زادے "ربانی بھائی" ہیں ویسے غلاموں کو سلسلے میں داخل کرنے کا اختیار رکھنے اور نوافل پڑھانے والے کئی غلام ہو سکتے ہیں جیسا کہ ابّا جیؒ کی حیات ظاہرہ میں بھی سیّد شبیر علی قادریؒ اعلیٰ حضرت نظام الدین قادریؒ اور حضرت محمد علی صاحبؒ تھے جنہوں نے غلاموں کو نفلیں بھی پڑھائیں اور ساتھ لیکر بیٹھے بھی۔ نفلیں پڑھانے کی اجازت ابّا جیؒ نے عالم ظاہر میں مرتضیٰ شفیع صاحبؒ کو بھی دی تھی اور یہ باطنی اختیار سیّد باسط علی جعفریؒ کے پاس بھی تھا مگر ان دونوں حضرات نے کبھی اس کا اظہار نہیں کیا اپنے دور آخر میں مرتضیٰ شفیع صاحبؒ نے تو نفلیں پڑھانی شروع کردی تھیں مگر باسط صاحبؒ نے عالم ظاہر میں شاذ و نادر ہی ایسا کیا حالانکہ اندرون سندھ کے بہت سے لوگوں کو غلامی صرف باسط صاحبؒ کی قبولیت سے ہی عطا ہوگئی۔ راقم غلام نے ہر چند کے نوافل داخلہ اعلیٰ حضرت نظام الدین اور قادری صاحبؒ سے پڑھیں مگر نوافل پڑھانے کی اجازت باسط صاحبؒ کے توسط سے ہی ملی۔ عرض مدعا یہ ہے کہ سلسلے کی ظاہری تنظیم میں تو سربراہی قادری منزل

کے صاحب اجازت کو ہی حاصل ہے۔ جو اب تک ابّا جیؒ کی اولاد سے ہی ہوا ہے مگر نوافل داخلہ پڑھانے کا اختیار دوسرے غلاموں کو بھی حاصل ہے۔ اور تا قیامت یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہے گا کہ جو بھی صاحب اجازت ہوگا وہ غلام کو داخل سلسلہ کر کے براہ راست ابّا جیؒ اور سرکارؒ کے سپرد کرے گا اور درمیان کی تمام کڑیاں غائب ہوں گی راقم نے اس حوالے سے عرض کیا ہے

یقینِ کرم عاجزی حوصلہ

ہے جہاں سے نرالا یہی سلسلہ

آپ جس کو ملے اس کو سب کچھ ملا

پھر نہ فاصل کوئی اور نہ واصل کوئی

ابّا جیؒ ابّا جیؒ ابّا جیؒ ابّا جیؒ

(فائق بدایونی)

بانئ سلسلہ حضرت ابّا جیؒ

جب سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کو بارگاہ رسالتؐ سے ہندوستان (برصغیر) جانے کا حکم ہوا تو آپ یہاں آ کر سب سے پہلے حضرت داتا گنج بخشؒ کے مزار شریف پر حاضر ہوئے اور یہاں چلہ کیا اور داتا صاحبؒ کے مدراج و مراتب اور کمال باطنی و روحانی سے متاثر ہو کر ان کی شان میں کہا۔

گنج بخشِ فیضِ عالم، مظہرِ نورِ خدا
ناقصاں را پیرِ کامل، کاملاں را رہنما

حضرت غوث پاکؒ نے آپ کے لیئے فرمایا کہ اگر میں ان کے عہد میں ہوتا تو ان کے ہاتھ پر بیعت کرتا۔۔۔اندازہ کیجئے کہ غوث پاکؒ اور سلطان الہندؒ جس برگزیدہ ہستی کے لیئے ایسے پُرشکوہ تبصرہ کریں اس کا روحانی مقام اور اس کی عظمت کیا ہوگی۔ اس پس منظر میں داتا صاحب کے ایک جملے پر غور کیجئے۔ اباجیؒ کے ایک صاحب مراقبہ غلام کا لاہور جانا ہوا۔ وہ داتا صاحب کے مزار پر حاضر ہوئے مراقبہ کر کے اپنے کسی مسئلہ کے حل کی درخواست کی داتا صاحبؒ نے ارشاد کیا۔ ''ارے بے وقوف تو اس کام کے لیئے میرے پاس آیا ہے اگر میں اس دور میں ہوتا تو ان (اباجیؒ) کی محفلوں میں بیٹھتا'' اس جملے میں لفظ بے وقوف کا استعمال قابل غور ہے کہ آپ نے غلام کی توہین و تضحیک نہیں کی بلکہ ''بے وقوف یا نہ جاننے والا کہا'' تو اباجیؒ کے مدارج و مراتب روحانی اور کمال باطنی کے معاملے میں ہم سب ہی ''بے وقوف'' ہیں۔

ذہن و فکر و خیال جا نہ سکے
چشمِ باطن بھی تاب لا نہ سکے
کوئی دیکھے بھی تو بتا نہ سکے
آپ کی گردِ پا کو پا نہ سکے
سطوتِ جم کہ شانِ دارائی

سیّدی یا حبیبی مولائی
(فائق بدایونی)

اعلیٰ حضرت سیّد نظام الدین قادریؒ جو اباجیؒ کے محبوب صاحبِ اجازت اور صاحب مراقبہ غلاموں کو داخل سلسلہ کرنے اور نعمت عطا کرنے والے میرے محسن تھے۔ انہوں نے بزبان خود مجھے سنایا کہ ایک مرتبہ آپ نے حضرت غوث پاکؒ سے درخواست کی کہ یا سیّدی مجھے میرے اباجیؒ کے مراتب و مدارج سے آگاہ فرمائیں۔ سرکارؒ نے ارشاد کیا ''دیکھ اوپر دیکھ'' اعلیٰ حضرت فرماتے تھے کہ میں نے جب اوپر نظر کی تو فضائے بسیط میں اباجیؒ کو اس طرح بلندی پر دیکھا کہ آپ کے پیر کا ''تلوا'' صاف نظر آرہا تھا جب میں نے تلوے پر نظر کی تو اس میں مجھے وہ تمام مدارج و منازل و مقامات نظر آئے جن پر راہ سلوک چلنے والے پرواز کرتے ہیں اور معرفت کی منزل پر پہنچتے ہیں اعلیٰ حضرت کو ان تمام مقامات پر چلا کر اباجیؒ منزل کمال پر پہنچا چکے تھے اس لیئے انہیں ان مقامات عالیہ کو سمجھنے میں کوئی مشکل نہیں ہوئی مگر وہ یہ دیکھ کر حیرت میں آگئے کہ جن مقامات سے اولیائے کاملین کا گزر ہوتا ہے وہ اباجیؒ کے پاؤں کے تلوے میں موجود ہیں اس حیرت و مسرت کے عالم میں جب انہوں نے سرکارؒ کی طرف دیکھا تو آپ نے فرمایا ''یہ تو تیرے اباجیؒ کا ادنیٰ مقام ہے اس کے آگے ان کے پاس کیا کیا ہے یہ وہ جانیں اور ان کا اللہ جانے'' راقم نے اسے یوں نظم کیا:۔

کیا نرالی شان ہے کیا عظمتِ یکتائی ہے

جس کے شیدا آپ ہیں وہ آپ کا شیدائی ہے
کون سمجھے گا حقیقت اور کس نے پائی ہے
معتبر شاہد ہے جس سے یہ شہادت آئی ہے
آپؒ کے نقشِ کفِ پا میں نہاں سارے مقام
السّلام اے تاجدارِ بزمِ عرفاں السّلام
(فائق بدایونی)

راقم نے جب ایک محفل میں جہاں اعلیٰ حضرت تشریف فرما تھے جب یہ بند پڑھا تو آپ نے بڑے فخر سے سینہ ٹھوک کر فرمایا کہ ''میں ہوں شاہد''۔

مرحوم پروفیسر مرتضیٰ شفیع صاحب نے مجھے اپنا ایک خواب سنایا اور کہا جب میں سلسلے میں نیا نیا داخل ہوا تھا تو مجھے اپنی خطاؤں اور گناہوں کا خیال بار بار شدت کے ساتھ آتا تھا اور میں سوچتا تھا کہ تمام الطاف وعنایات واکرام کے باوجود میری بخشش کیسے ہوگی میرے گناہ تو بہت زیادہ ہیں کہ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ ''میں دوزخ کے دروازے پر کھڑا ہوں کہ اتنے میں حضرت ابّا جیؒ تشریف لائے اور انہوں نے جہنّم کے آخری طبقے سے اپنا ہاتھ بڑھا کر ایک ایسے گنہگار کو پکڑ کر نکالا جو جہنّم کا ایندھن بن کے جل کر سیاہ کوئلہ ہو چکا تھا اسے نکال کر آپ نے اس پر نظر ڈالی کہ اس نے اپنا رنگ بدلنا شروع کیا اس کی سیاہی ختم ہونے لگی چہرے پر رونق آئی پورا وجود جیسے نورانی ہوگیا اور اس نے عالم بالا کی طرف اولیائے کرام کے ساتھ پرواز شروع کردی' مرتضیٰ شفیع صاحب نے

کہا کہ میں نے یہ سب دیکھ کر حیرت سے ابّا جیؒ کی طرف دیکھا تو آپ نے فرمایا کیا'' اب بھی اپنے گناہوں کا خوف ہے' بیشک ابّا جیؒ کی شان کریمی عظیم ہے۔

یہ وہ ہیں جو طوفاں کو ساحل بنادیں
جو آسان ہر ایک مشکل بنادیں
نظر کو نظر دل کو جو دل بنادیں
جو ناقص سے ناقص کو کامل بنادیں
میرے ابّا جیؒ ہیں، میرے ابّا جیؒ ہیں
(فائق بدایونی)

یہ اب سے 35 سال قبل کی بات ہے کہ غلام کو ایک قابل اعتبار صاحب مراقبہ نے بتایا کہ اس نے دیکھا کہ سرکارؒ کا دربار ہے جس میں تمام بزرگانِ دین اور اولیائے کرام تشریف فرما ہیں کہ ابّا جیؒ تشریف لائے اور آپ نے ''فائق صاحب اور ان کی بیوی کو عطائے نعمت خاص کے لیئے دربار میں پیش کیا'' حاضرین میں سے بعض اصحاب نے کہا کہ پہلے'' اعمال نامے دیکھ لیئے جائیں'' ابّا جیؒ نے ہاتھ بڑھا کر اعمال نامے طلب کیئے جو خطاکاریوں اور گناہوں سے بالکل سیاہ ہورہے تھے ابّا جیؒ نے اعمال نامے ہاتھ میں لیکر نظر ڈالی کہ ''وہ جگ مگ جگ مگ سنہرے ہوگئے'' آپ نے اعمال نامے حاضرین کو دکھا کر پوچھا کہ اعمال ناموں میں کیا بات ہے حاضرین نے دیکھ کر ''سبحان اللہ کہا اور گردنیں جھکادیں''۔

کرم کے وہ انمول موتی لٹائے
ابد تک چمک جن کی جانے نہ پائے

جو کھلائے گئے تھے وہ گل مسکرائے
نئی زندگی دی نئے دن دکھائے
وہ جس نے خراب آئینوں پر جِلاؒ دی
وہ محبوبِ غوث الوریٰ میرا ہادی

(فائق بدایونی)

غلام کے داخل سلسلہ ہونے سے چند دن پیشتر تقریباً ۴۵ سال سے پہلے کی بات ہے کہ غلام نے ایک خواب دیکھا تھا کہ ایک بڑی شاندار مسجد میں جہاں سرکار دو عالمؐ کی اقتدا میں نماز باجماعت ہونے والی ہے نبی کریمؐ کے بالکل پیچھے پہلی صف میں حضرت غوث پاکؒ کے برابر اباجیؒ کھڑے ہیں جنہوں نے اس عاجز غلام کا دایاں بازو پکڑ کر پہلی صف میں اپنے ساتھ لا کر کھڑا کر دیا ہے۔ اس وقت تو پوری بات سمجھ میں نہیں آئی تھی مگر اب غلام یہ سمجھتا ہے کہ وہ مسجد اباجیؒ کے سلسلے کی علامت تھی جس کی باطنی سربراہی حضرت غوث پاکؒ کی وساطت سے خود حضور اکرمؐ کے پاس ہے اور جس سلسلے کے بانی حضرت اباجیؒ وہ مرشد کامل ہیں جو بائیں ہاتھ کے اشارے سے غلام کو اٹھا کر پہلی صف میں اپنے ساتھ لا کھڑا کر دیتے ہیں۔

ایسا نہ کوئی سلسلہ ہوگا نہ ہوا ہے
ما قبل کسی نے بھی نہ دیکھا نہ سنا ہے

کیا لطف و کرم فیض و عطا جود و سخا ہے
مجھ جیسا خطاکار سزاوارِ عطا ہے
اے صلِّ علیٰ تیرا کرم سب سے نرالہ
سرکارؒ کے محبوبؒ تری شان ہے اعلیٰ

(فائق بدایونی)

قادری صاحب نے ایک بار مجھ سے فرمایا کہ فلاں غلام (نام جان کر نہیں لکھ رہا ہوں) سے کہہ دینا کہ میرے اباجیؒ کے کرم کو محدود نہ کرے۔ یہ بات انہوں نے اس حوالے سے کہی کہ بعض غلام اپنے اوپر کرم بے نہایت دیکھ کر یہ سمجھنے لگے تھے کہ شاید کرم میرے ہی لیئے ہے اس حوالے سے قادری صاحبؒ نے غلام کو بتایا کہ ان کا مشاہدہ ہے کہ اباجیؒ کی توجہ پورے کرہءِ ارض کو اپنی پیٹ میں لیئے ہوئے ہے۔ اباجیؒ کی پیشانی مبارک سے نور کی ایک شعاع نکلتی ہے جو پورے کرۂِ ارض کا احاطہ کر لیتی ہے اور یہ سلسلۂِ تنویر ہمیشہ سے ہمیشہ تک جاری ہے۔

فیض جہاں میں عام ہے ان کا
چرچہ صبح و شام ہے ان کا
حاصلِ ایماں نام ہے ان کا
لب پر یہ پیغام ہے ان کا

میرا ماہی صلِ علیٰ میں کچھ بھی نہیں

(فائق بدایونی)

ابّا جیؒ کو جس غلام نے جہاں دیکھا اور جیسے دیکھا وہ حق ہے مگر جس نے جو دیکھا وہ کل نہیں ہے "کل کا جزو ہے" اس لیئے کہ آپ کے وجود حقیقی کو دیکھنے کی تاب کسی غلام کی نظر میں نہیں ہے قادری صاحبؒ نے ایک بار فرمایا کہ ایک مرتبہ کسی غلام نے ابّا جیؒ کو اپنی باطنی شان کے ساتھ دیکھنے کی آرزو کی تو اس نے دیکھا کہ سامنے نظر کو خیرہ کر دینے والی ایک تیز روشنی بلکہ نور ہے جس کی تابانی کے سبب نظر بے کار ہو گئی ہے اور غلام کو کچھ نظر نہیں آ رہا ہے مگر غلام کو یہ دیکھنے کا بے حد اشتیاق ہے کہ نور کیا ہے اس نے دیکھا کہ وہیں حضرت موسیٰؑ تشریف فرما ہیں جو اللہ کا نور اپنی چشم ظاہر سے دیکھ چکے ہیں ان کے علاوہ وہاں کوئی اور نہیں ہے اس غلام نے حضرت موسیٰؑ سے عرض کی میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ نور کیسا ہے مگر مجھے تاب دید نہیں ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے اُدھر دیکھا اور فرمایا کہ غلام کو شرف دید عطا ہو کہ روشنی مدھم ہونی شروع ہوئی اور اس نے دیکھا کہ تخت پر جلوہ افروز حضرت ابّا جیؒ تبسم فرما رہے ہیں۔

یہ ہیں لطف و فضل کرم کا خزانہ
یہی نازشِ محفلِ عارفانہ
اگر چاہیں یہ کھل کے جلوہ دکھانا

کہے ساری خلقت پکارے زمانہ
مرے ابّا جیؒ ہیں، مرے ابّا جیؒ ہیں

ایک غلام بھائی کے والد کا انتقال ہوا وہ اپنے والد کے غم میں بہت نڈھال رہنے لگے اور اپنے والد مرحوم کی بخشش کے لیئے آرزومندی بڑھتی ہی گئی کہ ایک دن جب ابّا جیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ابّا جیؒ سے عرض کیا کہ یا سیّدی مجھے اپنے والد مرحوم کی بخشش کی طرف سے بہت تشویش ہے ان کے لیئے آپ سے کرم کا درخواست گزار ہوں ابّا جیؒ نے چند ساعت سکوت فرما کر کہا "نہیں جی وہ بخشے گئے" اس وقت محفل میں کچھ صاحب مراقبہ غلام بھی موجود تھے کہ انہوں نے دیکھا کہ ابّا جیؒ کی زبان مبارک سے "وہ بخشے گئے" کے الفاظ اِدھر ادا ہوئے اور اُدھر ان غلام کے مرحوم والد کو جس مقام پر وہ تھے وہاں سے اٹھا کر جنت میں اعلیٰ مقام پر منتقل کر دیا۔

تری چشمِ کرم نے بھر دیئے ہیں کتنے پیمانے
نگاہِ بندہ پرور پر تصدق لاکھ میخانے
کرم جس پر ہوا تیرا کرم کو بس وہی جانے
تر تنویر سے روشن ہوئے تاریک غم خانے

تری خلوت بھی نورانی تری جلوت بھی نورانی
کرم یا ابّا جیؒ یا شمعِ بزمِ شاہِ جیلانی

(فائق بدایونی)

ایک طالب راہ خدا اور اولیائے کرام سے عقیدت و محبت رکھنے والے بزرگ کسی سے ابّا جیؒ کا تذکرہ سن کر ابّا جیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے ابّا جیؒ کے ساتھ اس وقت چند غلام بھی موجود تھے۔ آنے والے حضرت نے بڑی سادگی سے آکر ابّا جیؒ سے عرض کیا کہ میں نے سنا ہے یہاں کوئی ولی اللہ تشریف رکھتے ہیں میں ان سے ملنے کے لیئے حاضر ہوا ہوں۔ ابّا جیؒ نے فرمایا کہ دیکھو یہ اتنے لوگ بیٹھے ہیں ان میں دیکھ لو کون ولی اللہ ہے "اسی تو ولی گر ہیں" اس چھوٹے سے جملے سے اظہار ظرافت بھی ہوا اور حقیقت بھی بیان ہوگئی کہ

نہ سمجھیں گے اس راز کو دیدہ ور
آپ کے فیضِ نسبت کا کیا ہے اثر
مرے آقا کی جس پر پڑی ایک نظر
قلب چلنے لگا روح گانے لگی

ابّا جیؒ ابّا جیؒ ابّا جیؒ ابّا جیؒ

(فائق بدایونی)

اب سے تقریباً ۳۵ سال قبل کی بات ہے کہ اس غلام کے لیئے ابّا جیؒ نے مراقبے بلکہ مکاشفے میں فرمایا کہ "فائق سے کہدو میں تیری شہ رگ

میں ہوں اور تیری چھوٹی سے چھوٹی ہر بات دیکھ رہا ہوں تیرے حصّہ کی جو نعمت ہے جب وقت آئے گا تجھے مل جائے گی۔ سرکارؒ کے فیصلے اٹل ہیں۔ پھر چند سال بعد ایک اور غلام سے ارشاد کیا کہ فائق سے کہدو میں تیری گردن سے نیچے اتر گیا ہوں"

غور فرمایئے وہ کون ہے جو "شہ رگ میں ہے اور وہ کون ہے جو چھوٹی سے چھوٹی ہر بات دیکھ رہا ہے"؟ جواباً صرف یہی کہا جاسکتا ہے کہ:۔

جو حامی ہمارا ہر افتاد میں ہے
ہر اک رنج و غم آہ و فریاد میں ہے
غلاموں کے جو قلبِ آزاد میں ہے
جو بطحا میں 'طیبہ میں' بغداد میں ہے
وہی جلوہ فرما ہے جو وادی وادی
وہ محبوبِ غوث الوریٰ میرا ہادی

(فائق بدایونی)

اعلیٰ حضرت سیّد نظام الدین قادری نے ایک بار ارشاد فرمایا کہ جب وہ اپنے سابقہ وطن احمد آباد تشریف لے گئے تو وہاں کے مشہور معروف ایک بزرگ کے مزار

شریف پر حاضری دی آپ نے فرمایا کہ نہ معلوم کیوں اچانک خیال آیا اور میں ان کے مزار پر ''دعوت پڑھ کر ان کی تمام نعمتیں سلب کر لیں''۔ اعلیٰ حضرت نے دیکھا کہ ان بزرگ نے اعلیٰ حضرت کے خلاف دربار نبوی میں استغاثہ دائر کر دیا ہے جس پر آپ کی طلبی ہو گئی اور خود کو انہوں نے کٹہرے میں کھڑا پایا کہ مقدمہ کی کارروائی ہو رہی ہے اور فیصلہ آنے والا ہے۔ اس پر اعلیٰ حضرتؒ کو ذرا تشویش ہوئی اور آپ نے اباجیؒ سے مدد مانگی کہ ''اباجیؒ دروازے سے داخل ہوئے اور آپ کی پیشانی سے ایک نورانی تیر نکلا جو وہاں موجود مستغیث بزرگ کے سینہ میں پیوست ہو گیا اور انہوں نے زور سے ایک آہ بھری کہ اباجیؒ نے نظام الدین صاحبؒ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ ''چل پُتر فیصلہ ہو گیا'' سبحا اللہ اباجیؒ کی کیا شان ہے۔

مصیبت میں مشکل میں یہ ہیں سہارا
انھی کے کرم سے ہے اپنا گزارا
نظر جو عطا ہو تو دیکھو نظارہ
جہاں بھی پکارو وہیں جلوہ آرا
مرے اباجیؒ ہیں۔ مرے اباجیؒ ہیں

(فائق بدایونی)

ایک بار حضرت اباجیؒ ملتان تشریف لے گئے۔ اعلیٰ حضرتؒ ان کے ساتھ تھے۔ ملتان میں آپ کا قیام ایک ایسے کمرے میں ہوا کہ جس کے متعلق یہ مشہور تھا کہ وہاں

''کوئی زبردست اثر ہے'' اور جس نے اس کمرے میں قیام کیا ہے وہ صبح کو سلامت نہیں نکلا ہے۔ اعلیٰ حضرت خود بھی صاحب اختیار و صاحب نظر تھے پھر اباجیؒ بھی ساتھ تھے اس لیئے وہ بے فکر اباجیؒ کے ساتھ رات کو اسی کمرے میں ٹھہرے۔ تھوڑی رات گزری تھی کہ اعلیٰ حضرت نے ایک چھوٹے سے ایک فٹ کے ایک شخص کو کمرے میں دیکھا جو ''دھوتی پہنے ہوئے اور جنیوڑا لے ہوئے اباجیؒ کی طرف بڑھ رہا ہے'' اباجیؒ اس وقت حقہ پی رہے تھے کہ وہ حقہ پر چڑھتا ہوا اباجیؒ کے سامنے آیا اور کہنے لگا ''میں بھوکا ہوں''! اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ وہ ایک بہت بڑا وجود تھا جو دھوکہ دینے کے لیئے چھوٹا سا بوا بن کر آیا تھا۔ اسے دیکھ کر اباجیؒ نے ہاتھ بڑھا کر اسے ایک کھلونے کی طرح ہاتھ میں پکڑا کہ اس نے چیخ ماری ''دھوکا ہو گیا دھوکا'' ---- اباجیؒ نے اس کی ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر چیر دیا۔ اور اس بونے نے بقول اعلیٰ حضرتؒ اس زور سے چیخ ماری کہ اردگرد کی عمارتیں لرزا ٹھیں۔

ذات واحد کی شان یکتائی
سرورِ دو جہاں کی زیبائی
پنجتن کی جمال آرائی
غوث اعظم کی جلوہ فرمائی
آپ کی ذات میں نظر آئی
سیّدی یا حبیبی مولائی

(فائق بدایونی)

یہ تو وہ چند حوالے تھے جو بیان کی حد میں آ کر کانوں تک پہنچے تھے ورنہ سرکارِ غوث پاکؒ کے ارشاد کے مطابق ابّا جیؒ کا مقام اور ان کے مراتب و مدارج کیا ہیں یہ وہی جانیں یا ان کا اللہ جانے، غلام نے عرض کیا ہے

مدح رب وہ کرے جو ربِ علیٰ کو جانے
نعت وہ لکھے جو محبوبِ خدا کو جانے
منقبت وہ کہے جو شاہِ ہدیٰ کو جانے
مدح وہ کر سکے جو شانِ عطا کو جانے

جانتے وہ ہیں جو ہیں جاننے والے تیرے
ہم تو نازاں ہیں کہ ہیں ماننے والے تیرے

(فائق بدایونی)

ابّا جیؒ اس لحاظ سے تمام اولیا میں ممتاز و منفرد ہیں کہ آپ نے اپنی حیات ظاہرہ ایک عام اوسط درجہ کے انسان کی طرح گزاری جیسے نبی کریمؐ نے سیّد المرسلین اور خاتم النبیین ہو کر حیات ظاہرہ ایک عام انسان کی سی ''انا بشرٌ مثلکم'' کے پرتو میں گزاری اسی طرح اولیاء میں حضرت ابّا جیؒ نے اپنی ذات کی نفی میں مظاہرہءِ کمال کرتے ہوئے ملازمت بھی کی۔ دکان بھی رکھی۔ ٹھیلے پر شربت بھی بیچا اور جس طرح سرکارِ دو عالمؐ نے عام آدمی کی سی زندگی گزارنے کے باوجود یہ بھی فرمایا کہ ''تم مجھ کو خود پر قیاس نہ کرنا'' ـــــ۔ اسی طرح ابّا جیؒ نے بعد وصال بعض غلاموں

کے خواب میں آ کر فرمایا ''میں تم میں سے نہیں تھا''۔

جہاں تک آپ کے حالات ظاہرہ کا تعلق ہے تو آپ کی ولادت مشرقی پنجاب کی ایک چھوٹی سی ریاست ''کپورتھلہ'' میں ہوئی۔ آپ کا وصال تقریباً ۷۵ سال کی عمر میں کراچی میں ہوا۔ آپ کی تاریخ وفات ۲۳ ذیقعد ۱۳۸۳ھ مطابق ۱۶ اپریل ۱۹۶۴ء ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کا سنہ ولادت ۱۸۸۹ء کے لگ بھگ ہے۔

آپ کا نام ''غلام محمد'' آپ کے اسکول میں پاسپورٹ پر اور ملازمت کے رکارڈ میں ہے مگر مزار شریف پر نام ''غلام احمد'' لکھا ہے پیدائش کے بعد نام ''غلام محمد'' رکھا گیا اور وفات سے کافی پہلے نام ''غلام احمد'' ہو گیا۔ اس کا راز یہ ہے کہ ایک دن ابّا جیؒ نے اعلان فرمایا کہ ''اب میرا نام غلام احمد ہے کوئی مجھے غلام محمد نہ کہے۔ سرکارِ دو عالمؐ نے میرا نام غلام احمد رکھا ہے''۔ اس تبدیلی کا علم تو بعض غلاموں کو ہے مگر اس کے ''رمز'' سے شاید ہی کوئی واقف ہو۔ ہم سب کے علم میں ہے کہ ہمارے آقا نبی کریمؐ کے بھی دو نام ہیں آپ کی ولادت کے وقت آپ کے دادا نے نام ''محمدؐ'' رکھا اور حضرت عیسیٰ کے حوالے سے جو نام آپ کی آمد کی بشارت کے ضمن میں لکھا ہے وہ ''احمدؐ'' ہے۔

رسول کی حیثیت سے آپ کے جس نام کا کلمہ پڑھا جاتا ہے۔ وہ محمدؐ ہے ''اہل معرفت جانتے ہیں کہ رسالت محمدؐ کے نام سے ہے اور نبوت احمدؐ کے

نام سے" اباجیؒ کے اوائل میں فیض رسالت (فیضِ محمدیت) سے آپ کو نسبت تھی تو آپ کا نام رسول کے حوالے سے "غلام محمد" تھا اور جب فیضان کی نسبت باطناً حوالۂ نبوت (فیضِ احمدیت) سے شروع ہوئی تو آقا نے آپ کا نام "غلام احمد" رکھ دیا کہ دونوں نسبتوں کے فیض کا کمال حاصل رہے۔ سرکار دوعالمؐ کو جب معراج شریف کے لیئے بلایا گیا تو آپ کو نہ "محمد کہا گیا نہ احمد" بلکہ "عبد کہہ کر" جو معراج عبدیت تھی اور جس کے بعد "عبد عاجز" کی نسبت سے آپ کا تیسرا حوالۂ فیض "فیضِ عبدیت" جاری ہوا جسے آپ نے "اپنا فخر کہا اور وہ فقیری کا فیض ہے جو نسبت اویسی سے حضرت اباجیؒ کو حاصل ہے جس نسبت سے آپ کی ہستی فخر کی چھٹی ہستی ہے اور آپ کے غلام اسی نسبت سے راہ فقر میں چلتے ہیں"۔

اباجیؒ کے جاری کردہ سلسلے میں غلامی کی نسبت میں ایک اور نزاکت اور باطنی حوالہ بھی ہے وہ یہ کہ آپ کے نام (غلام محمد اور غلام احمد میں) میں دونوں جگہ لفظ "غلام" موجود ہے اس لیئے آپ کے سلسلے کے ہر فرد کو "غلامی" کی نسبت حاصل ہے۔

غلامی اباجیؒ کی ایک رمزِ اہلِ عرفاں ہے
فسانہ غوثِ اعظمؒ کا ہے اباجیؒ کا عنوان ہے
یہ سب جلوے اسی کے ہیں وہ جو محبوب یزداں ہے
"انا فی حضرۃ التقریب وحدی" جس کا فرماں ہے

صدا جس کی "یُصَرِّفُنِي وَحَسْبِي ذُوْالْجَلَالِيْ" ہے
درِ محبوبِ غوثِ پاکؒ کی عظمت نرالی ہے

(فائق بدایونی)

آپ کے والد بزرگوار کا اسم گرامی خیر دین بخش تھا آپ کپورتھلہ مشرقی پنجاب کے رہنے والے تھے اور آپ کے آباؤ اجداد بیکانیر سے کپورتھلہ آئے تھے جو اباجیؒ کا مولد و مسکن رہا۔ ۱۹۴۷ء میں کپورتھلہ میں ہندو مسلم فسادات پھیل گئے اور جب تشکیل پاکستان ہوئی تو حضرت اباجیؒ نے سنت نبوی کی تکمیل میں وہاں سے ہجرت فرمائی اور لاہور میں قیام پذیر ہوئے وہاں سے گوجرانوالہ میں عارضی قیام کیا پھر کراچی تشریف لے آئے۔ آپ کا تعلق شرفائے پنجاب کے ایک متوسط گھرانے سے تھا۔ آپکے والد بزرگوار راجہ کپورتھلہ کے توشہ خانے کے مہتمم تھے اور ایک چھوٹے زمیندار تھے۔ اباجیؒ نے اس دور کے تقاضوں کے مطابق علوم دنیاوی کی رسمی تعلیم مڈل تک حاصل کی تھی۔ ریاست کپورتھلہ میں آپ نے پٹواری کی حیثیت سے بھی خدمات انجام دیں اور ابتر مالی حالات میں کسبِ حلال کے لئے محنت مزدوری کی سنت بھی ادا کی بلکہ ایک زمانے میں تو ایک ٹھیلہ خرید کر اس پر شربت بھی بیچا ہے۔ ویسے تشنگاں کی سیرابی تو آپ نے ہمیشہ ہی کی اب بھی کر رہے ہیں اور کرتے رہینگے۔

کپورتھلہ کے ایک نیک پرہیزگار اور عبادت گزار بزرگ عبدالرحمن جو اپنی اکثر راتیں قبرستان میں عبادت کرکے بسر کرتے تھے آپ کے خسر محترم تھے۔ جنکی بیٹی رحیمہ بی بی سے آپ کی شادی ہوئی۔ شادی کے وقت آپ کی عمر

۲۱ سال تھی یعنی اس عمر میں شادی کر کے آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی
سنت پوری کی رحیمہ بی بی جنہیں ہم سب ''ماں جی'' کہتے ہیں خود ایک ولیہ
تھیں اور اباجی کے پاس طالب کی حیثیت سے آنے والوں کو ماں کی سچی شفقت
دیتی تھیں۔ مجھے یاد ہے کہ وصال سے چند سال قبل اور اباجیؒ کے وصال کے چند
سال بعد شعبان کی پندرھویں شب جب قادری منزل پر حسب معمول شب
بیداری ہو رہی تھی اور غلام نوافل ادا کر رہے تھے تو ماں جیؒ ایک ایک کو
دعائیں دیتی ہوئی سرکارؒ کے الطاف و اکرام کے تذکرے فرما رہی تھیں۔ اچانک
مجھ پر انکی نظر کرم ہوئی اور میرا ہاتھ ہاتھ میں پکڑا اور اپنے سینہ پر لگا کر فرمانے
لگیں ''دیکھ پتر سرکارؒ کی کتنی توجہ آ رہی ہے''۔ بے شک ان کا قلب اسم
اللہ کا ذکر کر رہا تھا۔

اسی طرح ایک مرتبہ اباجیؒ کے عرس شریف کے موقع پر میں اسپتال میں
داخل تھا۔ ماں جیؒ نے ختم شریف کے فوراً بعد بغیر سلا ہوا ایک جوڑا حضرت سیّد
شبیر علی قادریؒ کو دیا کہ یہ فائق کے لیئے ہے اسے پہنچا دینا۔ حالانکہ میں اباجیؒ کے
سلسلے میں کوئی معروف شخصیت نہیں تھا بلکہ میں تو اباجیؒ کے وصال کے بعد داخل
سلسلہ ہوا تھا۔ جبکہ سلسلے کی بہت سی قابل تعظیم ایسی بزرگ ہستیاں جنہیں اباجیؒ
سے فیض صحبت بھی حاصل تھا اور فیض روحانی بھی، جنکی خاکِ پا کو میں اپنے لیئے
باعث اعزاز جانتا ہوں کثیر تعداد میں موجود تھیں۔ عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ
ماں جیؒ کی شفقت اور محبت صرف برگزیدہ ہستیوں کا ہی حصہ نہیں تھی بلکہ ان کا فیض
بھی عام تھا۔ ماں کی سی وہ سچی شفقت جو دین و دنیا میں موجب برکات ہے۔ یہ تو
غلاموں کے ساتھ ایک مشفق ماں کا رویہ تھا۔

اسی طرح اباجیؒ کے ساتھ بھی ان کا برتاؤ فرمانبردار شریک حیات والا تھا۔
یہ شریف النفسی اباجیؒ کی قربت اور تربیت کا بھی نتیجہ تھی اور اپنے والد بزرگوار کا
ورثہ بھی تھا جو خود اپنی صفات میں ولیوں کی طرح تھے۔ انکے ایک بیٹے یعنی اباجیؒ
کے برادرِ نسبتی بغداد شریف میں برسرکار تھے۔ جنکی معاونت سے حضرت اباجیؒ کو
بغداد شریف میں ریلوے کے محکمے میں ایک کلرک کی حیثیت سے ملازمت مل گئی۔
یہ ملازمت ایک جانب تو کسبِ حلال کا ایک ذریعہ تھی اور دوسری جانب سرکار
غوث پاکؒ کی طرف سے اپنے روضۂ اقدس سے بھی اباجیؒ کو قریب کرنا تھا۔
چنانچہ قیام بغداد کے دوران سرکار غوث پاکؒ کے مزار اقدس پر اکثر آپ کا جانا
ہوتا تھا۔ اور خاص کر جمعہ کو باقاعدگی سے حاضری دیتے تھے۔ رات کو دیر تک
قیام فرماتے اور مزار اقدس کے ساتھ بیٹھ کر ذکر الٰہی فرماتے۔ خواب میں اکثر
حضرت غوث پاکؒ کی زیارت سے مشرف ہوتے۔

ایک دن وقت حاضری آپ آنکھیں بند کئے بیٹھے تھے کہ حضرت غوث پاکؒ
تشریف فرما ہوئے۔ اور خود تصدیق فرمائی کہ میں ہی غوث الاعظمؒ ہوں، اباجیؒ نے
عالم حیرت میں آنکھ کھولدی مگر اسکے بعد بھی وہ نظارہ قائم رہا۔ چند ساعت نظر سے
نظر ملی اور سرکارؒ نے دینوی نعمتوں کے خزانے اباجیؒ کو عطا فرمادیئے۔ اس لمحے کے
بعد سے جو کچھ پردۂ اخفا میں تھا چشم ظاہر کے مشاہدے میں بھی آ گیا اور اباجیؒ کا جو
حال ہوا وہ خود ہی جانتے ہیں۔ یا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔

حضرت اباجیؒ وہ کامل بلکہ اکمل ذات تھے کہ اگر ایک پل میں ہزار رموز
باطن آپ پر منکشف ہوں تو چہرے کے تاثر سے بھی اس کا اظہار نہ ہونے دیں۔
جتنے نعمتوں کے خزانے تھے وہ سب آپکے ظرف عالی میں جذب ہو سکتے تھے مگر
مشیت اپنے بندوں پر مہربان تھی۔ سرکار غوث پاکؒ کو اظہار کرم کرنا تھا اس لیئے

اباجیؒ کے قیام بغداد کے دوران ہی ایک دن سرکار غوث پاکؒ کا ارشاد ہوا کہ ''ہم نے جو نعمت تمہیں عطا کی ہے وہ اللہ کے بندوں کی رشد و ہدایت کے لیئے پھیلاؤ اور انہیں راہ محمدیؐ کی طرف بلاؤ''۔ حضرت اباجیؒ نے اظہار عجز و انکساری کرتے ہوئے معذرت چاہی کہ یہ کام مجھ سے نہ ہو سکے گا۔

اس پر سرکار نے فرمایا کہ میں آپکے ساتھ ہوں پھر حضرت اباجیؒ نے سرکارؒ سے تین وعدے لئے :

○ اول یہ کہ غلام تارک دنیا نہیں ہوگا اور اپنے گھر بار اور بیوی بچوں کے ساتھ معمول کی دنیا گزارے گا۔

○ دوم یہ کہ کسی کا دماغ ماؤف نہیں ہوگا اور مجذوبیت اس پر طاری نہیں ہوگی۔ بقید ہوش و حواس رہے گا۔

○ سوم یہ کہ اس پر راہ کی کوئی آزمائشی افتاد نہیں پڑے گی۔

حضرت اباجیؒ کا شرف و اعزاز صرف یہی نہیں ہے کہ آپ کو حضرت غوث پاکؒ سے نسبت اویسی حاصل ہے۔۔۔۔ آپ کی غوث پاکؒ سے ملاقات عالم ظاہر میں بھی ہوئی ہے بلکہ غوث پاکؒ نے بہت سے غلاموں کے مراقبہ میں تکرار سے فرمایا کہ ہم اور یہ ایک ہیں۔ یہ ایک ہونے کی نسبت بھی ویسی ہی ہے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو رسول پاکؐ سے تھی آپ نے حضرت علیؓ کے لیئے فرمایا کہ ''**تمہاری روح میری روح تمہارا نفس میرا نفس، تمہارا خون میرا خون اور تمہارا گوشت (لحم) میرا گوشت ہے**'' اس یگانگت کا ہی لازمہ یہ تھا کہ آپ کا فخر یعنی فقر بھی حضرت علی کا فخر بن گیا ہے اور آقا نے آپ کو خرقہء فقر عطا کیا۔ ایسی ہی نسبت حضرت اباجیؒ کو حضرت

غوث پاکؒ سے ہے۔ ماں جیؒ نے بارہا غلاموں سے کہا ''تیرے ابی ہی سرکارؒ ہیں'' ظاہر ہے کہ قرب ظاہری میں ماں جیؒ کا کوئی ہمسر نہیں ہو سکتا اور جس طرح اور جس قرب ظاہر سے انہوں نے اباجیؒ کو دیکھا اس کا کوئی ثانی نہیں۔

آقا نے عطا کی ہے جنہیں دید کی توفیق
جو اہلِ نظر ہیں وہی کر سکتے ہیں توثیق
لیکن مرا دعویٰ نہیں منتِ کشِ تصدیق
محبوب و محب میں کبھی ہوتی نہیں تفریق

جو چاند ہے ہالے کا وہ ہی چاند کا ہالا
سرکارؒ کے محبوب تری شان ہے اعلیٰ

(فائق بدایونی)

یہ بالکل وہی بات ہے جو اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں صاحب نے رسول اکرمؐ کے لیئے کہی تھی کہ

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

(اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں صاحب)

اباجیؒ کی کراچی تشریف آوری کے بعد آپ کا قیام پہلے عباسی مینشن میں رہا

پھر آپ قادری منزل میں منتقل ہو گئے قادری منزل آج بھی سلسلے کا مرکز ہے اور وہیں مرکزی ختم شریف ہوتا ہے اور غلام وہیں حاضری دیتے ہیں۔ قادری منزل میں ہی ابا جیؒ کی وفات ہوئی ایک دن جب آپ کسی بیماری سے صحت یاب ہوئے تو آپ نے فرمایا۔۔۔ ''یہ میری آخری بیماری تھی''۔ سرکارؒ نے فرمایا ہے کہ میں اب کبھی بیمار نہیں ہوں گا۔ یہ سن کر بعض غلام تو خوش ہوئے اور بعض کی آنکھیں پرنم ہو گئیں!۔۔ آپ نے اپنے وقت آخر کے حوالے سے فرمایا کہ ''**ڈاکٹر نبض پر ہاتھ رکھے گا اور اسی چل دینگے**'' قادر بھائی جان فرماتے تھے کہ میں نے سوچا میں ڈاکٹر بلاؤں گا ہی نہیں کہ وہ نبض پر ہاتھ رکھے۔۔۔ مگر جب وقت آیا تو سب کے ذہنوں سے ڈاکٹر والی بات محو ہو گئی۔ آپ کی طبیعت کچھ خراب ہوئی تو قادر بھائی جان ہی ڈاکٹر کو لیکر آئے اباجیؒ نے حقہ ایک طرف کیا بتیسی نکال کر علیحدہ رکھی سیّدھے ہو کر لیٹے اور اپنا ہاتھ ڈاکٹر صاحب کی طرف بڑھا کر فرمایا ''**لو ڈاکٹر صاحب نبض دیکھو**'' ڈاکٹر نے نبض پر ہاتھ رکھ کر کہا ''**بادشاہ لوگ تھے یہ تو گزر گئے**۔۔۔۔

فرداؤدی کا تفرقہ یک بار مٹ گیا
تم کیا گئے کہ سب پہ قیامت گذر گئی

اعلیٰ حضرت نظام الدین صاحبؒ نے بتایا کہ پردہ فرمانے سے چند یوم قبل حضرت اباجیؒ انہیں لیکر گاندھی گارڈن گئے اور اعلیٰ حضرت سے فرمایا کہ ''**پتر میرے جانے کا وقت آ گیا ہے میں فلاح دن تاریخ دنیا سے گزر جاؤں گا**'' یہ سن کر اعلیٰ حضرت بے قرار ہو گئے مگر اباجیؒ نے سختی سے فرمایا ''**اگر یہ بات تیری زبان سے نکلی تو گدھی سے زبان کھینچ لوں گا**'' اعلیٰ حضرت نے آبدیدہ ہو کر پوچھا اباجیؒ میں اس وقت موجود ہوں گا؟۔ آپ نے فرمایا ہاں ''تو میرے سرہانے کھڑا ہو گا'' اور جب ڈاکٹر نے نبض پر ہاتھ رکھا تو اعلیٰ حضرت اباجیؒ کے سرہانے کھڑے تھے۔

چند اکابرین سلسلہ:

سطور بالا میں اباجیؒ کی ذات اقدس اور آپ کے سلسلے سے متعلق جو قابل بیان باتیں میرے علم میں تھیں انہیں آنے والے اور موجود غلاموں کی معلومات کی خاطر اختصار کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔ اباجیؒ کا سلسلہ کوئی زبانی وعظ و پند کا سلسلہ تو ہے نہیں اور نہ ہی اس سے متعلق بنیادی باتیں کہیں باقاعدگی سے ضبط تحریر میں ہیں۔ اباجیؒ کی محفلوں میں انکی ہم نشینی اور صحت کا شرف رکھنے والے جو لوگ سلسلے کے متعلق کچھ بتا سکتے تھے کم و بیش سب ہی گزر چکے ہیں اور جو دو چار ہستیاں موجود ہیں وہ گوشہ نشین ہیں۔ جو کچھ میری معلومات میں ہے وہ بھی چند دن کی بات ہے۔ ویسے تو موجود اور آنے والوں کی باطنی رہبری تو اباجیؒ ہی فرما رہے ہیں اور فرماتے رہیں گے مگر آپ کی ہم نشینی کا شرف رکھنے والے جو گزر گئے ان سے متعلق معلومات بھی ایک آدھ نسل کے بعد قصہ پارینہ بن جائیں گی یہ احساس میرے لیئے باعث تکلیف ہے کہ جو زندگی بھر اباجیؒ اور سرکار کو یاد کرتے رہے ہیں اب انہیں یاد کرنے والا کوئی نہیں میں نے اسی احساس کے تحت یہ مناسب سمجھا کہ تمام تو نہیں چند ایسے غلاموں کے نام تو کم سے کم ضبط تحریر میں لے آؤں جنکی اپنی پوری کی پوری زندگی یا سیّدی اور اباجیؒ کہتے کہتے گزری وہ سب نہیں تو ان میں سے چند کا ذکر سطور ذیل ہیں تحریر ہے ساتھ ہی

موجودہ غلاموں میں سے بھی چند ایسے غلاموں کے نام شامل ہیں جن کا کردار سلسلے کے حوالے سے اہم ہے ان سے متعلق تفصیلی معلومات سے میں خود بھی قاصر ہوں اس لیئے کہ بوجہ پیرانہ سالی گوشہ نشین ہوں۔ آٹھویں دہائی کی آٹھویں اکائی (۷۸) سے گزر رہاں ہوں قویٰ ذہنی وجسمانی مضمحل ہو چکے ہیں ہارٹ اٹیک کے بعد سے قلم کی رفتار بھی سست ہو چکی ہے مگر ابّا جیؒ اور سرکارؒ کے تذکرے ان کے سلسلے اور سلسلے کے فیض وکرم کے بیان کے لیئے نیز غلاموں کی عظمتون کے بیان میں خود کو ''جوان ہی سمجھتا ہوں'' ابّا جیؒ کی ایک منقبت میں آپ کے در سے جاری ہونے والے فیض کے حوالے سے بالخصوص اعلیٰ حضرت نظام قادریؒ سے متاثر ہو کر غلاموں کے ضمن میں ایک بند عرض کیا تھا۔

جنہیں اس در سے نسبت ہے وہ جو اس در کے پالے ہیں
زمانے میں وہ رہ کر بھی زمانے سے نرالے ہیں
نہ آہیں انکے لب پر ہیں نہ شکوے ہیں نہ نالے ہیں
نگاہیں خود بتادیتی ہیں یہ سرکارؒ والے ہیں
جنہیں یہ در میسر ہے انہیں سب کچھ میسر ہے
مرے سرکارؒ غوث پاکؒ کے محبوبؒ کا در ہے

ابّا جیؒ کے غلاموں میں منفرد اور ممتاز حیثیت رکھنے والی پانچ ہستیوں کے حوالے سے اسی منقبت کے ایک بند میں ان کے امتیازی شرف کے حوالے دیتے ہوئے عرض کیا تھا کہ

جسے محبوبیت دی اس کو شان دلبری دیدی
ابد تک جو ہے قائم آل کو وہ زندگی دیدی
فقیری دی کسی کو اور کسی کو دوستی دیدی
کسی کو سوزِ جاں دیکر ادائے عاشقی دیدی
عطا سب پر مسلسل ہے کرم سب پر برابر ہے
مرے سرکارؒ غوث پاک کے محبوب کا در ہے

اس بند میں محبوبیت کا حوالہ اعلیٰ حضرت نظام الدینؒ کے لیئے آل کا اشارہ حضرت قادر بھائی جانؒ فرزند ابا جیؒ کے لیئے۔۔فقیری کی تخصیص حضرت محمد علیؒ کے لیئے۔۔۔دوستی کی نسبت سیّد باسط علی جعفریؒ کے لیئے اور عاشقی کا استعار سیّد شبیر علی قادریؒ صاحب کے لیئے ہے۔۔۔۔اور پانچویں مصرے میں لفظ ''برابر مساوی کے معنیٰ میں نہیں متواتر کے معنی میں استعمال ہوا ہے''۔ان کے علاوہ بھی بعض گزری ہوئی اور بعض موجودہ ہستیوں کے نام پر مشتمل فہرست درج ذیل ہے ان میں سے پہلا نام حضرت ابّا جیؒ کی شریک حیات اور تمام غلاموں کی ماں کا ہے۔درج ذیل فہرست میں ۲۵ ہستیوں کا ذکر ہے

۱۔ماں جیؒ	۲۔قادر بھائی جانؒ
۳۔سیّد شبیر علی قادریؒ	۴۔اعلیٰ حضرت نظام الدینؒ

۵۔حضرت محمد علی صاحبؒ	۶۔سیّد باسط علی جعفریؒ
۷۔حضرت مرتضیٰ شفیع	۸۔حضرت احمد شفیع
۹۔حضرت ثانی بھائیؒ	۱۰۔حضرت روفی بھائیؒ
۱۱۔حضرت غلام ربانی مدظلہ	۱۲۔سیّد عزیز بھائی مدظلہ
۱۳۔سیّد محمد حسین بخاریؒ	۱۴۔سیّد اقبال علی قادریؒ
۱۵۔سیّد محمد امین بخاری مدظلہ	۱۶۔پروفیسر شمسی صاحب مدظلہ
۱۷۔ستار بھائی مدظلہ	۱۸۔پروفیسر برنی صاحبؒ
۱۹۔پہلوان نذیرؒ	۲۰۔سیّد ایوب علیؒ صاحب
۲۱۔سیّد شوکت علی قادریؒ	۲۲۔سیّد انور علی قادری انو باپوؒ
۲۳۔غلام نبی بھائیؒ	۲۴۔سیّد زاہد علی قادری مدظلہٗ
۲۵۔کامل صاحبؒ ------	

(۱)

ماں جی رحمتہ اللہ علیہا:

ماں جیؒ کا نام رحیمہ بی بی تھا۔آپ کو ابا جیؒ پیار سے ’’حیمو‘‘ کہتے تھے۔آپ کپورتھلہ کے ایک نیک پرہیزگار بزرگ حضرت عبدالرحمن کی صاحبزادی تھیں۔ حضرت عبدالرحمنؒ قبرستان میں عبادت کر کے راتیں گزارتے تھے اور اور ایک دین دار شخصیت کے مالک تھے۔ماں جیؒ کے مزاج و شخصیت سے ان کے والد کی بزرگی جھلکتی تھی پھر ابا جیؒ کی ذات سے قرب باطنی و ظاہری نے اور ہمہ وقت قربِ صحبت نے جو اثرات مرتب کیئے تھے ان کا مظاہرہ دم آخر تک ہوتا رہا۔راقم نے ماں جیؒ کا آخری زمانہ ابا جیؒ کی وفات کے بعد کا دور دیکھا ہے جب ماں جیؒ تمام غلاموں کے لیئے اور خاص کر قادری منزل پر آنے والے غلاموں کے لیئے ہر وقت دعا گو اور سرکارؒ کو پکارتی ہوئی اور مدد مانگتی ہوئی نظر آتی تھیں غلاموں کو ان سے سچی شفقت اور محبت ملی تھی۔خاص کر سیّد شبیر علی قادری صاحبؒ اور اعلیٰ حضرت نظام الدینؒ سے التفات خصوصی فرماتی تھیں انہوں نے زندگی بھر ابا جیؒ کی فرمانبرداری اور خدمت کی اور سلسلے کی فلاح و بہبود اور غلاموں کی خیر خواہی میں سب سے آگے رہیں اور ابا جیؒ کا بھی التفات خاص ان کے ساتھ رہا۔راہ سلوک میں چلنے اور چلانے والے بزرگوں اور اولیائے کرام کی اپنی دنیاوی زندگی کے اثرات غلاموں اور مریدوں پر بھی مرتب ہوتے ہیں خاص کر رہبر و مرشد کی اپنی ازدواجی زندگی کی بہار طالبوں کے لیئے بھی بے حد مفید ہوتی ہے تاریخ طریقت گواہ ہے کہ جن بزرگوں کے روابط و تعلقات اپنی بیویوں سے باہم معاونت کے رہے ہیں ان کے مریدین و معتقدین کے دنیاوی

حالت بھی بہتر رہے ہیں تاریخ میں اس کی بہترین مثال ہے۔ سرکار دو عالمؐ کے ازواج مطہرات سے تعلق اور مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ کے جناب سیّدہ سے تعلق اور غوث پاکؒ کے اپنی زوجہ محترمہ سے روابط کا مثبت اثر اور پوری امت اور اہل ایمان وعقیدت پر مسلّم ہے۔ اباجیؒ کے سلسلے میں بھی ماں جیؒ کا رویہ اہل سلسلہ کے دنیاوی حالات پر خاص طور سے مثبت رہا ہے اور اہل سلسلہ کے لیئے دینی فیض کے ساتھ فیض دنیا کا جاری ہونا اباجیؒ اور ماں جیؒ کے باہم خوشگوار تعلق کا پرتو ہے۔

اباجیؒ کے ساتھ ماں جیؒ کا معاون رویہ آغاز سے ہی رہا ہے جناب مرتضیٰ شفیع صاحب نے ایک مرتبہ مجھے بتایا کہ حضرت اباجیؒ نے ماں جیؒ سے اپنے خوشگوار روابط اور ماں جیؒ کی فرمانبرداری کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد کیا کہ "**پُتر جب میری شادی ہوئی تو میں رات کو بیچ دریا میں کھڑے ہو کر ایک چلہ کر رہا تھا جب رات کو میں بیچ دریا میں کھڑا ہوا پڑھ رہا ہوتا تو تیری ماں دریا کے کنارے بیٹھی ہوئی میرا انتظار کر رہی ہوتی تھی**" یہ صورت حال اس وقت تھی جب اباجیؒ کی عین جوانی کا عالم یعنی عمر ۲۱ سال تھی اور ماں جیؒ اس سے بھی کم عمر کی تھیں۔

اباجیؒ کے ساتھ ماں جیؒ کی فرمانبرداری کے باطنی ربط کا راقم کو بھی اندازہ ہے کسی بھی غلام کے ساتھ اباجیؒ کا جو باطنی رویہ اور برتاؤ ہوتا تھا عالم ظاہر میں ماں جیؒ کے رویہ اور عمل سے اس کی تصدیق وتوثیق وتائید ہوتی تھی اس نوع کے تین حوالے

اپنی نسبت سے غلام کے ذہن میں موجود ہیں ایک مرتبہ غلام نے خواب دیکھا کہ اباجیؒ کے مزار شریف پر حاضر ہے اور بڑی انکساری کے ساتھ اباجیؒ سے پوچھ رہا ہے کہ "**اباجیؒ میں آپ کا غلام تو ہوں**"؟ کہ قبر مبارک شق ہوئی اور غلام نے حضرت اباجیؒ کو بستر پر لیٹے دیکھا (بالکل اس حالت اور شکل میں جو وقت آخر غلام کے والد بزرگوار کی تھی) کہ آپ نے فرمایا "میرا بیٹا اور واحد بیٹا" اباجیؒ کے یہ الفاظ سن کر غلام بے حد خوش ہوا اور شعبان کی چودھویں شب جب غلام سو 100 نوافل ادا کرنے اور شب بیداری کے لیئے قادری منزل پر حاضر تھا کہ ماں جیؒ سرکارؒ کو پکارتی ہوئی غلام کے پاس تشریف لائیں اور غلام کا دایاں ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑ کر بے باکی سے اپنے سینہ پر رکھا اور فرمانے لگیں دیکھ پتر سرکارؒ کی کیسی توجہ آ رہی ہے۔ بے شک ان کا قلب "اللہ اللہ" کا ذکر کر رہا تھا غلام کو فوراً احساس ہوا کہ یہ اباجیؒ کے "**میرا بیٹا اور واحد بیٹا**" کہنے کا اثر تھا ورنہ کیا کوئی خاتون بیٹے کے علاوہ کسی اور کا ہاتھ پکڑ کر اس بے باکی سے اپنے سینہ پر رکھ سکتی ہے---- یہ صرف اور صرف ماں ہی کر سکتی ہے!---- اسی طرح غلام نے ایک رات خواب دیکھا کہ ایک پلنگ پر اباجیؒ تشریف فرما ہیں اور ماں جیؒ ان کے ساتھ بیٹھی ہیں اور راقم غلام کو ایک چھوٹے سے بچہ کی طرح اور شفقت سے اپنی گود میں لیئے ہوئے اور اپنے دوپٹہ میں چھپائے ہوئے ایسے بیٹھی ہیں کہ غلام کو کوئی نہیں دیکھ رہا ہے اور غلام سب کو دیکھ رہا ہے آج غلام کی گوشہ نشینی کی کیفیت یہی ہے کہ سب اہل سلسلہ کی نظر سے دور غلام اہل سلسلے کے لیئے دعا گو ہے اور اباجیؒ اور ماں جیؒ ساتھ ہیں۔ اسی طرح کے کرم کا ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ ۳ بجے

کے عرس شریف کے موقع پر جب غلام ہسپتال میں داخل تھا اور غلام کی لکھی ہوئی منقبت حضرت مرتضیٰ شفیع نے چادر چڑھاتے وقت مزار شریف پر یہ کہہ کر پڑھی تھی کہ ابا جیؒ میرا بھائی فائق تو بستر علالت پر ہسپتال میں داخل ہے میں اس کی طرف سے یہ منقبت پیش کر رہا ہوں قبول فرمائیں اس وقت ماں جیؒ نے ختم شریف کے بعد ابا جیؒ کے نام کا ایک بغیر سلا ہوا جوڑا ایک بڑا رومال قادری صاحبؒ کو دیکر فرمایا فائق کو پہنچا دینا''۔۔۔جب ماں جیؒ کا وصال ہوا تو غلام آپ کی تدفین میں موجود تھا جب آپ کو قبر شریف میں لٹانے کے بعد آخری دیدار کے لیئے آپ کے چہرے سے کفن ہٹایا گیا تو غلام نے دیکھا کہ چہرہ مبارک نور سے چمک رہا تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی ''تو عمر حسینہ محو استراحت ہے'' پھر وہ چہرۂ مبارک ہمیشہ کے لیئے عالم ظاہر سے اوجھل ہو گیا۔

(۲)

چودھری عبدالقادرؒ

(بھائی جان)

آپ ابا جیؒ کے محبوب نظر چھوٹے فرزند اور سلسلہ کے حوالے سے ابا جیؒ کے جانشین تھے۔آپ نے ابا جیؒ کے بعد سلسلہ کی سربلندی کے لیئے انتھک کوشش اور محنت کی اور اپنی ایک غیر جانب دار ہمدرد اور خیر خواہ حیثیت سے راہوں کے اختلاف کے باوجود مختلف المزاج غلاموں کو باہم مربوط رکھنے اور قادری منزل کی مرکزی

حیثیت بحال رکھنے میں اہم کردار ادا کیا۔آپ قادری منزل پر باقاعدگی سے ہر جمعرات کو یٰسین شریف کا ختم اور چاند کی دس تاریخ کو ختم القرآن (جسے غلام بڑا ختم کہتے تھے) غلاموں کے ساتھ با آواز بلند بڑی دلسوزی اور خشوع وخضوع کے ساتھ پڑھتے اور بہ صمیم قلب بعد ختم غلاموں کے لیئے ابا جیؒ کی آل کے لیئے سلسلہ کی سربلندی کے لیئےاور فیض وکرم کے دوام وقیام کے لیئے دعا فرماتے تھے۔ابا جیؒ کے وصال کے بعد ۱۹۶۴ئ سے ۲۰۰۳ئ آپ کے وصال تک سلسلے کی مرکزی سربراہی آپ ہی کے پاس رہی۔آپ منکسر المزاج اپنی نفی کرنے والے مخدوم کے بجائے خود کو غلاموں کا خادم کہنے والے مشفق اور دعا گو بزرگ تھے آپ کے سنہ ولادت کا تو راقم کو علم نہیں مگر وصال کے وقت آپ کی عمر اسی 80 سال اور نوے 90 سال کے درمیان تھی۔آپ کے بڑے بھائی چودھری عبدالشکور صاحب کراچی میں کسٹم کلیکٹر تھے اور ان سے بڑے بھائی کا جوانی میں انتقال ہو گیا تھا آپ کے دو بیٹوں کا وصال ہو چکا ہے بیٹی امریکا میں مقیم ہیں۔بڑے بیٹے بھائی ستار ماشاء اللہ بقید حیات ہیں آپ کے پوتے اور ثانی بھائی کے بیٹے چودھری غلام ربانی کے پاس اس وقت قادری منزل پر سلسلہ کی سربراہی اور ابا جیؒ کے مزار شریف کی تولیت ہے۔ابا جیؒ کے سلسلے میں ابا جیؒ کی نیابت اصولاً کسی فرد واحد کا حصہ نہیں ہے۔ابا جیؒ اور سرکارؒ کی طرف سے جسے بھی ''اجازت'' ہو جائے وہ غلامی میں داخل کرنے کا مجاز ہے مگر ان سب میں اسے افضلیت اور برتری حاصل ہے جس کے پاس قادری منزل پر ختم شریف پڑھنے اور مزار شریف کی تولیت کا اختیار رہے یہ اختیار ابھی تک ابا جیؒ کے

اولاد کے ہی پاس رہا ہے۔ ابّا جیؒ کے وصال کے بعد ہر غلام کو سلسلے کی سربراہی کے لیئے انتظار تھا کہ دیکھیں یہ اعزاز کسے عطا ہوتا ہے کہ ایک دن ختم شریف کے بعد سیّد شبیر علی قادریؒ نے قادر بھائی جان کا ہاتھ پکڑ کر ان کی جانشینی کا اعلان فرما دیا اور اس دن سے ابّا جیؒ کی جانشینی قادر بھائی جانؒ کو حاصل رہی انہوں نے پردہ فرمانے سے قبل یہ اعزاز ثانی بھائیؒ کو اور ثانی بھائیؒ نے اپنے بیٹے اور موجودہ سربراہ ''ربانی بھائی مدظلہ'' کو یہ اعزاز عطا کیا۔

قادر بھائی جان کے پاس کتابی علم یا رسمی تعلیم کی کوئی سند نہیں تھی۔ ابتدائی تعلیم نہ ہونے کے سبب آپ نے کسب حلال کے لیئے ایک کلینر کی حیثیت سے اپنے کیریر کا آغاز کیا۔ ایک دن آپ کو اسی حیثیت میں حضرات ابّا جیؒ نے ایک مال بردار ٹرک پر لٹکتے ہوئے سفر کرتے دیکھا کہ آپ کی شفقت پدرانہ جوش میں آئی اور آپ نے سرکارؒ سے قادر بھائی کی دنیاوی فلاح و راحت کی دعا کی بس کیا تھا حالات نے پلٹا کھایا اور الحمد اللہ وہ وقت آیا کہ بھائی جان افغان بینک کے شیئر ہولڈر ہو گئے اور ابّا جیؒ کے وصال کے بعد آپ نے ''جی اے شپرز'' کے نام سے کلیرنگ فارورڈنگ کا بزنس شروع کیا جس میں ان کے فرزند ستار بھائی ان کے شریک کار رہے جو الحمد اللہ آج بھی مُتموّل زندگی گزار رہے ہیں۔

بھائی جان ویسے حسین و جسیم قد آوار شخصیت کے مالک تھے میں نے انہیں ''سوٹ بوٹ'' میں ایک بارعب اور باوقار شخصیت کی حیثیت سے بھی دیکھا ہے۔ وہ اپنے حالات کی تبدیلی اور سرکار ابّا جیؒ کے کرم کا اکثر تذکرہ بزبان خود فرماتے تھے

میں نے یہ سب باتیں ان کی اپنی زبان سے سُنی ہیں وہ اکثر ابّا جیؒ کے فضل کرم اور عنایات کے واقعات بڑے جوش و جذبہ سے اثر انگیز انداز میں سنایا کرتے تھے ایک بار سرکار غوث پاک سے ان کی ملاقات عالم ظاہر میں بھی ہوئی تھی آپ نے خود سنایا تھا کہ ایک دن ابّا جیؒ نے غلاموں سے فرمایا کہ سرکارؒ نے کہا ہے کہ وہ غلاموں سے عالم ظاہر میں ملاقات فرمائیں گے۔ یہ سن کر ہر غلام مشتاق زیارت تھا قادری بھائی جان نے فرمایا کہ ایک دن میں خاصی خطیر رقم لیئے ہوئے سڑک سے گزر رہا تھا کہ ایک سائل نے آکر مجھ سے سوال کیا میں الحمد اللہ سائل کے روپ میں سرکارؒ کو پہنچان گیا اور اپنی بھری ہوئی جھولی ان کے حوالے کر دی کہ اس میں سے آپؒ نے شاید ایک روپیہ لیکر فرمایا اپنے ''ابّا جیؒ کو میرا سلام کہنا''

جب کوئی غلام اپنے کسی مسئلہ کی کُشائش کے لیئے آپ سے کچھ عرض کرتا تھا تو آپ اس کے لیئے دعا کرتے تعویز مرحمت فرماتے اور مزار شریف پر حاضری دیکر ابّا جیؒ سے معاملہ عرض کرنے کی ہدایت فرماتے تھے۔ وصال سے قبل آپ کی بیماری نے طول کھینچا جس کے سبب آپ کے ذہنی و جسمانی قویٰ کمزور ہو گئے تھے مگر آپ کو سلسلے کی سربلندی اور غلاموں کی فلاح و بہبود کا تا دم آخر خیال رہا۔ آپ اکثر فرماتے تھے کہ میں قادری منزل پر آنے والے سرکاری غلاموں کا خدمت گزار ہوں۔ آپ کا تعلق خاطر قادری صاحبؒ اور نظام الدین صاحبؒ دونوں سے خصوصی تھا اور قادری صاحبؒ کو شاہ صاحب اعلیٰ حضرتؒ کو بھائی نظام الدین کہتے تھے۔ بعد وصال آپ کو ابّا جیؒ کے قدموں میں حجرے شریف کی بیرونی دیوار کے ساتھ سپرد خاک کیا گیا۔

(۳)

سیّد شبیر علی قادریؒ

آپ اباجیؒ کے سلسلے کی بزرگ وبرتر اور اہم ترین شخصیت تھے جنہیں حضرت اباجیؒ شاہ صاحب اور شاہ جی کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ آپ سلسلے کی ایک صاحب اجازت قدیم ترین ہستی تھے جنہوں نے اباجیؒ کے سلسلے کی اکثر معروف شخصیات کو نوافل پڑھا کر داخل سلسلہ کیا تھا ان میں بطور خاص اعلیٰ حضرت نظام الدینؒ، سیّد باسط علی جعفریؒ اور پروفیسر مرتضیٰ شفیع صاحبؒ رحمتہ اللہ علیہم کے نام قابل ذکر ہیں۔ راقم غلام کو بھی آپ سے ہی نوافل پڑھنے کا شرف حاصل ہے۔

آپ احمد آباد صوبہ گجرات کے رہنے والے حسنی سیّد اور غوث پاکؒ کی اولاد تھے۔ پیری مریدی آپ کا خاندانی ورثہ تھا آپ کو اپنے سلسلے کی نعمت اپنے والد بزرگوار سے حاصل تھی اور کراچی کے ایک معروف بزرگ اور ولی اللہ حضرت ابوالحسناتؒ (یا ابوالحسنؒ) سے بیعت ہوکر آپ نے ان کے سلسلہ کی بھی نعمت حاصل کی تھی۔ جب آپ اباجیؒ کے سلسلے میں داخل ہوئے تو اباجیؒ نے آپ کی دونوں نسبتوں کو قائم رکھتے ہوئے آپ کی سابقہ نعمتوں کو بحال رکھا۔ آپ کے متعلق حضرت اباجیؒ اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے فرماتے تھے کہ شاہ جی کو دیکھنے کے لیئے (جیسے بڑی گیند کے لیئے اشارہ کرتے ہیں) اتنی بڑی آنکھ چاہیے۔ اس جملے کے رموز اباجیؒ ہی جانیں! قادری صاحب کو ان کے معتقدین گجرات کے تمدنی اثر کے تحت "باپوا ور

باوا" کہتے تھے مگر سیّد باسط علی جعفر جو ان کے قدیم ساتھی دوست اور مداحوں میں تھے اور جنہیں قادری صاحبؒ نے داخل سلسلہ کرنے کی نوافل بھی پڑھائی تھیں انہیں "باوا یا باپو" کہنے کی بجائے "**قادری صاحب**" کہتے تھے۔ تا کہ لوگ اباجیؒ "باوا اور باپو" کی معنوی مماثلتوں میں غلط تصورات نہ کر بیٹھیں۔

قادری صاحبؒ کی ابتدائی تعلیم ندوۃ المسلمین میں ہوئی تھی مگر حصول سند سے قبل آپ کا سلسلہ تعلیم منقطع ہوگیا تھا اور آپ کتابی علم کے حصول سے زیادہ باطنی علم اور طریقت کی طرف مائل تھے جب چھوٹے بچہ کی حیثیت سے آپ دوسرے بچوں کے ساتھ کھیلتے تھے تو کھیل بھی "اسم اللہ" ڈھونڈنے کا ہوتا تھا۔ بعض حوالوں سے یہ بات بھی راقم کے علم میں آئی ہے کہ آپ کے ہمجولی بچوں میں کبھی کبھی حضرت قاسمؑ (جو حضرت حسنؑ کے صاحبزادے تھے اور کربلا میں شہید ہوئے) ایک بچہ کے روپ میں آ کر شریک ہوجاتے تھے۔ قادری صاحبؒ کے والد بزرگوار کو میں نے بھی دیکھا تھا جاننے والے کہتے تھے کہ "**آپ قد وقامت خدوخال اور وضع قطع میں حضرت غوث پاکؒ سے بہت مشابہت رکھتے تھے**" جب آپ نے قادری صاحبؒ سے حضرت اباجیؒ کا تذکرہ سنا تو اباجیؒ کی خدمت میں حاضر ہوکر خود کو اور اپنے مریدین کو اباجیؒ کے سپرد کر کے گوشہ نشین ہو گئے۔ ویسے آپ اپنے حلقے میں ایک معروف ومقبول پیر کی حیثیت سے جانے جاتے تھے اور آپ کے حلقہِ ارادت میں بڑے بڑے کچھی میمن تجار اور صاحبان حیثیت شامل تھے مگر آپ نے حضرت اباجیؒ کی عظمت کے اعتراف میں سب ترک کر دیا یہ خود ان کے صاحب نظر و صاحب بصیرت ہونے کا ثبوت تھا۔

یہ اب سے تقریباً ساٹھ سال پہلے کی بات ہے کہ قادری صاحبؒ کراچی آ کر کسب حلال کےلیےیر وزگار کی تلاش میں تھے اور شام کو گھر سے نکل کر ایک پان والے کی دکان پر جا کر بیٹھتے تھے اور اباجیؒ شام کو ٹہلنے کیلیئےجہانگیر پارک جایا کرتے تھے راستے میں قادری صاحبؒ پر ان کی نظر پڑتی تھی ایک دن اباجیؒ نے قادری صاحب کے قریب پہنچ کر گاڑی رکوائی اور قادری صاحبؒ سے گاڑی میں بیٹھنے کو کہا۔ یہ واقعہ مجھے خود قادری صاحبؒ نے سنایا تھا آپ نے فرمایا میں حکم کے مطابق خاموشی سے گاڑی میں بیٹھ گیا اور یہ سمجھا کہ یہ کوئی سیٹھ ہیں جو مجھے کہیں لے جا رہے ہیں شاید مجھے نوکری مل جائے گی۔ جب میں آپ کے گھر پہنچا تو آپ نے فرمایا شاہ جی وضو کرو اور دو رکعت نفل پڑھو قادری صاحبؒ فرماتے تھے کہ میں نے تعمیل کی اور جونہی سجدے میں گیا تو عالم ہی کچھ اور یکھا جو نا قابل بیان ہے

یہ بھی ہے تیرا کرم ہم جو یہاں تک پہنچے
پھر پہنچ کر بھی نہ سمجھے کہ کہاں تک پہنچے
جتنا سمجھے ہیں وہ بھی کیسے زباں تک پہنچے
ہاں جو تو چاہے تو پھر سارے جہاں تک پہنچے

اک نظر ڈال کے ادنیٰ کو بھی اعلیٰ کر دے
اسم اللہ کا ہر دل میں اجالا کر دے

(فائق بدایونی)

یہ تقریباً ۱۹۵۲ء کی بات ہے کہ ایرانیاں اسکول میں قادری صاحبؒ اسلامیات وعربی کے معلم مقرر ہوئے حسن اتفاق کہ وہیں باسط صاحبؒ سائنس کے اور مرتضیٰ شفیع صاحبؒ اردو کے استاد مقرر ہوئے ''اس طرح اجتماع سعدین نہیں بلکہ اتحاد ثلاثہ'' قائم ہو گیا ان میں قادری صاحبؒ اباجیؒ کے سلسلے میں داخل اور صاحب اجازت تھے۔ قادری صاحبؒ کی نظر انتخاب نے یہ دونوں ہیرے چن لیئے تھے ان کے علاوہ اعلیٰ حضرت نظام الدینؒ جن کا آنا جانا قادری صاحبؒ کے پاس تھا اور جنہیں قادری صاحبؒ نے داخل سلسلہ کر کے اپنا بیٹا بنایا تھا اور اباجیؒ کے سپرد کر کے اعلیٰ حضرت کا لقب دیا تھا ان کی شمولیت سے یہ مثلث مربع ہو گیا اور قادری صاحبؒ کی وساطت سے باسط صاحبؒ مرتضیٰ شفیع صاحبؒ اور اعلیٰ حضرت نظام الدینؒ تینوں داخل سلسلہ ہو کر باہم قریبی ساتھی اور دوست بن گئے۔ اس وقت قادری صاحبؒ کی رہائش نرائن داس کمپاؤنڈ کے ایک خستہ فلیٹ میں تھی۔ اعلیٰ حضرتؒ کی رہائش رنچھوڑ لائن کے ایک خستہ تر فلیٹ میں انوکھا کمپاؤنڈ میں تھی۔ باسط صاحبؒ جامعہ ملیہ میں لیکچرر ہو گئے تھے اور جامعہ کے کمپاؤنڈ میں ان کی رہائش تھی اور مرتضیٰ شفیع صاحبؒ اپنے والد شفیع صاحب اور بڑے بھائی احمد شفیع کے ساتھ ملیر سٹی میں رہتے تھے اور جامعہ ملیہ میں اردو کے لیکچرار ہو گئے تھے چند دن بعد اعلیٰ حضرتؒ کی رہائش راجہ مینشن کے ایک فلیٹ میں ہو گئی اور ان چاروں کا باہم اجتماع جامعہ ملیہ ملیر میں باسط صاحبؒ کے مکان پر اور زیادہ تر راجہ مینشن میں اعلیٰ حضرتؒ کے فلیٹ میں ہونے لگا اور وہ لوگ جو اعلیٰ حضرت نظام الدینؒ کے ذریعہ نوافل پڑھکر داخل سلسلہ ہوئے

تھے راجہ مینشن میں ہی حاضری دیتے تھے ختم شریف میں شرکت کے لیئے قادری منزل جاتے تھے اور عام اجتماع اعلیٰ حضرتؒ کی رہائش پر اور خواص کا اجتماع باسط صاحبؒ کے گھر پر رہتا تھا۔

راجہ مینشن میں اعلیٰ حضرتؒ کی رہائش کے دوران ایک حادثہ یہ پیش آیا کہ ان کا ایک چھوٹا بیٹا جو غالباً چھ سات سال کا تھا اور جس کے لیئے ابا جیؒ نے اعلیٰ حضرتؒ سے فرمایا تھا کہ ''یہ میرا ہے'' وہ اسٹو و میں آگ بھڑکنے سے جل کر شہید ہو گیا یہ واقعہ اعلیٰ حضرتؒ کی غیر موجودگی میں اس وقت پیش آیا کہ جب قادری صاحبؒ اعلیٰ حضرتؒ کے فلیٹ میں موجود تھے۔

اعلیٰ حضرتؒ کو یہ بات سخت ناگوار گذری کہ قادری صاحبؒ نے اپنے باطنی اختیار کو استعمال کر کے بچہ کو کیوں نہیں بچا لیا۔

شاید ان کے ذہن سے یہ بات محو ہو گئی تھی کہ اسے ابا جیؒ نے ''میرا ہے'' کیوں کہا تھا بظاہر یہ دنیاوی سبب اور باطناً راہوں کا اختلاف اعلیٰ حضرتؒ اور قادری صاحبؒ کے درمیان وجہ فصل بن گیا جسے اعلیٰ حضرتؒ کے ساتھ بیٹھنے والے بعض نا سمجھ غلاموں نے ہوا دیکر فسانہ بنا دیا اور ان کی طرف سے قادری صاحبؒ کے لیئے نارِوا و ناشائستہ الفاظ ادا ہونے لگے باسط صاحبؒ نے اس ناپسندیدہ صورت حال کو مزید خراب ہونے سے بچانے کے لیئے قادری صاحبؒ کو ان کے فلیٹ پر پہنچا کر ان سے کہا کہ ''اب آپ یہیں بیٹھیں'' اس طرح قادری صاحبؒ ۶۶-۱۹۶۵ء سے آخر تک وہیں گوشہ گیر رہے قادری صاحبؒ نے اپنے آخری دور میں اپنی گوشہ گیری

کی زندگی پر تبصرہ کرتے ہوئے مجھ سے فرمایا کہ ''مجھے باسط یہاں بٹھا گیا تھا سو یہیں بیٹھا ہوں وہ باسط صاحب کو اپنا بڑا بھائی اور دایاں ہاتھ کہتے تھے اور باسط صاحب آخر تک انہیں اپنا محسن کہتے رہے کہ انہوں نے باسط صاحبؒ کو نوافل داخلہ پڑھا کر ابا جیؒ تک پہنچایا تھا''۔ قادری صاحبؒ نے اپنی گوشہ نشینی کی مدت جو کم بیش سات آٹھ سال کے قریب تھی کمال صبر و استقامت کے ساتھ گزاردی اور لوگوں کے غیر ذمہ دارنہ تبصرے جوان کے کان تک پہنچے سنی ان سنی کر کے کمال تحمل و درگزر کے ساتھ برداشت بلکہ نظر انداز کیئے۔ اس زمانے میں قادری صاحبؒ کا ہر جگہ آنے جانے کا سلسلہ منقطع ہو چکا تھا وہ صرف ختم شریف میں یا شب بیداری میں یا عرس کے موقع پر مزار شریف جاتے تھے ورنہ گوشہ نشین۔۔۔قادری منزل پر ماں جیؒ کی طرف سے ان کے لیئے بڑی شفقت اور ابا جیؒ کی آل کی طرف سے ان کے لیئے بڑا احترام تھا۔ اعلیٰ حضرتؒ کی طرف سے ان کے مدارج و مراتب اور عظمت سے نہ انکار تھا اور نہ کبھی ان کی زبان سے کوئی نازیبا کلمہ سنا'' ایک مزاجی نوعیت کا سا اختلاف اور بے تعلقی کی سی کیفیت تھی مگر بعض لوگ اس معاملے میں حد سے تجاوز کرنے والے بھی نکلے باسط صاحبؒ، مرتضیٰ شفیع صاحب اور برنی صاحبؒ اور جمیل بھائی ''غلام بھائی'' جو اعلیٰ حضرتؒ کے ہم نشین بھی تھے قادری صاحبؒ کا برابر احترام کرتے رہے۔

راقم کے داخل سلسلہ ہونے کے وقت قادری صاحبؒ چونکہ گوشہ گیر ہو چکے تھے اس لیئے راقم سے ان کا کوئی معاملہ ہی نہ تھا مگر یہ ضرور ہے کہ جب وہ اپنے بیٹوں بھتیجوں اور بھائی کے ساتھ ختم شریف میں شرکت کے لیئے قادری منزل آتے تھے

اورجس قدر تحمل اور بردباری کے ساتھ وہاں خاموش بیٹھتے تھے اس کا بڑا مثبت تاثر راقم پر قائم ہوتا تھا پھر یہ کہ قادری منزل پر ختم شریف تو قادری بھائی جانؒ پڑھتے تھے مگر نماز باجماعت کی امامت قادری صاحبؒ ہی فرماتے تھے اور راقم پر جب بھی قادری صاحبؒ کی نظر پڑتی تھی تو راقم کو ان کی محبت محسوس ہوتی تھی مگر:۔

کچھ ایسے مقامات بھی گزرے ہیں نظر سے
دیکھا کیئے اور چپ رہے حالات کے ڈر سے

ایک دن جب راقم اردو کالج سے قادری منزل ختم شریف میں شرکت کے لیئے جارہا تھا تو یہ خیال پیدا ہوا کہ شاید راستے میں قادری صاحبؒ سے ملاقات ہوجائے گی۔ اس سوچ میں راستہ کٹتا رہا کہ جب بوہرہ پیر صاحب کے مزار کے پاس پہنچا تو قادری صاحبؒ کو دیکھا کہ ایک پھل والے کے ٹھیلے کے ساتھ کھڑے ہوئے ختم شریف کے لیئے پھل خرید رہے ہیں جب مجھ کو گزرتے ہوئے دیکھا تو بڑھ کر سلام کر کے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر پھل خریدنے لگے ان کے بیٹے اقبال قادری اور حسنی اور شاہد سلیم بھی ان کے ساتھ تھے برابر ہی ایک گھوڑا گاڑی کھڑی تھی کہ آپ بوجہ علالت و کمزوری پیدل نہیں چل سکتے تھے ختم شریف میں شرکت کے لیئے گھوڑا گاڑی میں جاتے تھے پھل خریدنے کے بعد مجھ سے بڑی محبت کے ساتھ فرمایا ''چلو گاڑی میں بیٹھو'' میں نے تعمیل حکم کی آپ نے گاڑی میں بیٹھ کر فرمایا ''دور اب بھی اباجیؒ کا ہے ذرا سا کرم کا انداز بدل گیا ہے'' مجھے پوری گفتگو میں یہی جملہ یاد ہے۔ غرض میں ان کے ساتھ گاڑی میں قادری منزل پہنچا اور یہ سوچتا رہا کہ

اگر اعلیٰ حضرتؒ نے مجھے قادری صاحبؒ اور ان کے بیٹوں کے ساتھ گاڑی سے اترتے دیکھا تو وہ کیا سوچینگے'' اور ایسا ہی ہوا نہ جانے انہوں نے کیا سوچا'' اس واقع کے بعد سے ان کے رویہ میں میرے لیئے کچھ ''رزرویشن'' آ گئی۔

اس زمانہ میں قادری صاحبؒ کی گوشہ نشینی میں کچھ محفل نشینی کا رنگ آنا شروع ہوا اور مرتضیٰ شفیع صاحبؒ کا آنا جانا اعلیٰ حضرتؒ کے یہاں سے ختم ہوکر قادری صاحبؒ کے گھر شروع ہوگیا تھا۔ میرا مرتضیٰ شفیع صاحبؒ کا ساتھ اور باہم تعلق سہیل کی معرفت ہوا تھا جو جامعہ میں مرتضیٰ شفیع صاحبؒ کے شاگرد رہے تھے۔ اسی تعلق کے ذریعے میں ان کی ہی وساطت سے اعلیٰ حضرتؒ کی خدمت اور اباجیؒ کے در تک پہنچا تھا۔

اعلیٰ حضرتؒ اور باسط صاحبؒ مجھے مرتضیٰ شفیع صاحبؒ کا ''دسنکھا یا سنگ کا'' بہ معنی ساتھی'' کہتے تھے کہ ایک دن مرتضیٰ شفیع صاحبؒ قادری منزل سے ختم شریف سے واپسی کے وقت مجھے لیکر قادری صاحبؒ کے گھر پہنچے۔ قادری صاحب نے محبت اور مسکراہٹ کے ساتھ مجھے قبول کیا۔ اس سے پہلے ایک واقعہ یہ ہو چکا تھا کہ ایک دن ختم شریف کے بعد جب لنگر تقسیم ہو رہا تھا اور باسط صاحبؒ قادری صاحبؒ کے پاس بیٹھے کچھ باتیں کر رہے تھے کہ انہوں نے مجھے قریب بلایا اور قادری صاحبؒ کے چھوٹے بیٹے حسنی کے داخلے کے لیئے کہا۔ حسنی نے اس وقت میٹرک پاس کیا تھا اور گورنمنٹ کامرس کالج میں ان کا داخلہ مطلوب تھا۔ میں نے حسنی سے کہا کہ آپ فلاں وقت میرے پاس ریڈیو پاکستان آ جایئے میں آپ کو لیکر چلوں گا اور انشاء اللہ داخلہ ہوجائے گا وقت مقررہ پر حسنی میرے پاس آئے میں انہیں لیکر کالج گیا اور

ان کا داخلہ ہوگیا۔ اس کے دوسرے یا تیسرے دن حسنی پھر میرے پاس آئے اور کہنے لگے ”بابا نے کہا کہ بدایونی صاحب کو میرا سلام کہنا“ بدایونی صاحب کو سلام مجھے کچھ عجیب سا لگا اور میں نے حسنی سے کہا کہ بابا سے کہنا میرا نام فائق ہے۔ حسنی دوبارہ میرے پاس آئے اور بولے کہ بابا نے کہا ہے ”فائق فائق ہے“

قادری صاحبؒ کی طرف سے یہ پہلا ”اظہار کرم تھا“ ۔۔۔۔۔۔۔

”پھر تو وہ جانِ کرم ایسا کھلا ایسا کھلا“ کہ میرے پاس اظہار تشکر کو الفاظ نہیں ہیں۔

جب قادری صاحبؒ کی خدمت میں حاضری کا سلسلہ شروع ہوا تو وہاں قادری صاحبؒ کے فلیٹ سے ایک دو فلیٹ کے فاصلے پر رہائش پذیر ایک بزرگ ”سیّد صاحبؒ“ سے ملاقات ہوئی قادری صاحب کی سیّد صاحب سے قربت ان کے گوشہ نشینی کے دور میں بڑھی جو قادری صاحبؒ کے ساتھ قادری منزل تو شاید کبھی نہیں گئے مگر عرس شریف میں ضرور شرکت کرتے تھے اور عرس شریف میں میرے منقبت پڑھنے کے سبب مجھ سے واقف ہو گئے تھے مگر ان سے میری ملاقات نہیں تھی۔ جب قادری صاحبؒ کی دوبارہ سجنے والی محفل میں باقاعدگی سے آنا جانا شروع ہوگیا تو قادری صاحبؒ نے بھی مجھے نوافل پڑھائیں اور فرمایا کہ میں تو تنہا بیٹھنے کا عادی ہوگیا تھا مگر سیّد صاحب نے ایک مرتضٰی شفیع کو اور ایک تجھے یہاں بلانے کے لیئے مجھ پر بہت زور دیا ورنہ میں نے تو سیّد صاحب کو بھی بلانا نہیں چاہا تھا انہیں بھی سرکارؒ نے بھیج دیا۔ سیّد صاحب حسینی

سیّد تھے منکسر المزاج ہونے کے باوجود ان میں معاملاتی سختی تھی انہیں قادری صاحبؒ سے نعمت ملی تھی۔ ماں جیؒ کے وصال کے بعد جب محمد علیؒ صاحب کا دوبارہ آنا شروع ہوا تو قادری صاحبؒ کا قادری منزل جانا بھی ختم ہوگیا اور پھر قادری صاحبؒ نے سیّد صاحبؒ کے فلیٹ پر ختم شریف پڑھنا شروع کردیا جس میں مرتضٰی شفیع صاحبؒ ان کے بڑے بھائی احمد شفیع صاحبؒ پروفیسر انصار ماجد بھائی اور راقم کی بھی شرکت ہونے لگی تھی۔ قادری صاحبؒ کی قادری منزل کی عظمت و مرکزیت اور قادر بھائیؒ کے احترام کے باوجود قادری منزل پر حاضری کم یا ختم ہوگئی تھی یہ محض معمولات کی تبدیلی تھی عقیدے میں کوئی فرق نہیں آیا تھا اس حوالے سے ایک بار قادری صاحبؒ نے فرمایا کہ ”قادر بھائی جان اگر میری کھال کے جوتے بنوا کر پہنیں تو یہ میرے لیئے شرف ہے مگر قادری منزل پر حاضری کے لیئے یا تو مجھے حکم فرمائیں یا مدینہ شریف ہوکر واپس آجائیں تو حاضری شروع ہوجائے گی مگر ان دونوں باتوں میں سے کوئی بات پوری نہیں ہوئی۔

یہ مارچ ۱۹۷۳ئ کی بات ہے کہ راقم کو سر درد اور چکروں کی شکایت ہوئی راقم کے ماموں زاد بھائی پروفیسر جلیسی اسی زمانے میں سول ہسپتال میں ای۔ این۔ ٹی کے پروفیسر سرجن تھے ان کے مشورے پر سرجن صغیر نے جو ان کے ماتحت تھے میرے سائینس کا آپریشن کیا جس کے دو تین دن بعد ناک سے خون جاری ہوگیا اور مجھے سول ہسپتال میں داخل ہونا پڑا جہاں میری حالت بہت خراب ہوگئی۔ جب قادری صاحبؒ کو مرتضٰی شفیع صاحبؒ کے ذریعے علم ہوا تو آپ نے مرتضٰی شفیع صاحبؒ سے کہا ”چل فائق کو دیکھنے ہسپتال چل“ ۔۔۔۔ وہ بوجہ علالت و نقاہت گھر سے باہر نہیں نکلتے تھے مگر میری حالت کا سن کر سول ہسپتال تشریف لائے اور میرے بیڈ پر

اپنا پیر رکھ کر کھڑے ہو کر تقریباً آدھا گھنٹہ مراقبہ کیا پھر آنکھ کھول کر فرمایا ''میں نے تجھے سرکاری ہسپتال میں داخل کروا کے تیرا مکمل علاج کروا کے تیری صحت یابی کا صداقت نامہ لیکر وہاں سے فارغ کروایا ہے اب تو بیس 20 سال تک بیمار نہیں پڑے گا'' اور وقعتاً ایسا ہی ہوا۔ ہسپتال میں میرا قیام ۲۳ مارچ سے ۱۱ اپریل تک رہا اور ۶ اپریل کو ہونے والے عرس شریف میں شرکت سے قاصر رہا۔۔۔ میری بیماری کا رمز یہ تھا کہ اعلیٰ حضرتؒ کی نشستوں میں شرکت ختم کر کے قادری صاحبؒ کی محفلو میں بیٹھنا اعلیٰ حضرت کی طبع محبوبیت پر گراں گزرا اور انہوں نے ابا جیؒ کے عرس شریف پر منقبت پڑھنے کا جو اعزاز دیا تھا وہ معطل کر دیا مجھے اس بات کا احساس تھا اور میں نے سرکارؒ سے عرض کیا کہ یا سیّدی میں ابا جیؒ کے محبوب کی بات رد کرنا یا کرانا نہیں چاہتا مگر یہ ضرور چاہتا ہوں کہ ابا جیؒ کی منقبت پیش کرنے کا میرا اعزاز قائم رہے۔ سرکارؒ نے راستہ یہ نکالا کہ مجھے بیمار بنا کر ہسپتال میں داخل کروا دیا کہ اعلیٰ حضرتؒ کی بات پوری ہو جائے اور میری التجا اس طرح قبول کر لی کہ بیماری میں مجھ سے منقبت مکمل کروا کے مرتضیٰ شفیع صاحبؒ کے ذریعے میری طرف سے پیش بھی کروا دی۔ سبحان اللہ میرے سرکارؒ کی شان کرم میں نے اسی پس منظر میں اس منقبت کا پہلا بند یہ کہا تھا کہ

کروں پہلے تو میں حمد و ثنائے ذاتِ ربّانی
پڑھوں پھر ایک نعتِ پاک فخرؐ نوعِ انسانی
عطا ہو پھر مجھے سوزِ درون و کیفِ روحانی

ملے سرکارؒ کی جانب سے اذنِ منقبت خوانی
کہوں پھر یہ بنامِ غوثِ اعظم غوثِ صمدانی
کرم یا ابّا جیؒ یا شمعِ بزمِ شاہِ جیلانی

یہ ۱۹۷۵ء کی بات ہے کہ ایک دن قادری صاحب مرتضیٰ شفیع صاحبؒ کے ساتھ میرے گھر پیر کالونی میں تشریف لائے اور مجھے اپنے گھر پر منعقد ہونے والی محفل نعت و مناقب میں شرکت کی دعوت دی مگر یہ سب کچھ گھر کے دروازے پر ہوا اور میرے اصرار کے باوجود گھر کے اندر تشریف نہیں لائے اور مجھ سے فرمایا ''ویسے میں تیرے گھر کی ایک ایک اینٹ پر بیٹھا ہوں مگر اس وقت مجھ سے گھر کے اندر آنے کی ضد نہ کر'' میں اس انکار کے رمز کو سمجھ کر خاموش ہو گیا اور تاریخ مقررہ پر ان کے گھر حاضر ہو کر شریک محفل ہوا اور ایک منقبت پڑھی محفل میں بڑا رنگ رہا جس کے اختتام پر قادری صاحبؒ نے مجھ سے فرمایا ''جتنی دیر تو منقبت پڑھتا رہا ہے ابا جیؒ تیرے سر پر ہاتھ رکھے کھڑے رہے ہیں'' ابا جیؒ کے اس اہتمام کرم کا رمز یہ تھا کہ قادری صاحبؒ کی محفلیں اور نشستیں ''معشر الجن والانس'' کے پرتو میں ہوتی تھیں جن میں'' خاکی اور آتشیں دونوں مخلوق ہوتی تھیں یہ اس لیئے تھا کہ ابا جیؒ کے سلسلے میں آنے سے پہلے قادری صاحبؒ کو دوسرے دو سلاسل کی جو نعمتیں حاصل تھیں ان میں سے کسی ایک کا لازمہ جناتوں کی سربراہی اور آتشیں مخلوق کو فیض کا اجراء تھا ابا جیؒ نے قادری صاحبؒ کو داخل سلسلہ کر کے ان کی سابقہ نعمتیں اور نسبتیں سلب نہیں کیں بلکہ انہیں تسلیم کر کے ماں جیؒ کو اس

کانگراں بنا دیا۔۔۔ اس کا حوالہ اکثر قادری صاحبؒ کی گفتگو میں ملتا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ سرکارؒ اباجیؒ کا جو کرم ہے وہ تو اپنی جگہ ہے ہی "مگر ماں نے جو کرم کیا ہے وہ بے مثال ہے۔ ماں جیؒ نے انہیں اپنے بیت گھر پر تصرف بھی دیا تھا۔ جس کے سبب قادری صاحبؒ نے اپنے وقتِ گذر سے قبل اپنے گھر سے رہائش ترک کر کے سوسائٹی میں مرتضیٰ شفیع صاحبؒ کے مکان کو ماں جیؒ کا گھر قرار دیکر اس میں رہائش اختیار کر لی تھی اور وہیں سے وقت آخر ہسپتال میں داخل ہوئے تھے"

قادری صاحبؒ نے مجھے ایک اور اعزاز بھی دیا تھا وہ یہ ہے "مجھے بیٹا بنایا تھا اور مجھے پُتر کہتے تھے" یہ بات صرف پتر کہنے کی حد تک ہی نہیں تھی بلکہ اس سے زیادہ تھی قادری صاحبؒ کے پردہ فرمانے کے بعد مجھے ان کے بیٹے مرحوم اقبال قادریؒ نے بتایا کہ "بابا نے ایک دن ہم سب کو جمع کر کے صاف الفاظ میں کہا تھا کہ فائق تمہارا بڑا بھائی ہے میرے بعد تم اس کے ہی کہنے پر چلنا" یہ سنانے کے بعد مرحوم اقبال نے افسردگی کے ساتھ کہا "مگر بابا کے بعد آپ ہمارے طرف آئے ہی نہیں"۔۔۔ میں کیا عرض کروں فقراء کے رموز کو سمجھنا بڑی مشکل اور نازک بات ہے۔۔۔۔ میں ایک دن قادری صاحبؒ کی خدمت میں ایسے وقت پر حاضر ہوا جب کوئی ان کے پاس نہ تھا رات کا وقت تھا بجلی چلی گئی تھی۔ ہم دونوں اندھیرے میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے قادری صاحبؒ بڑے

خوشگوار موڈ میں تھے میں انہیں مختلف نعتوں کے اشعار سنا رہا تھا اور وہ بڑے شوق اور دلچسپی سے سن رہے تھے کہ میں نے انہیں حسن رضا خان صاحبؒ کی لکھی ہوئی نعت کے درج ذیل شعر سنائے

دل درد سے بسمل کی طرح لوٹ رہا ہو
سینہ پہ تسلی کو ترا ہاتھ دھرا ہو

-----☆------

کیوں اپنی گلی میں وہ روادارِ صدا ہو
جو بھیک لیئے راہِ گدا دیکھ رہا ہو

-----☆------

میں کیوں کہوں مجھ کو یہ عطا ہو وہ عطا ہو
وہ دو کہ ہمیشہ مرے گھر بھر کا بھلا ہو

یہ آخری مصرعہ سن کر قادری صاحبؒ فقیرانہ جوش کے ساتھ کھڑے ہوئے اور نعرہ مارا "جا دیا"۔۔۔ کیا دیا اور جو دیا وہ کہاں ہے یہ دینے والا جانے اس کا اللہ جانے۔۔۔ بہر حال اپنے بیٹے کو انہوں نے جو ہدایت کی تھی وہ اس واقعہ کے بعد ہی تھی۔ اب چونکہ وقت گزر چکا ہے اور بات پرانی ہو چکی ہے اس لیئے مجھے بیان کرنے میں کوئی قباحت محسوس نہیں ہو رہی ہے کہ وہ ازراہ کرم یہ چاہتے تھے کہ میں ان کے بعد ان کی محفلوں میں اباجیؒ کی عطا کردہ نعمت کا امین بن کے بیٹھوں "برخلاف اس

کے باسط صاحبؒ میری انجمن آرائی کے حق میں نہ تھے اور ان کا خیال تھا کہ:۔

اس کو انگور ہی رہنے دو
کیوں کھینچے کیوں حرام ہو جائے

قادری صاحبؒ نے ایک مرتبہ اپنے ارادے کے عملی مظاہرے کے طور پر سیّد صاحب کے فلیٹ میں ختم شریف سے قبل نماز مغرب کی ادائیگی کے لیئے بہت سے دیگر غلاموں کی موجودگی میں خود امامت کرنے کے بجائے مجھے امام کی جگہ کھڑا کر کے کہا ''چل نماز پڑھا'' مرضیءِ مولا از ہمہ اولیٰ۔ میں نے حکم کی تعمیل تو کی مگر زور سے قرائت نہ کر سکا کہ جیسے کسی نے میری آواز سلب کر لی ہو۔۔۔قادری صاحبؒ نے نیت باندھے باندھے ڈانٹ کر کہا ''زور سے پڑھ'' مگر میری آواز تو سلب ہو چکی تھی جس سے قادری صاحبؒ کو مایوسی ہوئی! شاید انہوں نے اپنے فیصلہ بدل دیا اس لیئے کہ ''باطن ان پر روشن تھا''۔۔۔۔ پھر انہوں نے یہ ذمہ داری مرتضیٰ شفیع صاحبؒ کے بڑے بھائی احمد شفیع کے ذمہ کی جن کا مزار شریف قادری صاحبؒ کے مزار کے قریب ہے۔ اس واقع کے بعد سے میری حاضری میں کچھ کمی ہو گئی مگر قادری صاحبؒ کے لطف و کرم میں فیصلے کے باطناً تبدیل ہو جانے کے باوجود کوئی کمی نہیں آئی میری حاضری میں کمی کا احساس کرتے ہوئے مرتضیٰ شفیع صاحبؒ نے میرے مشفق و ہمدرد کی حیثیت سے میرے لیئے سفارش گزاری کی جس پر قادری صاحبؒ نے فرمایا ''فائق چاہے کالے چور کے ساتھ بیٹھے وہ سرکارؐ کا غلام ہے'' اسی طرح

اعلیٰ حضرتؒ نے میرے لیئے فرمایا تھا کہ ''فائق میرے پاس آئے یا نہ آئے اس کے لیئے قیامت تک میرے دروازے کھلے ہیں'' اس سارے فضل و کرم کا راز باسط صاحب کی یہ نصیحت تھی کہ ''مرکز مضبوطی سے پکڑے رہنا'' اور اس کی اہمیت کا اندازہ مجھے قادری صاحبؒ کے وقت آخر کے شاید آخری الفاظ سن کر ہوا۔

جب قادری صاحبؒ پر آخری بیماری کا شدید حملہ ہوا تو وہ سوسائٹی میں مرتضیٰ شفیع کے مکان ''ماں جیؒ کے گھر'' سے ہسپتال میں داخل ہو گئے مجھے جونہی یہ خبر ملی میں ہسپتال پہنچا۔ دروازے سے داخل ہوا کہ پورے ہسپتال میں مشک مہک رہا تھا قادری صاحبؒ کے گھر والے اور ان کے پاس حاضری دینے والے غلام انتہائی افسردہ اور مغموم ہسپتال کے لان پر بیٹھے تھے۔ میں نے مرتضیٰ شفیع صاحبؒ سے کہا کہ آیئے ''بابا'' سے مل آئیں وہ لرزہ بر اندام بولے کہ مجھ میں ان کا سامنا کرنے کی طاقت نہیں۔ دیگر بہت سے غلاموں کا بھی یہی حال تھا کہ نہ معلوم کیوں قادری صاحبؒ کا سامنا کرنے سے کترا رہے تھے۔ انتہا یہ ہے کہ ان کے جگری دوست سیّد صاحبؒ مرحوم تک اپنے گھر میں ہی رہے ان سے ملنے ہسپتال نہیں گئے۔ مگر میں تو ناواقف تھا مجھے نہ کوئی گھبراہٹ ہوئی نہ خوف میں نے قادری صاحبؒ کے بڑے بیٹے اقبال قادریؒ سے پوچھا ''بابا کس کمرے میں ہیں'' وہ بولے آیئے میرے ساتھ چلیئے وہاں کمرے میں قادری صاحبؒ کے پاس صرف اقبال کا آنا جانا تھا باقی کوئی سامنا کرنے کی ہمت نہیں کر رہا تھا میں جب اقبال قادریؒ کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا تو قادری صاحبؒ آنکھیں بند کیئے نیم غنودگی کے سے عالم میں لیٹے تھے اور انتہائی

کمزور نظر آ رہے تھے میں نے انہیں چونکا کر با آواز بلند سلام کرنا مناسب نہیں سمجھا اور خاموش ان کے بیڈ کے ساتھ جا کر کھڑا ہو گیا کہ اقبال صاحبؒ نے با واز بلند کہا ''بابا فائق صاحب آئے ہیں یہ سن کر قادری صاحبؒ نے آنکھیں کھولیں اور با آواز بلند ایک طاقتور آدمی کی طرح ''السّلام علیکم کہا اور میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں مضبوطی سے پکڑ کر فرمایا'' ---''ابّا جیؒ'، ماں جیؒ، فائق صاحب'' ---غالباً یہ انکے آخری الفاظ تھے کہ اس کے تقریباً ایک گھنٹہ بعد وہ عالم بقا میں چلے گئے۔ جب میں ان کے وصال کی خبر سن کر ان کے گھر پہنچا تو غسل و تکفین کے بعد ان کی میت کو ان کے فلیٹ میں دیکھا کہ ''جسم میں جہاں جہاں انجیکشن لگے تھے وہاں وہاں سے خاصی مقدار میں خون جاری تھا جسے روئی کے پھائے میں جذب کیا جا رہا تھا اور خون سے مشک کی مہکتی ہوئی خوشبو آ رہی تھی'' بعد مرگ جسم سے مہکتا ہوا خون جاری ہونا ان کی نسلی اور نسبتی صداقت اور اپنی ذات کی باطنی رفعت کا منہ بولتا ثبوت تھا۔

قادری صاحبؒ کو ابّا جیؒ والے قبرستان میں ایسی جگہ دفن کیا گیا کہ آج ابّا جیؒ کے مزار شریف پر جانے والا ہر زائر انکے مزار سے ہو کر گزرتا ہے انہوں نے ایک بار مجھ سے فرمایا تھا کہ میں چاہتا ہوں کہ ''مجھے ایسی جگہ دفن کیا جائے کہ ابّا جیؒ کے مزار پر آنے والا ہر شخص میرے سینہ پر قدم رکھتا ہوا گزرے سو آج ہر گزرنے والا انہیں سلام کرتا ہوا گزرتا ہے''

راقم نے ان کی تاریخ وصال کہی ------**عشق غوث**-----

ع + ش + ق + غ + و + ث = ۱۹۷۶ء

۷۰ + ۳۰۰ + ۱۰۰ + ۱۰۰۰ + ۶ + ۵۰۰ = ۱۹۷۶ء

----------☆--------

(۴)

اعلیٰ حضرت سیّد نظام الدین قادریؒ

غوث اعظمؒ شاہِ طریقت
جن کو ابّا جیؒ کی چاہت
ابّا جیؒ کو جن سے محبت
میرے رہبر اعلیٰ حضرتؒ
میرا ماہی صلِّ علیٰ میں کچھ بھی نہیں

آپ ابّا جیؒ کے محبوب میرے محسن اور مجھے سلسلے میں داخل کرنے کے لیئے نوافل پڑھا کے سرکار غوث پاکؒ کی غلامی دلوانے والے اور ابّا جیؒ کے سلسلے کی ''مشہور معروف شخصیت'' تھے۔ یہ اب سے ۴۵ سال قبل کی بات ہے کہ پروفیسر مرتضٰی شفیع صاحبؒ جن سے میرے قدیم مراسم تھے ایک دن نبی باغ کالج سے اٹھکر مجھے لیکر راجہ مینشن کے ایک فلیٹ میں پہنچے جہاں دس بارہ حضرات موجود تھے ان میں ایک نوجوان چھریرے جسم کے بارعب اور پروقار شخصیت کے

مالک ایک صاحب سے اعلیٰ حضرت کہہ کر ان کی دوست بوسی کر کے مخاطب ہوئے اور فرمانے لگے یہ فائق صاحب ہیں اور ان کا دل زور زور سے دھڑکتا ہے۔ یہ سن کر اعلیٰ حضرتؒ نے محبت آمیز لہجے میں ہاتھ ملایا اور بیٹھنے کو کہا۔ مرتضٰی شفیع صاحب کو اباجیؒ نے داخلِ سلسلہ کرنے کے لیئے نوافل پڑھانے کی اجازت خود عالم ظاہر میں عطا کی تھی مگر مرتضٰی شفیع صاحبؒ اپنی نفی کرتے ہوئے جسے چاہتے تھے داخلِ سلسلہ کرنے کی نوافل خود پڑھانے کے بجائے ازرہ عجز اعلیٰ حضرتؒ کی خدمت میں پیش کر دیتے تھے اور اعلیٰ حضرتؒ آنے والے کو نوافل پڑھا کر داخلِ سلسلہ کرتے تھے۔ مرتضٰی شفیع کے لیئے اعلیٰ حضرتؒ کا ارشاد تھا کہ یہ جسے بھی لائے گا خواہ وہ کوئی بھی ہو میں اسے نوافل پڑھاؤنگا۔ اور اس حوالے سے آپ بہت سے لوگوں کو نوافل پڑھا چکے تھے۔ مگر مرتضٰی شفیع کے کہنے کے باوجود مجھے نوافل نہیں پڑھائیں اور فرمایا کہ ''ہاں تم غلام ہو گئے جب چاہو آیا کرو'' اس موقع پر جامعہ ملیہ کالج میں بایولوجی کے پروفیسر سیّد باسط علی جعفریؒ بھی وہاں موجود تھے جنہوں نے مرتضٰی شفیع کی سفارش سنتے ہی اس زمانے کے میرے خستہ حالات سن کر فرمایا ''**سرکارؐ کرم کرینگے آپ کی دنیا بھی بنے گی اور دین بھی۔ پہلے دنیا مکمل ہوگی پھر دین**''۔ باسط صاحبؒ کا اس طرح دخیل ہو کر یہ سب کچھ کہنا نظام الدین صاحبؒ نے پوری طرح نوٹ کیا اور اس کے معنی بھی سمجھ گئے۔ باطنی رمز یہ تھا کہ اباجیؒ نے مجھے باسط صاحبؒ کے حوالے کیا ہوا تھا۔ میری باسط صاحبؒ سے ظاہرہ ملاقاتیں نہیں تھیں اس سے قبل میں صرف ایک مرتبہ مرتضٰی شفیع صاحبؒ کے ساتھ بورڈ کے ٹیبولیشن کے سلسلے میں باسط صاحبؒ سے

ملا تھا مگر باسط صاحبؒ مجھے پہلے سے دیکھے ہوئے تھے کہ جب ۵۲ء میں، میں اردو کالج میں سال اول کا طالب علم تھا اور کراچی یونیورسٹی اپنی پرانی عمارت رنچھور لائن میں اردو کالج کے سامنے تھی۔ جہاں اب کراچی کالج برائے طالبات ہے۔ اس وقت باسط صاحبؒ جو علی گڑھ سے ایم۔ ایس۔ سی پریویس پاس کر کے آئے تھے کراچی یونیورسٹی سے پروفیسر ڈاکٹر افضال قادری کے زیر نگرانی ایم۔ ایس۔ سی فائنل کر رہے تھے ان کا بھی ان ہی گلیوں میں آنا جانا تھا۔ اور میرا بھی۔ وہ اس وقت سے میرے صورت آشنا تھے اور نہ معلوم کیوں میرے لیئے نرم رویہ رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ میں نے ان سے پوچھا تھا کیا آپ مجھ سے ۵۲ء سے واقف تھے تو فرمانے لگے ''**اس سے بھی بہت پہلے سے**'' میں نے یہ جملہ سن کر خاموشی اختیار کی اور بعد میں ''**بہت پہلے سے**'' کے معنی کچھ سمجھ میں آ گئے۔ غرض یہ کہ اس کے بعد سے اعلیٰ حضرتؒ کے پاس میرا آنا جانا معمول بن گیا اور اعلیٰ حضرتؒ نے مجھے قادری منزل لے جانا بھی شروع کر دیا اور ختم شریف میں میری شرکت ہونے لگی کہ ایک رات میں نے قادر بھائی جانؒ کو خواب میں دیکھا کہ وہ مجھ سے فرما رہے ہیں کہ ''**تم ابھی سرکارؐ کے غلام نہیں ہوئے ہو**'' اور شاید یہ بھی کہ پھر قادری منزل کیوں آتے ہو یہ سن کر اعلیٰ حضرتؒ نے باسط صاحبؒ کی طرف دیکھا تو باسط صاحبؒ نے فرمایا کہ آپ نفلین پڑھا دیں۔ پھر اعلیٰ حضرتؒ نے نوافل پڑھائیں اور یہ ظاہرہ ضرورت بھی پوری ہو گئی ورنہ اباجیؒ تو سرکار دو عالمؐ کی امامت میں ہونے والی نماز باجماعت میں اپنے بائیں جانب کھڑے ہوئے قادری صاحبؒ اور ان کے

بائیں ہاتھ پر کھڑے ہوئے باسط صاحبؒ کے بائیں ہاتھ پر صف اول میں میرا دایاں بازو پکڑ کر کھڑا کر چکے تھے۔بس جو باطن میں تھا ظاہر ہو گیا۔

اعلیٰ حضرت نظام الدینؒ احمد آباد کے رہنے والے تھے ان کے بڑے بھائی غلام نبی صاحبؒ قادری صاحبؒ کے چھوٹے بھائی جنہیں سب شوکت چاچا کہتے تھے ان کے بچپن میں ہم جماعت رہے تھے اور اس حوالے سے ان کی واقفیت قادری صاحبؒ سے بھی تھی اور اسی حوالے سے نظام الدین صاحبؒ کی قادری صاحبؒ سے ملاقاتیں تھیں کراچی میں نظام الدین صاحبؒ کی ایک سائیکلوں کی مرمت کی دوکان تھی اور یہ دکان ہی ان کی آغاز جوانی میں ذریعۂ معاش تھی جب وہ اس کام سے فارغ ہوتے تو قادری صاحبؒ کے پاس عقیدۃً جایا کرتے تھے قادری صاحبؒ نے مجھ سے فرمایا کہ اسی زمانے میں ایک دن نظام میرے پاس آیا تو بہت غمگین اور افسردہ تھا کہ ہندوستان سے اس کے والد کے انتقال کی خبر آئی تھی۔آپ نے فرمایا کہ اسے آبدیدہ دیکھ کر مجھے دکھ ہوا اور میں نے اس سے کہا کہ آج سے میں تیرا باپ اور تو میرا بڑا بیٹا۔ اس طرح اعلیٰ حضرتؒ قادری صاحبؒ کے بیٹے بن گئے ایک دن قادری صاحبؒ انہیں لیکر اباجیؒ کی خدمت میں گئے اور سرکارؒ کی غلامی کے لیئے سفارش گزار ہوئے۔ اباجیؒ نے نہایت محبت اور دلچسپی سے اعلیٰ حضرتؒ کو قبول کر کے انہیں گود میں بٹھایا اور فرمایا ''شاہ جی مجھے میری امانت مل گئی'' اس جملہ کی شرح میں اباجیؒ نے ارشاد کیا کہ جب مصر اور برطانیہ کی جنگ ہو رہی تھی تو حضرت غوث پاکؒ نے نظام الدین صاحبؒ کو اباجیؒ کے سپرد کیا تھا جس کی تکمیل ظاہرہ قادری صاحبؒ کے ذریعے

ہو گئی۔

اعلیٰ حضرت سیّد خاندان سے تھے اور چودھویں پشت میں ان کا سلسلہ حضرت غوث پاکؒ سے ملتا تھا۔خاندان کے پس منظر میں کچھ پیری مریدی کا بھی حوالہ تھا اس لیئے بچپن سے ہی آپ صحیح العقیدہ تھے۔مزاجاً جوشیلے اور ذہین تھے مزاج میں کچھ جلالی کیفیت بھی تھی اس وقت شادی نہیں ہوئی تھی فرصت تھی اور اباجیؒ اور قادری صاحبؒ کے ہاں حاضری اکثر رہتی تھی آپ کو خود حضرت اباجیؒ نے فقیری کی راہ طے کرا کے اور منازل ومقامات سلوک سے گزار کر درجہ کمال پر پہنچایا تھا اور لوگوں کو داخل سلسلہ کرنے کی اجازت بھی مرحمت فرمائی تھی ۔ اور آپ کو اپنی محبوبیت کے مقام پر فائز کر کے آنکھ کے ساتھ اسم اعظم عطا کیا تھا اور ایسی باطنی نعمت سے نوازا تھا کہ اس دور میں اس کا تصور محال تھا۔اسی نسبت سے انہیں ماں جیؒ کی محبت اور شفقت خاص نصیب تھی اباجیؒ کی محبت دیکھ کر آپ کے بیٹے قادر بھائی جانؒ بھی اور انکی اولاد بھی آپ کا محبت آمیز احترام کرتے تھے اس زمانے میں آپ کی رہائش انوکھا کمپاؤنڈ کے ایک بوسیدہ فلیٹ میں تھی ۔جب آپ کی شادی ہو گئی تو آپ راجہ مینشن کے ایک فلیٹ میں رہائش پذیر رہے قادری صاحبؒ کی ایرانیان اسکول میں ملازمت کے دوران آپ کا وہاں بھی برائے ملاقات آنا جانا رہتا تھا جس کے سبب آپ کے سیّد باسط علیؒ اور مرتضیٰ شفیع نے بھی روابط و تعلقات قائم ہو گئے اور آپ کا آنا جانا باسط صاحبؒ کے گھر جامعہ ملّیہ کیمپس میں بھی رہا۔ باہم قریب اتنا بڑھا کہ قادری صاحبؒ نے باسط صاحبؒ کو اپنا دایاں ہاتھ اور نظام الدین

صاحبؒ کو بایاں ہاتھ کہنا شروع کر دیا۔

راجہ مینشن کی رہائش کے دوران ہی قادری صاحب سے روابط میں تبدیلی آئی ابا جیؒ کا وصال ہو گیا اس طرح اعلیٰ حضرتؒ دینی معاملات میں پوری طرح آزاد اور اپنی مرضی کے مالک و خود مختار ہو گئے البتہ سیّد باسط علیؒ سے ربط و قرب و مشاورت کا سلسلہ جاری رہا آپ باسط صاحب کی والدہ کو اماں کہتے تھے اور ان کا بڑا احترام کرتے تھے مزاجاً جوشیلے اور سخی تھے مزاج پر فقیرانہ رنگ پوری طرح چڑھ چکا تھا جس کا اظہار آپ کی آنکھ کی چمک چہرے کی رونق اور لہجے کی خود اعتمادی سے ہوتا تھا۔ اس دور میں آپ کے ذریعے بہت سے لوگ فیض یاب ہوئے اور غلاموں کی تعداد میں خاصہ اضافہ ہوا۔ پھر آپ ابا جیؒ منزل کی تعمیر کے بعد وہاں منتقل ہو گئے۔ آپکے حلقہ میں دوست اور مشیر و معاون کی حیثیت سے سیّد باسط علی جعفریؒ سب سے نمایاں تھے اور صرف ظاہر میں ہی نہیں بلکہ باطن میں بھی آپ کو باسط صاحبؒ کی مدد و معانت حاصل تھی۔ باسط صاحبؒ بھی ایک کامل فقیر صاحب بصیرت با اختیار ہستی تھے مگر نظام الدین صاحبؒ کی محبت اور اپنی نفی میں ایک نیاز مند طالب نظر آتے تھے حالانکہ بہت سے معاملات میں وہ اعلیٰ حضرتؒ کے مددگار تھے اور بقول خود وہ اعلیٰ حضرتؒ کے ساتھ کسی آس کے ساتھ نہیں بیٹھے تھے وہ سرکارؒ کی نسبت سے ''انا عبدہ'' کی تفسیر تھے۔

باسط صاحبؒ کی نسبت سے اعلیٰ حضرتؒ کے حلقے میں شامل ہونے والوں میں پروفیسر مرتضٰی شفیع، پروفیسر عشرت الحسن برنی، جمیل صاحب (غلام بھائی) باسط

صاحبؒ کے بچپن کے ساتھی نذیر بھائی، ماجد بھائی اور راقم شریک تھے یہ سب چونکہ ملیر اور ڈرگ روڈ کے رہنے والے تھے اس لیئے بعض لوگ انہیں ملیر گروپ یا پڑھے لکھے لوگ کہتے تھے باسط صاحبؒ گروہ بندی اور انجمن آرائی کے حق میں کبھی نہیں رہے بلکہ آخر تک اپنی مکمل نفی اور دوسروں کی کامل اثبات کے ساتھ سب کو متحد رکھنے کے لیئے کوشاں رہے آپ کا فرمان یہی تھا کہ **''مرکز کو مضبوطی سے پکڑے رہو''** وہ ذاتی برتاؤ میں نہایت نرم اور اصولی معاملے میں خاص کر ابا جیؒ کے سلسلے کی انفرادیت اور براہ راست نسبت کے حوالے سے نہایت اصولی اور سخت گیر تھے۔ اعلیٰ حضرتؒ نے چونکہ نعمت لٹانے اور فیض پہنچانے میں بڑی سخاوت اور دریا دلی کا مظاہرہ کیا تھا اس لیئے آنے والوں میں بعض ایسے لوگ بھی شامل ہو گئے تھے جو ابا جیؒ کے سلسلے کی ممتاز اور منفرد حیثیت سے مزاجاً ہم آہنگ نہیں تھے اسی لیئے باہم ایک ہی محفل میں بیٹھنے والے بہت سے معاملات میں مختلف الخیال ہو گئے تھے۔ اعلیٰ حضرتؒ سے عقیدت خاص رکھنے والوں میں **سیّد ایوب علی صاحبؒ** کو یہ امتیاز حاصل تھا کہ وہ خود بھی ان کے والد صاحب اور ان کی اولاد بھی خاص کر ان کے دونوں بیٹے ایک تو پہلوان محبوب اور دوسرے سیّد مظہر علی جو بعد میں اعلیٰ حضرتؒ کے داماد ہوئے ہمیشہ سے قرب خاص رکھتے تھے سیّد صاحبؒ کی باطنی آنکھ بھی روشن تھی وہ صاحب مراقبہ اور صاحب مقام تھے ان کی عاشقانہ نگاہیں ہر وقت اعلیٰ حضرتؒ پر مرکوز رہتی تھیں۔ ایسے ہی صاحب نظر صاحب مراقبہ کامل صاحبؒ بھی ان سے قرب خاص رکھتے تھے۔ حبیب ماما اور کریم کا کا ان کے خاص خدمت گزار تھے۔ فریدی

صاحب نسیم، شعیب۔ آفتاب۔ سلیمان سیٹھ، احمد منشی چاچا اور ان کے چھوٹے بھائی
با قاعدگی سے حاضری دینے والوں میں تھے اعلیٰ حضرت کے بڑے بھائی غلام نبی
صاحب بھی عزت و احترام کا رویہ رکھتے تھے۔ غرض یہ کہ اعلیٰ حضرت کی محفل
پر بہار تھی۔ باطن کا حال تو جاننے والے ہی جانتے ہیں معاملات میں اعلیٰ حضرتؒ کا
رویہ عفوو درگزر کا اور ڈھیل والا تھا اور اس کا ہی انجام یہ ہوا کہ ایک دن اعلیٰ حضرتؒ نے
اعلان کردیا کہ ''اب یہاں دنیاداری ہوگی یہاں جو آئے کلب سمجھ کے
آئے'' ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ فقیر سے دنیاداری کرنا کھولتے ہوئے تیزاب سے کھیلنا ہے۔

انجام کار یہ ہوا کہ خالص دین کے لیئے بیٹھنے والوں میں سوچ پیدا ہوئی کہ یہ
اشارہ کیا ہے؟ ادھر کالجوں کے قومی تحویل میں جانے کے ساتھ پروفیسر سیّد باسط علیؒ
کا تبادلہ بحیثیت پرنسپل مسلم کالج حیدرآباد ہوگیا۔ انہوں نے قادری صاحبؒ کی
''جگار'' کے بعد جمیل بھائی برنی صاحب ماجد بھائی اور مجھ سے کہا کہ قادری صاحبؒ
کے پاس جایا کریں۔ برنی صاحبؒ اپنے ہی گھر میں گوشہ گیر ہوگئے۔ جمیل بھائیؒ
مسقط میں مقیم تھے۔ ماجد بھائیؒ نے اور میں نے قادری صاحبؒ کے ہاں حاضری
شروع کردی جس پر دنیاوی نظر رکھنے والوں نے اعلیٰ حضرتؒ کو بدظن کرنے کی کوشش
کی مگر فقیر پر تو باطن روشن تھا انہوں نے میرے ماجد بھائی اور برنی صاحبؒ کے لیئے
فرمایا کہ ''ان کے لیئے میرے دروازے ہمیشہ کے لیئے کھلے ہیں'' اس کے بعد راقم
اعلیٰ حضرت کی نشستوں کے حالات سے بے خبر رہا کہ ان کی رحلت کی خبر سنی وہ سخی
حسن قبرستان میں دفن کیے گئے جہاں ان کا مقبرہ تعمیر ہوا ان کے معتقدین ان کے
مزار شریف پر حاضری دیتے ہیں اور غلام سے ان کی ملاقات عالم خواب میں ہوتی
رہتی ہے اور اس طرح کہ ان سے کسی بھی قسم کی دوری یا فصل کا احساس نہیں ہوتا کہ

سرکارؒ کے غلاموں کی روحانیاں ایک دوسرے کی مدّاح و معترف وبہی خواہ ہیں۔ اللہ
تعالیٰ اعلیٰ حضرت کے مدارج و مقامات مزید بلند کرے۔

(۵)

حضرت محمد علی صاحبؒ

جب اباجیؒ کراچی تشریف لائے اس وقت محمد علی صاحبؒ نوجوان تھے اور اس
وقت سے ہی ان پر اباجیؒ کی نظر کرم اور التفات خاص تھا۔ حضرت اباجیؒ کے سلسلے کی
چار بڑی ہستیوں میں شامل تھے۔ قادری صاحبؒ کو اباجیؒ کی عاشقی کا اعزاز حاصل
تھا۔ اعلیٰ حضرت نظام الدینؒ کو محبوبیت نصیب تھی۔۔۔ باسط صاحبؒ کو اباجیؒ نے
دوست کہا تھا اور محمد علی صاحبؒ کو خالص فقیری عطا ہوئی تھی۔ ان کے لیئے اباجیؒ
فرماتے تھے ''سلطان باہو تو ''ہو'' کے شیر تھے میرا محمد علی ''لاھوَیالَہ'' کا
شیر ہے'' میں محمد علی صاحبؒ سے ذاتی طور پر نا واقف ہوں ان کو میں نے صرف
ایک دوبار دیکھا تھا ان کے متعلق جو کچھ سنا ہے باسط صاحبؒ سے سنا ہے۔ باسط
صاحبؒ کے پاس ان کے لیئے بڑی قدرومنزلت تھی وہ انہیں خالص فقیر کہتے تھے ان
کے بقول اباجیؒ کے سلسلے کے اکابر بھی ان پر رشک کرتے تھے۔ ''لَاھُوَ'' کے
شیر'' والا جملہ بھی میں نے ان کے لیئے باسط صاحبؒ سے سنا ہے اور میں یقین سے
نہیں کہہ سکتا کہ یہ مقام ''لَاھُوَ'' ہے ''یالَہ'' اس لیئے کہ ''اسم اللہ'' کے
لیئے کہا جاتا ہے کہ یہ اسم بڑے رمز رکھتا ہے اور یہی اسم اعظم ہے کہ

اگر اس سے ''الف'' ہٹا دیا جائے تو ''لِلّٰہ'' ہوجاتا ہے ''لام'' ہٹادیا جائے تو لَہٗ ہوجاتا ہے اور دوسرا لام ہٹادیں تو ''ہٗ'' رہتا ہے یہ تمام سلوک کے مقامات ہیں اور حضرت سلطان باہوؒ اسی مقام ہو کے شیر تھے اسی لیئے وہ ''سلطان باہوؒ'' کہلاتے ہیں''۔ میں یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ حضرت محمد علی کے لیئے ابا جیؒ جو لفظ کہتے تھے ''لاہوٗ کا شیر'' تھا یا ''لَہٗ کا'' واللہ اعلم۔

حضرت ابا جیؒ نے محمد علی صاحبؒ کے لیئے ایک لغزش کا حوالہ دے کر ارشاد فرمایا تھا کہ اگر یہ اس لغزش سے بچ گیا تو اس کے در سے جاری ہونے والے لنگر کے لیئے ایک من نمک درکار ہوگا غالباً یہ شرط ان کے مجرد رہنے کی تھی جو پوری نہ ہوسکی اور انہیں ابا جیؒ کے در سے بظاہر اترنا پڑا۔ قادری صاحبؒ فرماتے تھے کہ جب محمد علیؒ کو در سے اتار اگیا ہے تو مجھے غم کی شدت کے سبب ''خون کے دست جاری ہو گئے تھے'' ان کے در سے اترنے کے باوجود ابا جیؒ نے انہیں عطا کی ہوئی نعمت سلب نہیں کی تھی جس کے لیئے اعلیٰ حضرتؒ فرماتے تھے کہ محمد علیؒ کے پاس نعمت تو ہے مگر وہ دوسروں کو دینے والی نہیں ہے میں نے ایک مرتبہ انہیں قادری منزل پر ختم شریف میں دیکھا تھا جب انہوں نے باسط صاحبؒ سے فرمایا تھا کہ ''میری معافی ہوگئی ہے'' اس پر باسط صاحبؒ نے کہا تھا ''آپ قادری منزل پر ہی بیٹھیں گے'' ایسا ہی ہوا مگر یہ دور بہت مختصر رہا کہ محمد علی صاحبؒ پردہ

فرما گئے۔ سنا ہے کہ ان کا بھی ایک حلقہ ہے اور ان کے متعلقین ومعتقدین کا اجتماع کہیں دھوبی گھاٹ پر جہاں محمد علی صاحبؒ کی رہائش تھی باقاعدگی سے ہوتا تھا اور شاید یہ اب بھی جاری ہے۔ راقم موجودہ تفصیلات سے ناواقف ہے البتہ یہ جانتا ہے کہ ہزار نشیب وفراز کے باوجود محمد علی صاحبؒ بقول باسط صاحبؒ ''تیغ براں اور کامل فقیر تھے'' اللہ انکے مراتب بلند فرمائے۔ ان کے متعلق مجھے بعض باتیں روفی بھائی نے بھی ابا جیؒ کے حوالے سے بتائی تھیں جن کے بیان کا یہ محل نہیں اور نہ ہی ان کا تذکرہ ضروری ہے۔

(۶)

سیّد باسط علی جعفریؒ

باسط صاحبؒ کے مقامات ومدارج ومراتب کا علم نہ تو غلام بھائیوں کو ہے اور نہ ابا جیؒ نے کبھی کھلے الفاظ میں اس کا اظہا کیا۔ ابا جیؒ نے باسط صاحبؒ سے فرمایا تھا ''ماسٹر تو اکیلا ہے یہاں کیا سرکارؒ کا کرم وہاں دیکھنا۔ تقویٰ کر اور گھر کا مالک ہوجا''۔۔۔ ابا جیؒ نے خود کو باسط صاحبؒ کو اور ان کی والدہ کو ایک کیا تھا'' اس کا اظہار آپ نے ایک مراقبہ / مکاشفے میں فرمایا اور اپنے ''غلاموں کی سربراہی بھی عطا کی۔ نیز باطنی طور سے جملہ اختیارات کی اتنی چابیاں عطا فرمائیں جو کئی اونٹوں پر لدی ہوئی

تھیں۔۔۔ساتھ ہی اپنے باطنی یا روحانی گھر ''بیت'' کا مالک بھی بنایا جس کی بنیاد پر باسط صاحبؒ نے اندرون سندھ سے دوبارہ کراچی واپسی پر عالم ظاہر میں اباجیؒ کے گھر کے قیام کا اعلان کر کے باطن سے اس طرح پردہ اٹھایا تھا کہ راقم آج تک اس پر حیران ہے۔مگر افسوس کہ اس وقت باسط صاحبؒ کے قریب ترین غلام بھی بعض منفی قوتوں کا شکار ہو کر ''قیام بیت'' کے کمالات نہ دیکھ سکے جن کا بیان انشاء اللہ آئندہ سطور میں اختصار کے ساتھ آئے گا۔۔۔۔باسط صاحبؒ باطن کی عطاؤں کو باطن میں رکھنے کے قائل تھے فرماتے تھے'' جیسے رسالت کے لیئے اظہار ضروری ہے اسی طرح ولایت کے لیئے اخفا لازم ہے''۔۔۔۔اور انہوں نے اخفا کے کمال کا ایسا مظاہرہ کیا کہ عام لوگ ہی نہیں بلکہ صاحب نعمت و صاحب مراقبہ اور صاحب نظر غلام بھی انہیں ''نعمتوں سے محروم سمجھنے لگے''۔۔۔ان کی فکر کا محور اور فقیری کا اصول سرکار غوث پاکؒ کا یہ فرمان تھا کہ'' اَنَاعَبۡدُہٗ وَلَیۡسَ لِلۡعَبۡدِمَعَ سَیِدِہٖ اِخۡتِیَارٌ وَلَااِرَدَہٗ ○ ''وہ فرماتے تھے کہ فائق صاحب اباجیؒ کے پورے سلسلے میں گھوم آؤ ''انا عبدہ'' کی شان کہیں نہیں ملے گی''۔ان کے باطنی راز اباجیؒ نے مجھ پر منکشف کر دیے تھے اور وہ مجھ سے کھل گئے تھے مگر یہ وعدہ لیا تھا کہ میں ان کی حیات ظاہرہ میں انکے راز کسی پر ظاہر نہیں کروں گا ساتھ ہی یہ بھی فرماتے تھے کہ ''میری آنکھ بند ہونے کے بعد سرکارؒ کے کرم کو جس طرح

چاہو بیان کرنا'' یہی وجہ ہے کہ آج لب کشائی کی جرائت کر رہا ہوں اور جو تحریر کر رہا ہوں اس کی صداقت کے گواہ سرکارؒ اور اباجیؒ ہیں یا اللہ اور اس کا رسولؐ بہتر جانتا ہے۔عالم ظاہر میں اس کی تصدیق و تائید کرنے والا کوئی نہیں ہے۔

اگر بات بشری حوالوں سے شروع کروں تو یہ کہ باسط صاحبؒ بخاری سیّد اور رامپور کے رہنے والے تھے ابتدائی تعلیم رامپور میں اور اعلیٰ تعلیم علی گڈھ میں ہوئی تھی۔ان کی والدہ جنہیں قادری صاحبؒ اعلیٰ حضرتؒ، مرتضیٰ شفیع صاحبؒ اور راقم بھی اماں کہتا تھا بڑی بزرگ اور اصولی خاتون تھیں مزاج میں سختی تھی۔اصولوں پر مصالحت نہیں کرتی تھیں۔باسط صاحبؒ کی پرورش اور تربیت پر بڑی محنت کی تھی اور ان کے لیئے اباجیؒ نے باسط صاحبؒ سے فرمایا تھا'' تیرے لیئے ماں کی دعائیں کافی ہیں''باسط صاحبؒ خود فرماتے تھے کہ'' اماں حضرت موسیٰؑ کی ماں کی طرح ہیں یعنی بیٹے کے لیئے ہر وقت دعا گو اور فکر مند'' ان کی خدمت گزاری اور فرمانبرداری سے ہی باسط صاحبؒ کی دینی راہ بنی تھی جس پر وہ اپنے بیوی بچے اور سب کچھ قربان کرنے کے لیئے تیار رہتے تھے''باسط صاحبؒ کی والدہ انتہائی عبادت گزار بزرگوں کا احترام کرنے والی سیّد زادی تھیں دینی حوالوں میں بہت منکسر المزاج مگر جب ''فقیری انا بیدار ہوتی تو انہیں کوئی ٹس سے مس کرنے والا نہیں تھا''۔۔۔ان کا یہ مزاجی ورثہ باسط صاحبؒ کو بھی ملا تھا مگر وہ اپنی نفی کرنے کے لیئے ہر جذبہ کو دبائے

رہتے تھے سلسلے کے اور غلاموں کے خیر خواہ اور ان کے لیئے ہر وقت فکر مند رہتے تھے وہ سلسلے کے حوالے سے اصولی اور سخت گیر تھے بڑے سے بڑے صاحب مرتبہ غلام سے سلسلہ کی "مرکزیت اور براہ راست نسبت اور خانقاہی طریقوں کی نفی میں" مصالحت کے لیئے تیار نہ تھے ان سے جناتوں کو بھی فیض تھا مگر وہ "انسانوں کے ساتھ جناتوں کو گڈمڈ رکھنے کے سخت خلاف تھے اور اس معاملے میں قادری صاحبؒ کی نرم مزاجی اور رواداری سے بھی اتفاق نہیں کرتے تھے" شاید اسی حوالے سے قادری صاحبؒ نے ایک بار انتہائی رقت آمیز لہجہ میں باسط صاحبؒ کے لیئے مجھ سے کہا تھا کہ "میں باسط کے معیار تصوف پر پورا نہیں اترا"۔۔۔باسط صاحبؒ اباجیؒ کے دو اصولوں کو سختی سے پکڑے ہوئے تھے اول "سلسلہ میں خانقاہیت یا پیری مریدی کے طریقوں سے گریز دوم جناتی معاملات کو انسانی معاشرے سے جدا رکھنا"۔۔۔۔

تشکیل پاکستان کے بعد وہ علی گڑھ سے اپنی تعلیم نامکمل چھوڑ کر پاکستان آ گئے تھے پہلے لاہور اور اکاڑہ میں قیام پذیر رہے پھر کراچی آ گئے کراچی میں ان کی والدہ اور تینوں بہنیں ان کے ساتھ رہیں۔ رامپور سے ان کے اسکول کے دو ساتھی جمیل بھائی (غلام بھائی) اور بھائی نذیر اباجیؒ کے سلسلے میں شریک تھے۔۔۔کراچی آنے کے بعد قادری صاحبؒ مرتضیٰ شفیع صاحبؒ اور اعلیٰ حضرتؒ سے ان کے روابط بہت

قریبی رہے میری اور باسط صاحبؒ کی قربت میں ۱۹۷۵ء سے مسلسل اضافہ ہوتا رہا۔ میرے لیئے فرماتے تھے کہ "تم سے میری محبت اک دھارا رہی اس میں کبھی اتار چڑھاؤ نہیں ہوا"۔۔۔پروفیسر عشرت الحسن برنی اباجیؒ کی محفلوں میں شریک تھے اور جامعہ ملیہ میں باسط صاحبؒ اور مرتضیٰ شفیع صاحبؒ کے ساتھ تاریخ کے لیکچرار تھے باسط صاحبؒ سے اکثر کہتے تھے "آپ دوسروں کے پھٹے میں کیوں پاؤں ڈالتے ہیں؟ باسط صاحب فرماتے تھے کہ ایسا کرنے میں کوئی خسارہ بھی حقیقی خسارہ نہیں ہے۔"

باسط صاحب میں اصولی سختی کے ساتھ دوسروں کے لیئے ذاتی نرمی بہت تھی مگر اصول پر اور خاص کر سلسلے کے دینی اصول پر وہ سب کچھ نچھاور کرنے کا حوصلہ رکھتے تھے جس کا مظاہرہ بارہا ان کے عمل سے ہوا ہے۔ اسی حوالے سے یہ عرض کرنا بے محل نہ ہوگا کہ پروفیسر مرتضیٰ شفیع صاحبؒ کی شادی خاصی تاخیر سے ہوئی جس کی وجہ یہ تھی کہ اس معاملے میں اباجیؒ کے سلسلے کے اکابر کی "فقیری انا" حائل تھی اور کسی میں نہ اسکو توڑنے کی طاقت تھی اور نہ ہی دلچسپی رفتہ رفتہ معاملات نے کچھ ایسی صورت اختیار کی کہ مرتضیٰ شفیع صاحبؒ کی شادی ان کے ہی کالج کی ایک لیکچرار سے ہونے کے امکانات پیدا ہوئے اور مسئلہ باسط صاحبؒ کے سامنے پیش ہوا۔ میں اس وقت موجود تھا کہ باسط صاحبؒ نے ان خاتون کی دلچسپی دیکھ کر جو مرتضیٰ شفیع مرحوم کی زوجہ محترمہ ہیں۔ شادی کی حامی بھر لی اور بالآخر ان کی شادی بخیر عافیت ہو گئی جس میں قادری صاحبؒ اور اعلیٰ حضرتؒ دونوں شریک ہوئے شادی کے بعد مرتضیٰ شفیع

صاحبؒ نے مجھ سے فرمایا ''فائق صاحب یہ باسط صاحبؒ جیسا کامل فقیر تھا جو مجھے سلامت لیکر گذر گیا کوئی دوسرا ہوتا تو اپنی فقیری بھی گواں بیٹھتا'' ۔۔۔۔۔بعد میں جب میں نے اس موضوع پر گفتگو کی تو انہوں نے مجھے اس کے مضمرات سمجھائے۔

اس کتاب میں میں نے جگہ جگہ ایسے بعض واقعات کا تذکرہ کیا ہے جو بظاہر غیر ضروری معلوم ہوتے ہیں مگر ان کے اندراج سے میرا مقصد یہ ہے کہ نئی کھیپ کو یہ واقعات سن کر پرانے غلاموں کے ناموں کے ساتھ اس حقیقت سے بھی آگہی ہوجائے کہ اباجیؒ کی صحبت اور ہم نشتی کا شرف رکھنے والے غلاموں کے باہم روابط اور قرب وفصل کی نوعیت کیا تھی اور ان میں باہم کس طرح کے برادرانہ تعلقات تھے جنہیں اباجیؒ کے اس فرمان کی روشنی میں تعبیر کیا جاسکتا ہے کہ میں نے یہ برادری بنائی ہے کہ تم سب آپس میں بھائی بھائی ہو۔

جو مشکل تھا وہ کام کرکے دکھایا
دلوں سے خیالِ من و تو مٹایا
اِدھر سے بلایا اُدھر سے بلایا
وہ بھائی کو بھائی سے جسنے ملایا
وہ جس نے محبت کی بستی بسادی
وہ محبوبِ غوثِ الوریٰ میرا ہادی

(فائق بدایونی)

میں نے ایک مرتبہ باسط صاحبؒ سے بعض غلام بھائیوں کے رویہ اور مزاج اور فنافی الشیخ کا ظاہری انداز دیکھ کر عرض کیا ''باسط میں عقیدہ کے معاملے میں کٹر بریلوی ہوں مگر'' مجھے اس مسلک والوں میں یہ خرابی نہیں تو کوتاہی کمزوری یا خصوصیت نظر آتی ہے کہ لوگ اللہ کی راہ میں چلنے کے لیئے آتے ہیں مگر درمیان میں اٹک جاتے ہیں ''طالب خیر تو ہوجاتے ہیں طالبِ مولا نہیں رہتے اگر بہت چلے تو حُبِ رسولؐ کے سرور میں مست ہوکر آگے نہیں بڑھتے'' باسط صاحبؒ میری یہ بات سن کر بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے فائق صاحب راہ کا راز ہی یہ ہے کہ طالب کسی حال بھی اللہ کو نہ بھولے اور راستے میں نہ اٹک جائے۔ میں نے یہ بات باسط صاحبؒ میں بدرجہ کمال محسوس کی تھی کہ وہ تمام درمیانی محبتوں کے کیف وسرشاری اور فدایت کے باوجود ''ایک لمحہ کے لیئے بھی اصل سے غافل نہیں ہوئے'' یہ صرف میرا ہی کہنا نہیں بلکہ حضرت اباجیؒ نے ''گھر کے زمانے میں'' یہ ارشاد فرمایا کہ میں ماسٹر کی خوشی اور دلداری کا انتظام کرتا ہوں یہ تھوڑی دیر تو اس میں خوش رہتا ہے مگر سب کچھ یکا یک ترک کرکے ''اللہ تو کہکر اوپر جا بیٹھتا ہے'' اور ایسا ہی گھر کی سرمستی کے زمانے میں ہوا کہ فضل وکرم ولطف وعنایات کی بارش ہورہی تھی ''نوید کرم دمبدم آرہی تھی'' کہ کسی حوالے سے سرکار نے فرمایا باسط ''میرا پرخطر راہ کا نوجوان ہے'' پرخطر راہ اور نوجوان کے الفاظ سن کر باسط صاحبؒ چونکے اور رم آل کار گھر کو بلاک کرکے پھر اپنے ویرانوں میں

چلے گئے وہ خود فرماتے تھے میرے ویرانے بہت بسیط ہیں۔

باسط صاحبؒ اپنے دور طالب علمی سے ہی ادبی ذوق رکھتے تھے ان کی والدہ شاعرہ بھی تھیں دین کا ذوق بھی رکھتی تھیں حضرت کفایت اللہ کافیؒ کی نواسی تھیں۔ انہیں سرکار دوعالمؐ نے بیٹی کہا تھا اور اسی نسبت سے باسط صاحبؒ کے لیئے فرمایا تھا ''میرا حسین ہے''۔۔۔۔باسط صاحبؒ کو ذوق علم و ادب والد بزرگوار اور والدہ سے ورثہ میں ملا تھا۔ ان کے مزاج میں رومانیت کی چاشنی بھی تھی جو بالآخر اباجیؒ اور سرکارؐ کی محبت کی شکل میں ڈھل کر حبِ رسول و رحبِ اللہ بن گئی۔ باسط صاحبؒ کی والدہ فرماتی تھیں کہ باسط جب پیدا ہوا تو اس نے جو پہلی آواز نکالی اس میں صرف ''اللہ اللہ'' کہہ رہا تھا۔

کراچی آکر باسط صاحبؒ نے اپنے کیریر کا آغاز ایراثیاں اسکول میں سائنس کے استاد کی حیثیت سے کیا جہاں عربی و اسلامیات کے استاد سیّد شبیر علی قادریؒ اور اردو کے استاد پروفیسر مرتضیٰ شفیع تھے اور قادری صاحبؒ کے حوالے سے وہاں اعلیٰ حضرتؒ کا بھی آنا جانا تھا۔ ان چاروں ہستیوں کے تعلقات باہم مستحکم ہو کر ایک مثالیہ بن گئے اور یہ چاروں ہستیاں بالآخر اباجیؒ کے سلسلے کی اہم ہستیاں ثابت ہوئیں۔ باسط صاحبؒ چند دن بعد رضا علی کالج میں لیکچرار ہو گئے پھر ان کا تقرر جامعہ ملیہ کالج ملیر میں بحیثیت لیکچرار بایولوجی ہوگیا۔ جامعہ کے کیمپس میں ہی ان کی رہائش بھی رہی جہاں قادری صاحبؒ اور نظام الدین صاحبؒ کا اکثر قیام رہتا تھا وہاں ایک بار حضرت اباجیؒ بھی تشریف لے گئے تھے تقریباً ۱۹۷۸ء تک باسط صاحبؒ کا قیام

وہیں رہا کالجوں کے حکومت کی تحویل میں جانے کے بعد ان کا تقرر بحیثیت پرنسپل مسلم کالج حیدرآباد ہوگیا وہاں سے سچل کالج کے پرنسپل ہو کر رانی پور چلے گئے غالباً ۷۶ میں واپس کراچی آکر سراج الدولہ کالج کے پرنسپل ہوئے پھر ایس ایم سائنس کالج کے پرنسپل ہو کر ریٹائر ہوئے۔ ۲۲ مارچ ۱۹۹۹ئ مطابق ۳ ذی الحجہ ۱۴۱۲ھ کو پردہ فرمایا اور سخی حسن قبرستان میں دفن ہوئے۔

آپ کو قادری صاحب نے داخل سلسلہ کرنے کے لیئے نوافل پڑھائی تھیں اور ان سے ربط بہت قریبی تھا اور ان ہی کی معرفت اعلیٰ حضرت نظام الدینؒ سے قربت بڑھی قادری صاحبؒ باسط صاحبؒ کو اپنا بڑا بھائی اور دایاں ہاتھ کہتے تھے اور اعلیٰ حضرت نظام الدینؒ کو بایاں ہاتھ کہتے تھے۔ جب قادری صاحبؒ کی گوشہ نشینی کا دور شروع ہوا۔ تو باسط صاحبؒ اعلیٰ حضرت کے ہی ساتھ رہے اور راجہ مینشن میں ان کا آنا جانا اور نشست و برخاست اعلیٰ حضرتؒ کے ہی ساتھ رہی۔ قادری صاحبؒ کی محفل میں بیٹھنے والے بعض غلاموں نے باسط صاحبؒ سے کہا کہ آپ نے قادری صاحبؒ کو چھوڑ کر نظام الدینؒ کو کیوں پکڑے رکھا ہے تو باسط صاحبؒ نے فرمایا میں نے ایسا نہیں کیا ہے قادری صاحبؒ کے دائیں ہاتھ نے (اللہ اکبر کہہ کر) بائیں ہاتھ کو پکڑ لیا ہے۔

راجہ مینشن کے دو کمروں کے فلیٹ میں اعلیٰ حضرتؒ کے بیوی بچے بھی تھے اور غلاموں کی نشست بھی جب غلاموں کی تعداد زیادہ ہوتی تو آپ کی بیوی اور بچوں کو باورچی خانے میں مقید رہنا پڑتا تھا یہ بات باسط صاحبؒ کو سختی سے محسوس ہوئی

انہوں نے غلاموں کی مدد اور تعاون سے اعلیٰ حضرتؒ کی رہائش اور غلاموں کی نشست کے لیئے ایک پلاٹ خرید کر مکان تعمیر کرنے کا منصوبہ بنایا جس کی تکمیل گلبرگ نمبر گیارہ میں ایک عالی شان عمارت ''اباجیؒ منزل'' کی شکل میں ہوئی اور اعلیٰ حضرتؒ کے وصال کے بعد اس عمارت کی فروخت تک غلاموں کی نشست وہیں رہی۔ اباجیؒ منزل کی اس طرح تعمیر شاید ماں جیؒ کی مرضی کے خلاف تھی کہ جب اعلیٰ حضرتؒ کی بھتیجی کی شادی کے موقع پر ماں جیؒ اعلیٰ حضرتؒ کے ہاں تشریف لائیں تو وہ اس عمارت میں داخل نہیں ہوئیں اور انہوں نے اس کے بیرونی چبوترے پر ایک کرسی ڈلوا کر وہاں بیٹھنا پسند کیا اس سے اعلیٰ حضرتؒ کی دل شکنی بھی ہوئی مگر باسط صاحبؒ نے انہیں دلاسہ دیکر مطمئن کیا۔ رفتہ رفتہ اباجیؒ منزل کی فضاء دنیاداری کے غلبہ کے سبب جس کا اعلان خود اعلیٰ حضرتؒ نے کیا تھا کچھ ایسی ہوگئی کہ باسط صاحبؒ کی نشست وہاں محدود ہونے لگی۔ برنی صاحبؒ گھٹنوں کی تکلیف کے عذر سے اپنے گھر میں محدود ہو گئے مرتضٰی شفیع صاحبؒ نے قادری صاحبؒ کی جگار کے بعد اباجیؒ منزل آنا جانا ترک کردیا۔ باسط صاحبؒ کا تبادلہ اندرون سندھ ہوگیا۔ ماجد بھائی اور راقم بھی مرتضٰی شفیع صاحبؒ کے ساتھ قادری صاحبؒ کی محفل میں شریک ہونے لگے۔ احمد شفیع صاحب اور پروفیسر انصار کا بھی وہیں آنا جانا شروع ہوگیا۔

پروفیسر عشرت الحسن برنیؒ جنہیں راہِ فقر مکمل کروانے کے بعد اعلیٰ حضرتؒ باقاعدہ صاحب سجادہ بنا کر بٹھانا چاہتے تھے اور باسط صاحبؒ جس کے حق میں نہیں تھے' اپنے مزاج کی انجمن آرائی کے باوجود خلوت نشین ہو گئے وہ راہِ فقر اعلیٰ حضرتؒ

کے مطابق طے کرنے کے ساتھ صاحب مراقبہ اور باطنی آنکھ والے بھی تھے کہ اک دن انہوں نے باسط صاحبؒ سے کہا'' اباجیؒ نے میرا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں دیا ہے باسط صاحبؒ نے یہ سن کر برنی صاحبؒ کو راہِ فقر میں مزید آگے چلانا شروع کیا اور وہ راہیں بھی مکمل کروادیں جہاں شاذونادر ہی اولیاء پہنچتے ہیں باایں ہمہ انہوں نے کبھی برنی صاحبؒ کو محفل سجا کر بیٹھنے کی اجازت نہیں دی وہاں راقم مرحوم ماجد بھائی کا اور غلام بھائی کا آنا جانا رہا ایک دن برنی صاحبؒ نے اپنے گھر پر باسط صاحبؒ سے کہا کہ اباجیؒ نے مجھ سے فرمایا ہے کہ تو ''غلاموں کو لیکر بیٹھ'' یہ سن کر باسط صاحبؒ کرسی سے کھڑے ہوئے اور کہنے لگے اچھا ''آپ بیٹھیں میں چلا'' اس پر برنی صاحب کچھ رنجیدہ خاطر ہو کر خاموش ہو گئے اور باسط صاحبؒ سے ان کے روابط میں کمی آنے لگی یہاں تک کے باسط صاحبؒ نے جب رانی پور سے واپس کراچی آکر اپنے گھر پر شکرانے کا ختم شریف پڑھا تو اس میں جمیل بھائیؒ، ماجد بھائی اور قاضی دیدار علی اور راقم تو شریک ہوئے مگر برنی صاحبؒ گھٹنوں کی تکلیف کا عذر کر کے گھر چلے گئے اور ختم شریف میں شامل نہیں ہوئے۔ اس کے بعد ان کے اور باسط صاحبؒ کے روابط کمزور ہو کر ایسے رہ گئے کہ جب باسط صاحبؒ نے دوبارہ کراچی آکر پیر کالونی میں ''راقم کے گھر کو اباجیؒ کا گھر بنا کر اپنا اور راماں کا قیام وہیں رکھا تو برنی صاحبؒ اسے باسط صاحبؒ کا ذاتی معاملہ کہہ کر علیحدہ ہو گئے اور ماجد صاحبؒ بھی ان کے ہی ساتھ رہے گھر کے زمانے میں میری بیوی باسط صاحبؒ کی والدہ اور بہنیں۔ قاضی دیدار اعلیٰ

اوران کی بیگم اور میں باہم مربوط رہے"۔۔۔۔

باسط صاحبؒ کے اندرون سندھ قیام کے دوران میرا ان کے پاس جانے کا سلسلہ قائم رہا۔ میں عرس شریف کے موقع پر جو منقبت پیش کرتا پہلے باسط صاحبؒ کو سنا کر اس کی منظوری لیتا تھا۔ ہم پیشہ ہونے کے سبب بہت سے سندھ والے کالج کے اساتذہ سے میرے مراسم بھی استوار ہوگئے تھے ان کے علاوہ اس وقت رانی پور میں میونسپل ایڈمنسٹریٹر قاضی دیدار سے بھی روابط بڑھ گئے تھے جنہیں باسط صاحبؒ نے داخل سلسلہ کیا تھا۔ باسط صاحبؒ کے اندرون سندھ قیام کے دوران قاضی دیدار علی صاحب کے حوالے سے جو لوگ شریک سلسلہ ہوئے ان میں چند نام جو میرے حافظے میں ہیں ان میں سکندر، پناہ علی شاہ، ہمت علی، نور محمد اور نظام خاص کر قابل ذکر ہیں۔ یہ سب لاڑکانہ کے لوگ ہیں جہاں باسط صاحبؒ کے ساتھ کئی مرتبہ میرا جانا بھی ہوا اور قاضی دیدار علی کے مکان میں قیام رہا جس کا ایک کمرہ قاضی صاحب نے باسط صاحبؒ کے نام سے مختص کر رکھا تھا۔ باسط صاحبؒ کے اندرون سندھ قیام کے دوران ان کے پاس اکثر میرا آنا جانا ہوتا تھا جس کے سبب میں نے ان کے ساتھ سندھ کے اکثر اکابر اولیا کے مزارات پر حاضری دی تھی۔ حضرت لعل شہباز قلندرؒ کے مزار پر مجھے کئی بار حاضر ہونے کا شرف حاصل ہے ایک بار باسط صاحبؒ کے ساتھ بھی حاضری دی اس مرتبہ حاضری و حضوری کا انداز ذرا مختلف تھا باطنی نظر رکھنے والی قاضی دیدار کی بیگم نے بتایا کہ جب باسط صاحبؒ قلندر صاحبؒ کے مزار پر گئے تو آپ نے خصوصی انداز سے اپنا دربار سجا کر باسط صاحبؒ کا استقبال کیا اور اپنے مقام پر باسط

صاحبؒ کو ساتھ لے جا کر اپنے تخت پر بٹھایا۔۔۔ اسی طرح حضرت سچل سرمستؒ کے مزار پر قاضی دیدار علی کی بیگم نے بتایا کہ وہاں باسط صاحبؒ کے پہنچنے پر سرکار دو عالمؐ کی بھی تشریف آوری ہوئی اور آپ کی باسط صاحبؒ سے باتیں ہوتی رہیں سکھر میں حضرت ضیا شاہ صاحبؒ کے مزار پر حاضری کا موقع ملا۔ لاڑکانہ کے ایک بزرگ کا مزار شریف تو قاضی صاحب کے گھر کے برابر ہی تھا وہاں بھی حاضری ہوئی اس کے علاوہ ایک مشہور قدیم مزار شریف پر بھی حاضری کا موقع ملا یہ ایک سیّد صاحبؒ کا مزار تھا جو معروف بزرگ تھے ان کے مزار پر حاضری کے حوالے سے قاضی صاحب کی بیگم نے بتایا کہ باسط صاحبؒ کے تشریف لانے سے سیّد صاحبؒ بے حد خوش ہوئے اور جب باسط صاحبؒ نے ان کی مزاج پرسی کی تو انہوں نے اپنی پشت کھول کر ایک زخم کا نشان دکھایا اور زمین میں ایک سوراخ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اس میں سے روزانہ ایک سانپ باہر آتا ہے اور میری پیٹھ میں زور سے کاٹتا ہے جس سے مجھے شدید تکلیف ہوتی ہے اور اسی کے سبب یہ زخم ہوگیا ہے۔ باسط صاحبؒ نے اپنا لعاب دہن ان کے زخم پر لگایا اور فائق صاحب سے کہا کہ یہ سوراخ بند کر دیں اس کے بعد سے سیّد صاحبؒ کو سانپ سے نجات مل گئی لاڑکانہ میں ہی ایک معروف بزرگ کے مزار پر حاضری کے لیئے گھر سے نکلے گرمی سخت تھی دھوپ تیز تھی چلنا مشکل ہو رہا تھا مگر حاضری کے لیئے جانے کا ارادہ کر کے نکل چکے تھے فاصلہ بہت کم بھی نہیں تھا اور اتنا بھی نہیں کہ گاڑی کا انتظام کرنا پڑے کہ ساتھ چلنے والے ایک غلام نے دیکھا کہ وہ بزرگ خود تشریف لائے اور باسط صاحبؒ سے فرمایا گرمی اور دھوپ شدید ہے آپ کو

زحمت سے بچانے کے لیئے میں خود ہی حاضر ہو گیا ہوں۔ اسی طرح پناہ علی شاہ نے جب نوافل داخلہ پڑھنا چاہیں تو وہ پہلے سے کسی مرحوم بزرگ کے ہاتھ پر بیعت تھے اور آنکھ والے بھی تھے باسط صاحبؒ نے فرمایا کہ اپنے پیر صاحبؒ سے پوچھ لیں کہ ان کی کیا مرضی ہے انہوں نے مراقبہ کیا اور دیکھا کہ ان کے پیر صاحب فرما رہے ہیں کہ ابا جیؒ سے پناہ علی شاہ کی نسبت ہونا میرے لیئے اعزاز ہے۔ جب لاڑکانہ میں قاضی دیدار علی صاحب کا مکان تعمیر ہو رہا تھا تو باسط صاحبؒ نے ان سے فرمایا تھا کہ مکان میں ایک کمرہ میرے لیئے علیحدہ رکھنا چنانچہ جب باسط صاحبؒ کا لاڑکانہ جانا ہوتا تو ان کا قیام اسی کمرے میں ہوتا اور میں بھی سوائے ایک مرتبہ کے لاڑکانے ہمیشہ باسط صاحبؒ کے ساتھ جاتا تھا اور وہیں ٹھہرتا تھا ایک مرتبہ غالباً پہلی بار ہم تینوں اسی کمرے میں بیٹھے کھانا کھا رہے تھے کہ قاضی صاحب کی بیگم جو الحمد اللہ اب بھی صاحبہ مراقبہ ہیں ہمارے ساتھ بیٹھی تھیں کہ اچانک وہ مزید مؤدب ہو کر سر ڈھک کر اور بالکل سمٹ کر بیٹھ گئیں اور انہوں نے بتایا کہ سرکار دوعالمؐ کی تشریف آوری ہوئی اور ان کے ساتھ ہی حضرت غوث پاکؒ اور حضرت ابا جیؒ بھی تشریف لائے اور تینوں غلاموں کے ساتھ کھانا کھانے میں اس طرح شریک ہو گئے کہ سرکار دوعالمؐ نے باسط صاحبؒ کے ساتھ حضرت غوث پاکؒ نے اس عاجز غلام کے ساتھ اور حضرت ابا جیؒ نے قاضی صاحب کے ساتھ کھانا کھایا۔ یہ واقعہ میں بیان کرنا تو نہیں چاہتا تھا مگر قلم چلتا ہی رہا ایسے مزید کئی واقعات ہیں جن کے بیان کرنے سے دانستہ گریز کرر ہا ہوں کہ لوگ کرم کے ایسے حقائق کو ہماری خوش فہمی قرار نہ دیں۔

باسط صاحبؒ کے اندورن سندھ تبادلے کے بعد قادری صاحبؒ کا بھی وصال ہو گیا۔ میرا آنا جانا اور نشستیں بھی ختم ہو گئیں کہ ایک مرتبہ میں نے رانی پور میں باسط صاحبؒ سے اپنی تنہائی اور بے چینی کا اظہار کیا انہوں نے کہا اچھا کراچی تبادلہ ہو جائے پھر دیکھ لونگا مختصر یہ کہ غالباً ۱۹۷۶ء کے اواخر میں باسط صاحبؒ کا تبادلہ ہو گیا اور وہ کراچی واپس آ گئے اس کے ساتھ ہی ظہور کرم کی ایک نئی شان دیکھنے میں آئی۔ ایک رات ماجد بھائی کے ساتھ باسط صاحبؒ میرے ہاں (جب میری رہائش پیر کالونی میں تھی) تشریف لائے اور بیٹھے ہوئے دیر تک ابا جیؒ کے کرم کی باتیں کرتے رہے۔ جب واپس ملیر جانے کے لیئے اٹھے تو خاصی رات گزر چکی تھی میں نے اور بیوی نے درخواست کی کہ آج رات یہیں قیام فرمائیں۔ انہوں نے کچھ سوچا پھر ہماری بات مان لی ہم رات بھر بیٹھے ابا جیؒ اور سرکارؐ کی باتیں کرتے اور سنتے رہے۔ میری بیوی کو سرکارؐ نے آنکھ عطا کی تھی وہ روزانہ مغرب بعد مراقبہ کرتی تھیں اور آقا کے دربار میں حاضری ہوتی تھی چنانچہ اس رات باسط صاحبؒ ماجد بھائی اور میں تینوں محو گفتگو رہے اور میری بیوی نے جو ابا جیؒ اور سرکارؐ کے کرم کی شان دیکھی اور جو سلسلبیِ کرم رات بھر جاری رہا وہ عقل عام کے لیئے قابل یقین نہیں ہے اس لیئے میں اسے بیان کرنے سے گریز کر رہا ہوں بہر حال دوسرے ہی دن باسط صاحبؒ نے پیر کالونی والے میرے مکان کو ابا جیؒ کا گھر ڈکلیئر کر دیا۔ عالم ظاہر میں ان کی زبان سے ایک جملہ نکلا کہ باطن میں انقلاب آ گیا۔ جب بعد مغرب میری بیوی نے حسب معمول دو نوافل پڑھ کر دربار کی حاضری کے لیئے

آنکھ بند کی تو کسی نے ان سے کہا کہ باہر کہاں جا رہی ہو دربار تو تمہارے گھر میں ہی لگا ہے۔ پھر جو انہوں نے نظر کی تو پھر نا قابلِ یقین کرم کی شان دیکھی۔ اور روزانہ دربار کا انعقاد اور حاضری اور پیشیاں اور حلِ مسائل اور کرم بے پایاں معمول بن گیا۔ میری بیوی کو باسط صاحبؒ نے ابا جیؒ کی بیٹی کہا اور یہ لقب ان کی پیشانی پر نور سے لکھ گیا۔ گھر پر حصار قائم ہو گیا۔ باطن میں بغیر اجازت کسی کی حاضری ممکن نہ رہی۔ گھر کے چاروں طرف ابا جیؒ کی توجہ کا نور رقصاں رہا اور ایک تلوار کی گردش سے نگرانی شروع ہو گئی ابا جیؒ کی آمد رفت جاری ہو گئی۔ روز افزوں کرم و فضل کی خبریں آنے لگیں اولیائے کبار کی تشریف آوری کا سلسلہ شروع ہو گیا ور بیوی کے مراقبے مکاشفوں میں بدل گئے۔ جمعرات اور گیارہویں شریف کا ختم جاری ہو گیا اماں اور باسط صاحبؒ کا قیام روز شب ہونے لگا۔ کافی صاحبؒ کے لکھے ہوئے میلاد شریف کا پڑھنا اور سرکارِ دو عالمؐ کی تشریف آوری ہونے لگی۔ سرکارِ دو عالمؐ نے ابا جیؒ کی منہ بولی بیٹی کو اپنی بیٹی (خاتونِ جنت) سے شرفِ قرب عطا کر دیا۔ ماں جیؒ کی تشریف آوری اور دیکھ بھال مسلسل رہی۔ ایک دن میلاد شریف کے اختتام پر جب یہ غلام دیوار پر آویزاں ابا جیؒ کی تصویر کے نیچے بیٹھا تھا باسط صاحبؒ جوشِ محبت میں گلابوں کا ایک ہار اپنے ہاتھ میں لیکر اٹھے اور میری طرف آنے لگے میں سمجھا کہ یہ ہار ابا جیؒ کی تصویر پر ڈالنے کے لیئے لا رہے ہیں وہ انہوں نے میری گردن میں ڈال دیا۔ میں حیران و ششدر رہ گیا اور میں نے اظہارِ تشکر کے طور باسط صاحبؒ نے کہا میں تو یہ سمجھا تھا کہ آپ ابا جیؒ کی تصویر پر ہار ڈالنے کے لیئے اٹھے

ہیں۔ کرم بالائے کرم فرمانے لگے "ہاں ابا جیؒ کی تصویر کو ہی ہار پہنایا ہے" غرض یہ سلسلۂ کرم بے حساب چار سال تک چلتا رہا کہ ایک دن میری بیوی نے دیکھا کہ گھر کے گرد حصار کے باہر سے ایک کالا ہاتھ میری بیوی کی طرف بڑھ رہا ہے کہ اچانک ابا جیؒ تشریف فرما ہوئے اور باسط صاحبؒ میری بیوی اور میں تینوں ابا جیؒ کی ذاتِ اقدس میں سمو گئے اور سامنے کھڑے ہوئے شیطان سے ابا جیؒ نے فرمایا "لے اب مجھے بہکا" یہ سن کر شیطان شرمندہ ہو کر بھاگ گیا۔ اس کے بعد کچھ ایسی مصلحتیں سامنے آئیں کہ باسط صاحبؒ نے فرمایا کہ دنیا برداشت نہیں کر سکتی ورنہ ابا جیؒ تو ظاہر میں آ کر بیٹھ جاتے! بس اس کے بعد گھر مقفل کر دیا گیا جو ہنوز مقفل ہے۔ ابا جیؒ کے تبرکات سے بھری ہوئی ایک الماری جسے سجا کر اماں نے گھر میں رکھا تھا وہ ان کی بیٹی حفیظہ کے گھر "امامتا" منتقل کر دی گئی۔ راقم نے عروجِ کرم پر "گھر کے زمانے میں ایک نظم کہی تھی جو باسط صاحبؒ کے ہینڈ رائٹنگ میں اب بھی میرے پاس ہے" اسے نقل کر رہا ہوں

یہ ماضی کے صدمے بھلانے کے دن ہیں
تعین کے پردے اٹھانے کے دن ہیں
یہ باہم محبت بڑھانے کے دن ہیں
یہ آپس میں ہنسنے ہنسانے کے دن ہیں
یہ آقا کے اپنے گھرانے کے دن ہیں

نوید کرم دمبدم آرہی ہے
خطا پر عطا ایسی کی جا رہی ہے
مری معصیت جس سے شرما رہی ہے
بجا سجدہء شکر لانے کے دن ہیں
یہ آقاکے اپنے گھرانے کے دن ہیں

زہِ لطف و فیضانِ شان جمالی
کرم ہے انوکھا عطا ہے نرالی
بھرے ہیں وہ دامن جو پہلے تھے خالی
یہ دامن کی وسعت بڑھانے کے دن ہیں
یہ آقا کے اپنے گھرانے کے دن ہیں

مبارک ہیں یہ دن منور ہیں راتیں
کبھی ذکر ان کا کبھی ان کی نعتیں
نہ اوروں کے قصے نہ اوروں کی باتیں
یہ جشن مسرت منانے کے دن ہیں
یہ آقا کے اپنے گھرانے کے دن ہیں

نہ غمگین یادیں نہ رنج و محن ہیں
عطاؤں کے قصے سخن درسخن ہیں
فضائیں کہ صدرشکِ مشکِ ختن
یہ سانسوں میں خوشبو بسانے کے دن ہیں
یہ آقاکے اپنے گھرانے کے دن ہیں

ہے مقبول اتاں کا جو بھی سخن ہے
جو مانگا تھا سب کچھ وہی من وعن ہے
وہ بحرِ کرم اس طرح موجزن ہے
کہ اب اس میں غوطہ لگانے کے دن ہیں
یہ آقاکے اپنے گھرانے کے دن ہیں

وہی جامِ الفت چھلکنے لگا ہے
مشامِ دل و جاں مہکنے لگا ہے
وہی ابررحمت برسنے لگا ہے
یہ بارانِ رحمت نہانے کے دن ہیں
یہ آقا کے اپنے گھرانے کے دن ہیں

کھلے لفظوں یہ مژدہ ہمکو ملا ہے
غلاموں کا آقا نے ذمّہ لیا ہے
کرم مثلِ اولاد ہم پر کیا ہے
یہ ناموں کو لیکر بتانے کے دن ہیں
یہ آقا کے اپنے گھرانے کے دن ہیں

فزوں ہے کرم ان کا ساعت بہ ساعت
ہے بڑھتے کرم کے دعاؤں کی برکت
یہ وحدت میں کثرت یہ کثرت میں وحدت
من و تو کے پردے اٹھانے کے دن ہیں
یہ آقا کے اپنے گھرانے کے دن ہیں

یہ خوابوں کو تعبیر بخشی گئی ہے
بڑی چھوٹی تقصیر بخشی گئی ہے
دعاؤں کو تاثیر بخشی گئی ہے
یہ جشنِ برئیت منانے کے دن ہیں
یہ آقا کے اپنے گھرانے کے دن ہیں

نہ اب کوئی خدشہ نہ اب کوئی حاجت
کہ آقا نے لی ہے دوامی ضمانت
ہے بڑھتے کرم کے دعاؤں کی برکت
کھلے دل سے یہ مسکرانے کے دن ہیں
یہ آقا کے اپنے گھرانے کے دن ہیں

''گھر تو بلاک ہوگیا مگر کرم ''بلاک'' نہیں ہوا ہے'' ابّا جیؒ نے فرمایا تھا کہ میں نے باسط فائق اور اس کی بیوی کو ایک کیا۔۔۔۔اس کے مُرتبات کیا بیان کروں کہ باسط صاحبؒ نے ایک دن فرمایا کہ تم میری ذات میں شامل ہو ذات کا حصہ ہو۔ ہاتھ یا پیر نہیں کہ جس کے کٹنے کے بعد بھی ذات باقی رہتی ہے تم میرا سر ہو کہ جس کے کٹنے سے ذات ہی ختم ہوجاتی ہے۔۔۔پھر فرمایا کہ قادری صاحبؒ نے جو الفاظ مجھ سے کہے تھے میں تم سے کہدوں ''اگر تمہارا ایمان جائے تو میرا ایمان تمہارے لیئے ہے'' ایک دن مجھے کچھ گھبراہٹ محسوس ہوئی میں باسط صاحب کے گھر گیا اور ان سے کیفیت بیان کر کے پوچھا باسط صاحبؒ کہیں میرا اسم اللہ تو ضائع نہیں ہوگیا۔ انہوں نے ارشاد کیا ''اگر تمہارا اسم اللہ جائے تو میرا اسم اللہ تمہارے لیے ہے'' پھر کہنے لگے کہ آپ کو جو نعمت عطا کی گئی ہے وہ جانے والی نہیں ہے ''اگر کوئی ولی اللہ بھی اسے ٹیڑھی نظر سے دیکھیں گے تو اپنی نعمت پوچھوا بیٹھینگے''

یہ وہ نعمت نہیں جو اہتمام زر سے ملتی ہے

نہ تو سعیِ عمل سے نہ اور نہ چشمِ تر سے ملتی ہے
متاعِ دین وایماں دین کے رہبر سے ملتی ہے
غلامی غوثِ اعظمؒ کی جو تیرے در سے ملتی ہے

وہ'' اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِی'' کا استعارہ ہے
فقط تیری تمنّا ہے فقط تیرا سہارا ہے

جب باسط صاحبؒ نے یہ مژدہ سنایا کہ سرکار نے تمہاری راہ مکمل کر کے تمہیں نوافل پڑھانے اور داخلِ سلسلہ کرنے کی اجازت عطا فرمائی ہے تو فرمانے لگے کسی کو نوافل پڑھا کر دیکھ لو فوراً اس کے معاملاتی خواب شروع ہو جائیں گے۔ میری نظر میں ان کا فرمایا ہوا میرے آزمائے ہوئے سے زیادہ معتبر ہے۔۔۔ اس کے بعد میں نے خواب دیکھا کہ باسط صاحبؒ ایک افسر کی طرح ایک کرسی پر بیٹھے ہیں سامنے میز پر کئی مسلیں (فائل رکھے ہیں) موجود ہیں ان میں سے باسط صاحبؒ نے تین مسلیں نکالیں اور فرمایا کہ تمہاری دو مسلیں تو مکمل ہو گئی ہیں ایک باقی ہے جب وقت آئے گا اس پر بھی فیصلہ کر دیا جائے گا یہ کہکر وہ فائلیں ایک الماری میں بستہ کی طرح باندھ کر رکھ دیں۔ جب میں نے انہیں یہ خواب سنایا تو کہنے لگے ٹھیک ہے اگر کوئی طالب آجائے تو بستہ کھولکر اسے سبق پڑھا دینا۔ اور پھر خود فرمانے لگے'' سرکارؐ نے تمہارے لیئے (ذات سے ہو کر) کیا عجیب راہ نکالی تھی۔ اس راہ کا رمز یہ تھا کہ باسط صاحبؒ کے لیئے اباجیؒ نے کہا تھا'' ماسٹر تو اکیلا ہے'' ظاہر ہے کہ اکیلے کا کوئی ساتھی نہیں ہو سکتا اس لیئے اباجیؒ نے غلام کو ساتھ کی نہیں ذات کی نسبت دی میں نے اباجیؒ سے عرض کیا تھا

اٹھے موجِ کرم ایسی محبت میں ڈبو جائے
عطا وہ قرب ہو دل سے خیالِ منؔ وتو جائے
دوئی کا فرق آخر جلوۂ وحدت میں کھو جائے
جو تیرا دوست ہے آقا ہمارا دوست ہو جائے

دعا یہ ہی بحقِ صاحبؒ عین الکمالی ہے
درِ محبوبِ غوثِ پاکؒ کی عظمت نرالی ہے

باسط صاحبؒ کے مراتب واحسان وکرم کا بیان کس طرح کروں کیا آپ یقین کرلیں گے اگر میں یہ کہوں کہ'' مجھے دیدارِ الٰہی کا شرف بھی باسط صاحبؒ کی شکل میں حاصل ہوا'' یہ خواب سنکر باسط صاحبؒ نے فرمایا کہ آپ کہہ سکتے ہیں کہ'' میں نے اللہ میاں کو دیکھا ہے''

جب میں حج پر گیا اور سعی کر رہا تھا کہ حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ سے اللہ کی دوستی کا خیال آیا اس وقت میں نے گوشِ باطن سے آواز سنی'' اور کوئی یہ بھی نہیں جانتا کہ اللہ باسط سے کتنی محبت کرتا ہے'' اور جب واپسی کے وقت آخری دیدار کے لیئے مسجد نبوی میں نوافل پڑھکر سرکارؐ کے روضہ اقدس کی طرف دیکھ رہا تھا تو میں نے عرض کیا'' یارسول اللہ میں تو یہاں سے نہیں جاؤں گا'' جواب آیا جانا تو ہے'' میں نے عرض کیا یا سیّدی یہاں تو آپ کا گنبد میرے سامنے ہے وہاں کیا

دیکھوں گا" میرے سینہ کے اندر سے سرکارؒ کی آواز آئی وہاں باسط کو دیکھتے رہنا پھر یہ کہ وہ بھی تجھے دیکھ کر خوش ہوتا ہے"۔۔۔۔اب اس کے آگے اور کیا عرض کروں کہ اب وہ چہرہ نظروں سے اوجھل ہوگیا ہے میں تو انہیں نہیں دیکھ رہا ہوں ہاں وہ مجھے دیکھ رہے ہیں اباجیؒ نے میری یہ درخواست قبول فرمالی

دعا یہ ہے کہ مجھ کو میرے سرور دیکھتے رہنا
چلوں جس راہ پر تم بن کے رہبر دیکھتے رہنا
لحد میں نزع میں اور روزِ محشر دیکھتے رہنا
کوئی دیکھے نہ دیکھے تم برابر دیکھتے رہنا

ابد تک کرتے رہنا ہر طرح سے میری نگرانی
کرم یا اباجیؒ یا شمع بزمِ شاہِ جیلانیؒ

اباجیؒ نے ارشاد فرمایا کہ" میں تیری چھوٹی سے چھوٹی ہر بات دیکھ رہا ہوں"۔۔۔۔!

(۷)

پروفیسر مرتضٰی شفیع صاحبؒ

پروفیسر مرتضٰی شفیع صاحبؒ مرحوم بڑی باغ و بہار شخصیت کے مالک، انجمن آرا عمدہ گفتگو کرنے والے ذہین اور اچھا ادبی ذوق رکھنے والے اردو کے استاد

تھے۔کانپور کے رہنے والے تھے اور اس وطنی نسبت کی بنیاد پر سیّد ابوالخیر کشفی اور پروفیسر حسنین کاظمی سے قربت رکھتے تھے ان کے والد کانپور کے معززین میں ایک اچھے سماجی کارکن تھے رفاع عام سوسائٹی کے قیام میں ان کا کردار اہم تھا ان کی والدہ مغلیہ عہد کی بیگمات کی طرح گھرداری اور خاندانی معاملات میں اپنے تہذیبی عہد کی نمائندہ خاتون تھیں۔ان کی رہائش اپنے والد بزرگوار والدہ بڑے بھائی اور بڑی بیوہ بہن کے ساتھ ملیر سٹی میں تھی ان کے دو چھوٹے اور ایک بڑے بھائی تھے۔بڑے بھائی احمد شفیع صاحبؒ اباجیؒ کے سلسلے میں ایک بردبار اور متحمل شخصیت کے مالک تصور کیئے جاتے تھے مرتضٰی شفیع صاحبؒ کے پاس آنے جانے کے سبب میری ان سے واقفیت اور علیک سلیک تھی۔ان کے چھوٹے بھائی مصطفٰی سے بھی میرے روابط ۵۵ سنہ ء سے تھے ان کا ایک چھوٹا سا پریس تھا میری پہلی کتاب جو ۵۶ء میں مکتبہِ سہیل سے شائع ہوئی ان کے پریس کی ہی طبع شدہ تھی۔انبالہ والے صوفی یٰسین صاحب کے بڑے بیٹے اقبال سہیل جامعہ ملیہ میں ان کے شاگرد رہے تھے ان سے میرے بھی روابط تھے ان کی معرفت مرتضٰی شفیع صاحبؒ سے میرا تعارف ہوا تھا۔یہ اس وقت کی بات ہے جب میں بی۔اے آنرز کا طالب علم تھا اور مرتضٰی شفیع صاحبؒ ایم۔اے اردو کر کے جامعہ ملیہ میں استاد ہو گئے تھے۔اس سے پہلے وہ ایرانیاں اسکول میں اردو کے استاد تھے جہاں سیّد شبیر علی قادریؒ عربی و اسلامیات کے اور پروفیسر سیّد باسط علیؒ سائنس کے استاد تھے ان دونوں شخصیات سے ان کے روابط کا آغاز ایرانیاں اسکول سے ہی ہوا جہاں اعلیٰ حضرتؒ نظام الدین صاحبؒ کا قادری صاحبؒ کے پاس آنا جانا تھا رفتہ رفتہ یہ دنیا دارانہ روابط ہی دینی تعلقات میں منتقل ہو گئے۔ویسے وہ مزاجا

دین سے شغف رکھنے والے تھے اور پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفٰی جیسے بزرگ سے بحیثیت شاگرد ایسی پختہ نسبت رکھتے تھے کہ انہیں اپنے باپ کی طرح سمجھتے تھے۔

اس زمانے میں سیّد باسط علی صاحبؒ کا مکان جامعہ ملّیہ کیمپس میں تھا قادری صاحبؒ اور نظام الدین صاحبؒ کا بھی اکثر قیام وہیں رہتا تھا۔ اسی گھر میں ان تینوں شخصیات کی موجودگی میں مرتضٰی شفیع صاحبؒ نے داخل سلسلہ ہونے کی نوافل پڑھی تھیں۔ ادائے نوافل کے ساتھ ہی انہیں اسم اللہ عطا ہوا اور باطنی آنکھ بھی روشن کردی گئی جس کے نتیجہ میں مرتضٰی شفیع صاحبؒ کو ہر طرف نور سے لکھا ہوا اسم اللہ نظر آتا تھا۔ اور وہ اتنا واضح اور چمکدار تھا کہ اس کا بیان مشکل ہے مرتضٰی شفیع صاحبؒ جب نیچے دیکھتے تو زمین پر اسم اللہ لکھا نظر آتا تھا اور وہ بے ادبی کے خوف سے زمین پر قدم رکھتے ہوئے ڈرتے تھے کہ کہیں اسم اللہ پاؤں کے نیچے نہ آجائے کرم بالائے کرم یہ کہ انہیں سرکاردو عالمؐ کی ''ہمہ وقتی بھی عطا کردی گئی'' جس کے سبب کھلی آنکھ سے وہ سرکاردوعالمؐ کو ہمہ وقت اپنے ساتھ دیکھتے تھے اور صرف دیکھتے ہی نہیں تھے بلکہ سرکارؐ سے گفتگو بھی کرتے تھے اور سرکاؐ کی طرف سے جواب بھی عطا ہوتا تھا۔ اسی کیف وسرور اور چشم روشن اور سرکارؐکی ہمہ وقتی کے ساتھ ہی انہیں تدریس کے فرائض بھی انجام دیئے ہوتے تھے چنانچہ جب کمرۂ تدریس میں لیکچر دیئے جاتے تو سرکارؐ سے کہتے یا سیّدی میں کلاس روم میں پڑھانے کے لیئے جارہا ہوں آپ چلے نہ جایئے گا۔ یعنی سرکارؐ سے وعدہ لیکر اردو ادب پڑھانے کے لیئے جاتے اور جب لیکچر دے کر واپس آتے تو سرکارؐ کو تشریف فرما پاتے تھے یہ ایک دو دن کی بات نہیں بلکہ ان کا معمول بن گیا تھا۔ اس عالم کیف میں ان کی گفتگو اور بیان اس قدر پر اثر ہوگیا تھا کہ ان کی تدریسی جماعت کے طلبہ بھی لیکچر کے دوران

محو اور گم سم ہو جاتے تھے جس کے سبب وہ اردو کے بہترین استاد گنے جاتے تھے پھر یہ کہ ان کا مطالعہ اور قوت گویائی بھی بہت عمدہ تھی۔ خطاطی سے بھی شفقت تھا۔ مرتضٰی شفیع صاحبؒ پر ابّا جیؒ کی نظر کرم خاص تھی اور شرف قرب وصحبت بھی حاصل تھا۔ جمعہ کی نماز ابّا جیؒ آرام باغ کی مسجد میں پڑھتے تھے کچھ غلام اور خاص کر قادری صاحبؒ ان کے ساتھ ہوتے تھے قادری صاحبؒ کے ساتھ مرتضٰی شفیع صاحبؒ بھی وہیں نماز پڑھتے تھے ایک دن بعد نماز ابّا جیؒ کی نظر اس سفید پوش باوضو نوجوان پر پڑی تو ابّا جیؒ نے قادری صاحبؒ سے پوچھا ''شاہ جی یہ تمہارا لڑکا ہے؟ انہوں نے جواب دیا یہ میرے ساتھ اسکول میں ماسٹر ہیں۔ یہ سن کر ابّا جیؒ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور آپ نے فرمایا ''ماسٹر تو بھی نفلیں پڑھا دیا کر'' اس طرح نوعمری میں ہی آپ کو داخل سلسلہ کرنے کی اجازت مل گئی مگر انہوں نے دوسرے اجازت یافتہ نوجوان اور ابّا جیؒ کے محبوب اعلیٰ حضرتؒ کی موجودگی میں کبھی کسی کو باوجود اجازت نفلیں نہیں پڑھائیں اور اعلیٰ حضرتؒ چونکہ ان کو خود نوافل پڑھا چکے تھے اس لیئے وہ جسے داخل سلسلہ کرنا چاہتے تھے اسے اعلیٰ حضرتؒ کے پاس لے جاتے تھے اور انہوں نے وعدہ فرمایا تھا کہ تو جسے بھی لائے گا میں اسے نفلیں پڑھاؤں گا اس طرح سلسلے میں داخل ہونے والے ایسے لوگوں کی تعداد بڑی تھی جنہیں مرتضٰی شفیع صاحبؒ لیکر جاتے اور اعلیٰ حضرتؒ نفلیں پڑھاتے تھے اس حوالے سے سلسلے میں داخل ہونے والے لوگوں میں پروفیسر عشرت الحسن برنی پروفیسر ظہیر، پروفیسر ظہیر فاروقی، خود راقم اور ماجد بھائی کے علاوہ بھی بہت سے لوگ شامل تھے۔

میں نے ابّا جیؒ کی بہت سے باتیں مرتضٰی شفیع صاحبؒ سے ہی سنی ہیں۔ ایک بار مرتضٰی شفیع صاحبؒ نے کسی دنیاوی معاملے کے لیئے ابا جیؒ سے کچھ عرض کیا تو آپ نے سختی سے کہا "**ماسٹر یہاں دنیا داری کی بات نہیں ہوگی**" ساتھ ہی مرتضٰی شفیع صاحبؒ نے ہی یہ بھی بتایا کہ آپ فرماتے تھے ہماری سوئی بھی کھو جائے گی تو سرکارؒ سے ہی کہیں گے۔ ان دونوں باتوں کو یکجا کر کے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ آپ کے ارشاد کے مطابق غلام کے جملہ مسائل خواہ دنیا ہو کہ دین سرکارؒ ہی حل کرتے ہیں مگر آنے والے کو "**طلب دنیا نہیں رکھنی چاہیئے اور اس کے لیئے ظاہر میں گفتگو نہیں کرنی چاہیئے**" ویسے ابّا جیؒ خود طالب کی دنیا سلامت رکھنا چاہتے تھے جس کا آپ نے سرکارؒ سے وعدہ بھی لیا تھا اور جب غلام لنگر کھا کے فارغ ہوتے تھے تو فرماتے تھے "**نان کہ خوردی خانہ برو**" کہ کھا پی چکے اب جاؤ بیوی بچوں میں رہو۔ میں مرتضٰی شفیع صاحبؒ کا ادب و احترام محبت کی حد تک کرتا تھا اور کرتا ہوں کہ وہ دینی معاملے میں میرے محسن ہیں مگر بعض فکری حوالوں سے اور سلسلے کے لیئے رویہ کے معاملے میں کہیں کہیں مجھے ان سے معمولی سا اختلاف ہے آئندہ سطور میں اس کا حوالہ آئے گا۔

وہ قادری صاحبؒ سے احترام کے ساتھ جذباتی لگاؤ اور وابستگی بھی رکھتے تھے مگر ان کی گوشہ نشینی کے زمانے میں اعلیٰ حضرتؒ کی طرف مائل رہے اپنی شادی کے حوالے سے وہ باسط صاحبؒ کی فقیری اور کاملیت کے مدّاح تھے۔ ایک زمانے میں

ان کا خاص جھکاؤ قادر بھائی جانؒ کی جانب تھا مگر قادری صاحبؒ کے حصار سے باہر آنے کے بعد ان کی نشست دوبارہ قادری صاحبؒ کے ساتھ رہی تو سب کو بھول گئے اور قادری صاحبؒ کے پڑوسی اور دوست سیّد محمد حسنین بخاری صاحبؒ کی طرف ان کا جھکاؤ اتنا بڑھ گیا کہ ایک دن قادری صاحبؒ نے کھلے الفاظ میں مجھ سے کہا کہ "**مرتضٰی شفیع نے سیّد صاحب سے تو خود گٹھ جوڑ کیا ہے میں نے نہیں چاہا تھا**" قادری صاحبؒ کے الفاظ میں گٹھ جوڑ کا اثر ان کے پاس آنے والے اہل سلسلہ کے معاملات پر بھی پڑا۔ جب وہ سیّد صاحب کے وصال کے بعد اپنے گھر پر سلسلہ قائم کر کے بیٹھے تو انہوں نے مجھے بتایا کہ "**میرے ساتھ بیٹھنے والوں کے معاملات پہلے سیّد صاحبؒ کے پاس جاتے ہیں ان کے بعد قادری صاحبؒ کے پاس پہنچتے ہیں پھر ان کے ذریعہ ابّا جیؒ کے پاس جاتے ہیں**" میں نے ان کی یہ بات سن کر کوئی تبصرہ نہیں کیا مگر مجھے احساس یہ ہوا کہ "**یہ ابّا جیؒ کے براہ راست سلسلہ کی شان نہیں ہے**" اصولاً کسی غلام کو جو بھی صاحب اجازت نوافل پڑھاتا ہے اس کے معاملات نوافل پڑھانے والے کے ذریعہ براہ راست ابّا جیؒ کے پاس جاتے ہیں درمیان کی سب کڑیاں غائب ہوتی ہیں۔ اس وقت سلسلہ کی مرکزی قیادت "**بھائی ربّانی کے پاس ہے اور ان کی محفل میں بیٹھنے والوں کے مسائل ان کی معرفت ابّا جیؒ کو پہنچتے ہیں ان سے ثانی بھائی کو اور ان سے قادر بھائی جان کو پہنچ کر ابّا جیؒ کو نہیں جاتے، یہ ہی براہ راست سلسلے اور ابّا جیؒ سرکار سے اویسی نسبت**

کا تقاضہ ہے مگر میں اس سوچ کے باوجود مرتضٰی شفیع صاحبؒ کے رویّہ پر معترض نہیں ہوں کہ یہ بھی فیض کا ایک طریقہ ہے مگر براہ راست نہیں ہے''۔

مرتضٰی شفیع صاحبؒ کا انتقال ہماری اور خود ان کی سوچ کے مطابق جلدی ہوگیا۔ مجھے ان کے ہسپتال جانے کا تو علم تھا مگر ان کے وصال کا علم نہیں ہوسکا مگر ان سے ربط باطنی ہنوز خوابوں کے ذریعہ قائم ہے۔۔۔ چند دن پہلے میں نے دیکھا کہ وہ ''ایک ٹوپی'' لیکر آئے ہیں اور مجھے پہنانا چاہتے ہیں کہ باسط صاحبؒ تشریف لائے اور انہوں نے فرمایا کہ میں انہیں ''**چاروں ٹوپیاں پہنا چکا ہوں**'' مگر مرتضٰی شفیع صاحبؒ مُصر رہے اس پر باسط صاحبؒ نے کہا اچھا تو نفسانی کو نہ پہنانا آگے کیا ہوا میں نے نہیں دیکھا مگر باسط صاحبؒ کے رویّہ کی استقامت کا اندازہ ہوا کہ جیسے انہوں نے قادری صاحبؒ کی عطا کردہ نعمت کو میری نفسانی سے ہٹا کر باطنی طور سے روحانی کو منتقل کردیا تھا اسی طرح مرتضٰی شفیع صاحبؒ کی نوازش کو بھی انجمن آرائی کا موجب ہونے سے روکا۔ ان کے آخری دور میں ان سے جو میری ظاہری دوری رہی اس پر تبصرہ کرتے ہوئے مرتضٰی شفیع صاحبؒ نے کہا کہ جو ہوا ''**تمہارے لیئے اچھا ہوا**'' مگر یہ سب ان کی توقع اور خواہش کے مطابق نہیں تھا۔ میں آج بھی ان کے لیئے دعا گو اور ان کا خیر خواہ ہوں کہ سرکار مرتضٰی شفیع صاحبؒ کے ساتھ ان کے ہم نشینوں کے بھی مراتب بلند کریں۔ جب ابا جیؒ کے مزار شریف پر میرا جانا ہوتا ہے تو ان کے مزار پر بھی حاضری دیکر پھول نچھاور کرتا ہوں کہ وہ ہی ابا جیؒ کے در پر میری رسائی کا ذریعہ تھے۔ یہ رشتہ ٹوٹنے والا نہیں ہے۔

(۸)

جناب احمد شفیع صاحبؒ

جناب احمد شفیع صاحبؒ مرتضٰی شفیع صاحبؒ کے بڑے بھائی ایک کم گو متحمل اور بردبار شخصیت کے مالک تھے ان سے بھی میری ملاقاتوں کا سلسلہ طویل تھا مگر پورے دور میں کسی کے بھی خلاف میں نے ان کی زبان سے کوئی جملہ نہیں سنا۔ انہیں بڑوں کے ساتھ چھوٹا بننے کا اور چھوٹوں کے ساتھ بڑا بننے کا قدرت نے عجیب سلیقہ عطا کیا تھا خلاف مزاج باتیں بھی ناگواری کا اظہار کیے بغیر گوارا کر لیتے تھے ماں باپ کے آخر تک فرمانبردار رہے اور اپنے گھر کی بربادی کی قیمت پر بھی انکی دلداری اور دلجوئی کی۔

ابا جیؒ کے سلسلے میں ان کی مستقل مزاجی سے خاموش شرکت ایک مثالیہ تھی سلسلے کے اکابرین کا ایسا احترام کرتے تھے کہ قدرت نے ان کا نام اکابر سلسلہ میں شامل کروادیا۔ رہائش ملیر سٹی میں تھی سلسلہء ملازمت شہر میں تھا جس میں پوری تن دہی سے منہمک اور صاحب عز و وقار رہے۔ جمعرات اور گیارہویں شریف کے ختم میں قادری منزل پر باقاعدگی سے شریک رہتے تھے۔ وضع قطع میں مشرقی تمدن کا آخری نمونہ تھے۔ والدین کی مالی کفالت کے ساتھ اپنے بہن بھائیوں کی مالی معاونت سے بھی بحد مقدور کبھی گریز نہیں کیا۔ ان کی ایک بیٹی ہے جو میری شاگرد بھی رہی ہے اس کا اور اس کے مرحوم شوہر ابراہیم صاحب کا اپنی بیٹی کے علاج کے سلسلے میں میرے پاس آنا جانا رہا ہے۔

جب قادری صاحبؒ نے دوبارہ نشستوں کا آغاز کیا تو ان کے دوست سیّد صاحب کے گھر پر ہونے والے ختم میں شرکت اختیار کی اور ان کی حاضری کا رشتہ قادری منزل سے نرائین داس کمپاؤنڈ منتقل ہوگیا۔ قادری صاحبؒ اپنی ظاہر و باطن کی بصیرت کے سبب ان کی شخصیت کے جوہر سے آشنا تھے چنانچہ جب انہوں نے راقم سے متعلق اپنے ارادوں کے روبہ عمل آنے میں باطنی مصالح کو حائل پایا اور نماز باجماعت کی امامت کے لیئے میری کارکردگی سے مایوس ہوئے تو ان کی نگاہ انتخاب احمد شفیع صاحبؒ پر مرکوز رہی اور انہوں نے سیّد صاحبؒ کے گھر پر ہونے والے ختم شریف اور اس سے قبل پڑھی جانے والی مغرب کی نماز باجماعت کی امامت کا فریضہ احمد شفیع صاحبؒ کے سپرد کیا جو انہوں نے بصد حسن و خوبی انجام دیا اور پھر وہ ہی نماز کی امامت کرنے کے ساتھ ختم شریف بھی پڑھتے رہے قادریؒ صاحب کے وصال کے بعد راقم کا تو وہاں آنا جانا ختم ہوگیا مگر معلوم یہ ہوا کہ اس قیادت سے جناب مرتضیٰ شفیع صاحبؒ کچھ زیادہ خوش نہ تھے پھر سیّد صاحبؒ کا بھی انتقال ہوگیا اور احمد شفیع صاحبؒ کے سفر آخرت کے آثار نمایاں ہونے شروع ہوئے اور وہ شدید آزار میں مبتلا ہو کر صاحب فراش ہوگئے پھر انہوں نے ختم شریف پڑھنے کے لیئے مرحوم سیّد صاحب کے بھانجے سیّد محمد امین بخاری صاحب کو اپنی ذمہ داریاں سونپ کر خود پردہ فرمالیا ان کا مزار شریف اباجیؒ والے قبرستان میں قادری صاحبؒ کے مزار کے مشرق میں ہے اور اباجیؒ کے مزار شریف کے جنوب میں ہے جس پر محمد امین بخاری صاحب سالانہ چادر چڑھاتے ہیں۔

(۹)

چودھری احسان قادرؒ (ثانی بھائیؒ)

چودھری آپ کا خاندانی خطاب احسان آپ کا نام اور قادر آپ کے والد صاحبؒ کے نام کا جز و معروف ہے۔ یہ سوال کئی بار میرے ذہن میں ابھرا کہ آپ اپنے بہن بھائیوں میں ترتیب ولادت کے لحاظ سے دوسرے نمبر پر نہ ہونے کے باوجود ''ثانی'' کیوں مشہور ہوئے۔ یہ سوال ذہن میں آیا اور گذر گیا مگر جب آپ پر لکھنے کے لیئے قلم اٹھایا تو ذہن نے جواز تلاش کیا۔ غور و خوض کے بعد یہ بات ذہن میں آئی کہ پنجاب اور یوپی کے معزز معروف اور متمدن خاندانوں کی یہ روایت رہی ہے کہ پیار اور محبت کے حوالے سے اصل نام کا تصغرہ کر کے اس سے ہی ماخوذ ایک چھوٹا گھریلو نام رکھ لیا جاتا ہے جیسے پنجاب میں اقبال کو پیار سے ''بالا'' کہتے ہیں۔ اسی طرح چودھری احسان قادر کے بڑے بھائی کا نام عبدالرؤف تھا اور اباجیؒ انہیں پیار سے ''روفی'' کہتے تھے اور وہ تمام غلام بھائیوں میں روفی بھائی کے نام سے ہی پہچانے جاتے تھے۔ عربی قواعد کی رو سے کسی نام یا لقب کے آخر میں اگر ''ی'' کا اضافہ کر لیا جائے تو اس کے معنیٰ ''میرے'' کے ہوتے ہیں مثلاً ''سیّد سے سیّدی۔ حبیب سے حبیبی --- مولا سے مولائی --- رب سے ربّی۔ مراد میرے آقا --- میرے حبیب --- میرے مولا --- اور میرے رب کے ہیں --- اسی طرح رؤف سے ''رؤفی'' ہے اور احسان سے ''احسانی'' ہے --- یہ ''احسانی'' ہی کثرت استعمال اور روانی سے غالباً ''ثانی'' ہوا ہے اور عربی املا کے حوالے سے ''ث'' سے لکھا جانے لگا ہے اس طرح چودھری احسان قادر ''ثانی بھائی'' مشہور ہوئے۔

ثانی کہلاتے تھے مگر بہت سی صفحات میں ''لاثانی'' تھے۔ آپ اباجیؒ کے پوتے اور قادر بھائی جانؒ کے صاحبزادے ستار بھائی اور روفی بھائی سے عمر میں چھوٹے تھے۔ قادر بھائی جان کو بیماری کے آخری دور میں جب اپنی رحلت کا اندازہ ہوگیا تو انہوں نے بہت غور وغوض کرنے کے بعد اور شاید باطنی اشارے پاکر اپنے بعد قادری منزل پر اباجیؒ کے سلسلے کی مرکزی سربراہی کے لیئے ثانی بھائیؒ کو منتخب کیا۔ قادر بھائی جانؒ کا انتخاب بعد کے حالات کے حوالے سے بالکل درست ثابت ہوا ثانی بھائی نے اپنی ذات کے شخصی جوہر اور سرکارؒ اباجیؒ کے لطف وکرم کے سہارے قادر بھائی جانؒ کے گزر جانے کے بعد ان کی کمی کو محسوس نہ ہونے دیا اور وہ اپنی اعلیٰ شخصی صلاحیتوں سے اس خوبی کے ساتھ سلسلے کی سربراہی کرتے رہے کہ عمر اور تجربہ میں ان سے بڑے غلام بھائی بھی ان کی قیادت اور سربراہی کے معترف ومداح رہے۔ راقم نے ثانی بھائی کو ان کی جوانی بلکہ نوجوانی سے دیکھا ہے۔ وہ اوائل عمر سے ہی ایک باوقار اور متاثر کرنے والی شخصیت کے مالک تھے مجھے یاد ہے کہ جب وہ بی کام کا امتحان دے رہے تھے تو اردو کالج ان کا امتحانی مرکز تھا اور جس کمرے میں امتحانی نگرانی (Invigilation) کے فرائض میں انجام دے رہا تھا اس میں ہی ان کی سیٹ تھی۔ میں نے انہیں دیکھ کر سلام دعا کے بعد کچھ مطلوبہ سہولتوں کی فراہمی کا عندیہ دیا مگر انہوں نے بڑی متانت سے پروقار انداز میں اسے ایک مسکراہٹ کے ساتھ نظر انداز کر دیا اور وہ ایک عام اوسط طالب علم کی حیثیت سے امتحان دیتے رہے میں اس وقت ان کے رویہ کی بردباری اور ان کی حق پسندی اور دیانت

سے بے حد متاثر ہوا اور ان کی منزلت میرے نظر میں اور بڑھ گئی۔ آزمائش کی گھڑی میں اباجیؒ کے خون کی صداقت اور دیانت کا مظاہرہ لائق صد تعریف تھا۔ سلسلے کی سربراہی سے پہلے بھی اور اس کے بعد بھی ان کے پورے کردار اور رویہ میں جو عظمت نظر آتی ہے میں اسے اباجیؒ کا نسلی اور نسبتی فیضان ہی کہوں گا۔ اعلیٰ حضرت نظام الدینؒ ہر چند کے عمر میں ان سے بڑے تھے مگر انہیں ''چودھری صاحب'' کہکر مخاطب ہوتے تھے۔ قادری صاحبؒ باسط صاحبؒ اور دیگر اکابر بھی تفاوت عمر کے باوجود ان سے احترام کے ساتھ ملتے تھے اور ان کا جوابی رویہ بھی یہ بتاتا تھا کہ آپ واقعی ءاحترام وعزت کے مستحق تھے۔ میرے ساتھ ان کے روابط ظاہرہ کسی خصوصی نوعیت کے نہیں تھے مگر جب انہیں سلسلہ کی سربراہی عطا کی گئی تو میں نے خواب میں انہیں دیکھا کہ وہ سوٹ پہنے ہوئے روفی بھائی اور میرے ساتھ ساتھ اس بے تکلفی سے چل رہے ہیں اور باتیں کر رہے ہیں کہ جیسے ''ہم تینوں کسی ایک ہی کالج کے ہم جماعت طالب علم ہیں'' اب یہ سرکارؒ اباجیؒ ہی بہتر جانیں کہ وہ کون سا کالج تھا اور کونسی جماعت تھی بہر حال مجھے خود کو ان کے ساتھ اور ان کو اپنے ساتھ بے تکلف دیکھ کر اباجیؒ کے کرم کا اندازہ ہوا کہ ظاہر کے واجبی اور محتاط تعلقات کے باوجود اباجیؒ نے باطنی قرب اور بے تکلفی عطا فرمائی ہے ان کی سربراہی کی مدت میں چونکہ میں گھر میں محصور ومحدود رہا اس لیئے ان سے قربت ظاہرہ حاصل نہیں رہی مگر اکثر میرا دل ان سے ملنے کو چاہتا تھا۔ وہ مجھ سے بخوبی واقف تھے کہ ہر سال مجھے اباجیؒ کے عرس شریف پر منقبت پڑھتے اور قادری منزل پر ختم شریف میں شرکت کے لیئے آتے جاتے

دیکھتے تھے اور میرے لیئے قادر بھائی جان اور ماں جیؒ کا التفات اور اباجیؒ کا کرم ان کی نظر سے پوشیدہ نہ تھا۔ ایک دن جب میں اباجیؒ کے مزار شریف پر حاضری کے لیئے گھر سے نکلا تو راستے میں مجھے نانی بھائی کا خیال آیا اور میں نے اباجیؒ سے درخواست کی کہ آج مزار شریف پر نانی بھائی سے ملاقات کروا دیں جب مزار شریف پہنچا تو دیکھا کہ نانی بھائی اباجیؒ اور ماں جیؒ کے مزارات کے درمیان آنکھیں بند کیے بیٹھے مراقبہ کر رہے ہیں انہیں دیکھ کر مجھے بہت خوشی ہوئی کہ اباجیؒ نے فوراً ہی میری درخواست قبول کر لی۔ جب نانی بھائی مراقبہ سے فارغ ہوئے اور آنکھ کھول کر مجھے دیکھا تو بہت خوش ہوئے مصافحہ کر کے فرمانے لگے کہ میں نے ابھی اباجیؒ سے درخواست کی تھی کہ اباجیؒ کسی پرانے غلام کو بھیج دیں کہ ان کے ساتھ پرانی یادیں تازہ کرسکوں تو اباجیؒ نے آپ کو بھیج دیا۔ اباجیؒ کے اس دوطرفہ کرم کی شان دیکھ کر مجھے بے حد خوشی ہوئی اس کے بعد ان کی علالت کی خبریں میرے پاس آتی رہیں اور میں حاضر خدمت نہ ہوسکا شاید ان سے میری آخری ملاقات روفی بھائی کی تدفین میں اور ان کے سوئم پر ہوئی تھی ان ظاہرہ قربتوں کا مظاہرہ نہ ہونے کے باوجود مجھے ان سے ہمیشہ قرب کا احساس رہا۔ ان کی رحلت کے بعد اباجیؒ کے مزار شریف پر حاضری کے دوران کئی مرتبہ ان کی قبر مبارک پر پھول چڑھانے کا مجھے شرف حاصل ہے اور ہمیشہ پھول چڑھاتے وقت مجھے یہ احساس رہا ہے کہ وہ تو خود اباجیؒ کے گلزار ولایت کے پھول تھے بلکہ ہیں۔

(۱۰)

چودھری عبدالرؤف رحمتہ اللہ علیہ
المعروف روفی بھائیؒ

حضرت اباجیؒ فرماتے تھے لوگوں نے خدائی کے بھی دعوے کیئے، نبوت اور رسالت کے بھی دعویدار بنے مگر کسی کو حسینؑ بننے کا حوصلہ نہ ہوا۔ اباجیؒ کے سلسلہ میں یہی بات روفی بھائیؒ کے لیئے صادق ہے۔ اباجیؒ کے ہاں حضرت سیّد شبیر علی قادریؒ جیسا لاثانی عاشق، اعلیٰ حضرت نظام الدینؒ جیسا یکتائے روزگار محبوب، قادر بھائی جانؒ جیسا بیٹا سب اپنی اپنی جگہ ممتاز ہستیاں موجود ہیں مگر یہ تمام نسبتیں روفی بھائی میں یکجا نظر آتی تھیں۔ ان کے مزاج و مراتب اور منازل و مقامات کا بیان میرے جیسے بے بضاعت غلام کے بس کی بات نہیں میں تو اس مقام پر غالب کی طرح ہوں ”ثنائے خواجہ بہ یزداں گذاشتیم کہکر ہی گزر سکتا ہوں“ روفی بھائی اباجیؒ کے خزانہ ولایت کے وہ ”دُرِ بے بہا“ تھے کہ انہیں سرکارؒ نے وہ تب و تاب جاودانہ عطا کی تھی جو نہ تو چشم ظاہر کی گرفت میں آسکتی ہے اور نہ باطنی راہ کے ہر سالک کے لیئے قابل مشاہدہ ہے۔ آپ سوچنے اور پوچھنے میں حق بجانب ہونگے کہ اگر روفی بھائی کی منزلت اتنا بڑا رمز ہے تو فائق صاحب کو اس کا علم کیسے ہوا۔ اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ اباجیؒ نے روفی بھائیؒ کے آخری دور میں ان سے اتنا قریب کر دیا تھا کہ کوئی دوسرا غلام ان سے اتنا قریب نہیں تھا دوسری بات یہ کہ راقم نے روفی بھائیؒ پر کچھ لکھنے سے پہلے اباجیؒ سرکارؒ سے درخواست کی تھی کہ یا سیّدی غلام تو اس مقام پر خود کو بے بس پاتا ہے آپ اپنے کرم اور توفیق سے غلام کو اس منزل سے کامیاب گزار دیجئے

۲۴ گھنٹے اسی التجا کے بعد کچھ لکھنے کا حوصلہ ہوا۔ پچاس ۵۰ سالہ مشق تحریر کا اللہ کے فضل وکرم سے یہ نتیجہ ہے کہ مجھے اپنے لکھے جملوں میں کاٹ چھانس کرنی نہیں پڑتی اور نہ ہی نظر ثانی کی ضرورت محسوس ہوتی ہے مگر جب روفی بھائی پر لکھنا شروع کیا تو ربر ساتھ رکھ کر پینسل سے لکھا اور ہر مرحلے پر نظر ثانی کرتا رہا۔

جن لوگوں کو اباجیؒ کی ہم نشینی کا شرف حاصل ہے انہوں نے اباجیؒ کی زبان مبارک سے روفی بھائی کے مقامات ومدارج اور فقیرانہ عظمت کے بارے میں جو سنا وہ آخر تک اس کے ظہور کے منتظر رہے اوروں کی تو بات کیا کہوں مجھ سے ایک دن ان کی بیگم نے کہا کہ اباجیؒ نے فرمایا تھا ''روفی چمکے گا'' یہ وقت کب آئے گا؟ میں ان سے کیا عرض کرتا کہ ''چمک دیکھنے کے لیئے صرف چمک کا ہی ہونا ضروری نہیں نظر بھی چاہیئے! بقول اصغر گونڈی۔۔۔۔

یہ جلووں کی فراوانی یہ ارزانی یہ عریانی
پھر اس شدت کی تابانی کہ ہم پردہ سمجھتے ہیں

جیسے بڑے مہذب اور متمدن خاندانوں کی روایت رہی ہے کہ بزرگ خاندان جو ہوتا ہے سب پر لطف وکرم ومحبت کی نظر رکھتا ہے مگر ان میں ہی کوئی ایک بچہ ایسا ہوتا ہے جس کے ساتھ بزرگ خاندان کی مانوسیت اور شفقت خاص ہوتی ہے اباجیؒ کے خاندان میں یہی اعزاز روفی بھائی کو حاصل تھا کہ ذرا بھی کوئی بات ہوتی یا کوئی کام ہوتا تو اباجیؒ روفی بھائی کو ہی آواز دیتے اور روفی بھائیؒ نے مجھے اباجیؒ کے ایسے بہت سے واقعات سنائے ہیں کہ روفی بھائی کے علاوہ کوئی دوسرا ان کا چشم دید

گواہ نہیں۔ میں یہاں انکے حوالے بیان کر کے تحریر کو طول دینے سے گریز کرتے ہوئے صرف اتنا ہی کہوں گا کہ روفی بھائی کو اباجیؒ سے جو قربت اور شفقت نصیت تھی اس کا کوئی دوسرا شریک نہیں تھا۔ روفی بھائی نے مجھے بتایا کہ جب گوجرانوالا میں قیام کے دوران اباجیؒ روفی بھائی کو اپنے کندھوں پر بٹھا کر سڑکوں سے گزرتے تو لوگ اپنی چھتوں اور کھڑکیوں سے اباجیؒ کے دیدار کا شرف حاصل کرتے تھے۔ اباجیؒ نے روفی بھائی کے مرتبہ ومدارج فقیرانہ کے لیئے جو پیشن گویاں کی تھیں اباجیؒ کے ہم نشین آخر تک ان کے ظہور کا انتظار کرتے رہے ان میں قادری صاحبؒ، باسط صاحبؒ اور اعلیٰ حضرتؒ جیسی شخصیات تھیں جو روفی بھائی کے دور کی منتظر تھیں مگر وہ دور اس عاجز غلام نے دیکھا کہ جب وہ وقت آیا تو سب کی نظروں پر پردے پڑ گئے۔

جس طرح سرکار دو عالمؐ نے اپنی امت کے گناہوں کے کفارے میں حضرت حسینؑ کی قربانی پیش کی تھی اسی طرح ''روفی بھائی اباجیؒ کے غلاموں کی خطاؤں کا کفارہ تھے۔ ان کی فقیری راہ جس قدر دشوار اور سخت تھی اس کا اندازہ صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جنہوں نے ان کے آخری دور کو قریب سے دیکھا ہے'' انہوں نے اپنی زندگی کے آخری ایام جس کرب وتکلیف وتنہائی اور اذیت وآزار میں گزارے ہیں وہ دل دہلا دینے والے تھے میں ان کے مصائب کا بیان کس طرح کروں میں نے ان کی جوانی بلکہ نوجوانی کے عالم میں انہیں جسیم وخوبصورت وخوش رنگ خوش وضع ہشاش وبشاش اور ان کے چہرے پر مسکراہٹوں کو کھیلتے بھی دیکھا تھا ان کے سر پر سہرے کی سجاوٹ بھی دیکھی تھی میں ان کی

شادی کی تقریب میں شریک تھا جو ایک ہوٹل میں ہوئی تھی۔ ان کی شادی پر میں نے سہرے کے چند شعر بھی کہے تھے زمین تھی کہ

"میرے ماہی کا کرم صلِ علیٰ سہر میں ہے"

اس وقت مجھے صرف ایک شعر یاد ہے کہ

"آنے والا وقت بتلائے گا کیا سہرے میں تھا
آج کا دن کہہ نہیں سکتا کہ کیا سہرے میں ہے"

اور شادی کے بعد سے جو مصائب و تکالیف کا سامنا کرنا پڑا وہ بھی دیکھا ابتداء وہ جس کاروبار میں ہاتھ ڈالتے مٹی بھی سونا ہو جاتی تھی اور پھر وہ وقت بھی آیا کہ سونا بھی انکے لیئے مٹی تھا۔

ان کو سب سے زیادہ کرب انگیز جس مسئلہ کا سامنا کرنا پڑا وہ انکے والد بزرگوار کی ناراضگی تھی جو ان کے لیئے ایک مجاہدہ اور ایک آزمائش تھی جس کی بنیاد پر بیوی بچوں کو لیکر انہیں کرائے کے گھر میں منتقل ہو کر اس کسمپرسی کی زندگی گزارنی پڑی کہ فاقوں کی نوبت آ گئی تھی۔ مگر ان کے لب پر حرف شکایت نہیں آیا، سر میں ٹیومر ہو گیا جس کے دو آپریشن ہوئے اور اس کے نتیجہ میں زبان میں لکنت آ گئی ٹانگوں سے چلنے پھرنے کی طاقت سلب ہو گئی۔ گھر ڈاکوؤں نے لوٹ لیا۔ اہل سلسلہ کا رابطہ برائے نام رہ گیا گھر میں محصور ہو گئے۔ جب ان کے گھر ڈاکے کی خبر ملی تو باسط صاحبؒ کے ہمراہ میں ان کے گھر گیا ان کے لب پر شکر ہی شکر تھا اور باسط صاحبؒ کو اور مجھ کو دیکھ کر بے حد خوش ہوئے اور باسط صاحبؒ کا بیوی سے تعارف کراتے ہوئے

فرمایا ہم ان کی گودوں کے پالے ہوئے ہیں۔ میں جب ۹۲ء میں حج سے واپسی پر تبرکات لے کر ان کے پاس گیا تو بے حد خوش ہوئے اور اس کے بعد سے ان کے ہاں میرا آنا جانا زیادہ ہو گیا۔ یونیورسٹی روڈ پر منتقل ہونے کے بعد وہ ٹانگوں کی سختی کی وجہ سے گھر سے نکلنے سے معذور ہو گئے تھے اور میرا ان کے پاس آنا جانا تھا۔ ایک دن مجھ سے فرمانے لگے کہ جب آپ نہیں آتے تو میں اپنے ڈرائنگ روم کی کھڑکی سے باہر جھانکتا رہتا ہوں کہ شاید آپ آ رہے ہوں۔ مجھے یہ جملہ سن کر خوشی سے زیادہ شرمندگی ہوئی انہوں نے ایک بار ایک نشست میں جہاں میرے بیٹے اور ان کے بیٹے بھی موجود تھے میری طرف اشارہ کر کے فرمایا "یہ اور ہم ایک ہیں" اور میرے متعلق بعض محبت آمیز باتیں ارشاد کر کے ایک بار فرمانے لگے "یہ میں نہیں بول رہا ہوں" مجھے اشتیاق رہا کہ مجھے معلوم ہو کہ ان کی زبان میں کون بول رہا تھا یہ عقدہ مجھ پر ایک خواب کے ذریعے کھلا کہ ان کی زبان میں حضرت غوث پاکؒ بول رہے تھے۔

ان کے تین بیٹے ہیں بڑے بیٹے احمد کی شادی ہو چکی ہے۔ دوسرے بیٹے محمود اور سب سے چھوٹے بیٹے [redacted] اپنی والدہ کے ساتھ رہائش پذیر ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں دنیا و آخرت میں خوشحال رکھے۔ آمین۔

جب مجھے رومی بھائی کے وصال کی خبر ملی تو وہاں پہنچا اور تدفین میں شامل رہا۔ میرے ساتھ سرکارؒ کے ایک صاحب مراقبہ نوجوان غلام بھی تھے۔ انہوں نے تدفین کے وقت مجھ سے کہا کہ "اگر اس وقت مجھے اجازت ہو جائے تو میں رومی بھائی کی جگہ قبر میں لیٹنے کے لیئے تیار ہوں کہ عالم بالا میں رومی

بھائی کا جو استقبال کیا جا رہا ہے بڑے سے بڑے اولیا بھی اس کا تصور نہیں کر سکتے" انہوں نے مجھے مزید بتایا کہ ابّا جیؒ نے روفی بھائی کی قبر کھدوانے اور عزت احترام کے ساتھ اپنے ہی قبرستان میں مزار شریف کے غرب میں انہیں دفن کرنے کی ذمہ داری اس وقت سلسلہ کے سربراہ ثانی بھائی کے سپرد کی تھی جس کی تکمیل کے بعد انہوں نے ابّا جیؒ کے پاس حاضر ہو کر فرمایا کہ ابّا جیؒ میں نے آپ کے حکم کی تعمیل کر دی ہے۔

(۱۱)

موجودہ سربراہ سلسلہ
چودھری غلام ربّانی مدظلہ العالی

آپ ابّا جیؒ کے پوتے کے بیٹے اور بیٹے کے پوتے ہیں یعنی ابّا جیؒ کے فرزند ارجمند قادر بھائیؒ جان کے بیٹے ثانی بھائیؒ اور ثانی بھائی کے بیٹے آپ ہیں سلسلہ کے چوتھے سربراہ اور قادری منزل کی روایات اور وضع داری کو بھرپور طریقے سے نبھانے والے غلاموں کے ہمدرد عاگو اور بہی خواہ ہیں غلاموں کے کسی گروپ سے نہ اختلاف نہ کسی کی جانب داری، قادری منزل پر آنے والے غلاموں کے لیئے" بقول قادر بھائی جانؒ "خدمت گزار تقاضائے عمر سے بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔

آپ نے پیدا ہوتے ہی ہر طرف یا سیّدی یا ابّا جیؒ کی آوازیں سنیں۔ قادری

منزل پر اس ماحول میں آنکھ کھولی ہے جہاں ہر جمعرات کو بعد نماز مغرب یٰسین شریف کا ختم ہوتا تھا سرکارؒ کے غلام جمع ہوتے تھے اور تبرک بٹتا تھا گیارہویں شریف پر ختم قرآن اور قبل از مغرب فاتحہ ہوتی تھی۔ شعبان کی پندرویں کو شبِ بیداری سال میں ابّا جیؒ کے دو عرس ایک ۶/اپریل کو اور ایک ۲۳ ذیقعد کو ایک عرس شریف ماں جیؒ کا اپنے دورِ طفلی میں اپنے داد قادر بھائی جان کو سربراہ سلسلہ دیکھا بڑے ہو کر اپنے والد بزرگوار ثانی بھائی کو سربراہ دیکھا اور ان کے وصال کے بعد خود سربراہی کا شرف حاصل ہوا۔ ظاہر ہے کہ اس خاندانی پس منظر اور ماحول کا اثر پھر سرکار ابّا جیؒ کرم جس طرح آپ پر اثر انداز ہوا۔ اس کا لازمی نتیجہ ایک ایسی ہی شخصیت کی تعمیر تھی الحمد اللہ آپ جس کے حامل ہیں۔۔۔ ذاتی مزاج طبع کے حوالے سے بھی قادری منزل کی عظیم روایات کے حامل اور محافظ ہیں۔ مجھے ان سے بہت مانوسیت اور عقیدت ہے۔ ابّا جیؒ کے حوالے سے وہ میرے لیئے قابل احترام ہیں۔ ہر چند کہ میری عمر ان سے تقریباً دوگنی ہے اور بوجہ پیرانہ سال ان کی خدمت میں باقاعدگی حاضر بھی نہیں ہو سکا ہوں۔ ان سے کتاب ھٰذا کا تذکرہ کر کے درخواست کی ہے کہ اس پر ایک نظر ڈال کر اس کی صحت پر مہر تصدیق ثبت کر دیں اور اگر کوئی ترمیم و اضافہ تجویز فرمائیں تو بسر و چشم قبول، اللہ ان کے مراتب بلند فرمائے۔ اور ان کی سربراہی میں سلسلے کو اور اس کے اساسی اصول کو استحکام اور سرکارؒ کے غلاموں کو دنیا و آخرت کی فلاح نصیب ہو آمین۔

آپ کا معمول یہ ہے کہ قادری منزل پر ختم شریف کے پابندی سے انعقاد کے

علاوہ ہر اتوار کی صبح اباجیؒ کے مزار شریف پر جاتے ہیں۔ وہاں لنگر تقسیم کرتے ہیں۔غلام بھائیوں کے علاوہ بھی تبرک کے لیئے آنے والے معصوم مساکین کی تعداد خاصی ہوتی ہے۔آپ کو اپنے مرحوم دادا قادر بھائی جان اور ان کے مزار شریف سے خصوصی لگاؤ ہے۔قادر بھائی جان بھی آپ سے بہت مانوس تھے اور انہوں نے ہی اپنی حیات ظاہرہ میں انہیں داخل سلسلہ کرنے کے لیئے نوافل داخل پڑھائی تھیں۔ والد صاحب کے اچانک رحلت فرمانے کے ملال سے شدید متاثر ہوئے ہیں جس کے سبب ہضم کی شدید تکلیف سے دوچار ہیں مگر عزم وہمت وعمل کے سہارے دینی معمولات کو متاثر نہیں ہونے دیا ہے اللہ تعالیٰ انہیں صحت کاملہ اور شفائے تام عطا فرمائے اور ان کی ذات سے غلام فیضیاب ہوتے رہیں۔آمین۔

چند نائبین

زیر نظر موضوع پر قلم اٹھانا بڑا نازک معاملہ ہے۔اگر کوئی مجھ سے پوچھ بیٹھے کہ کس کے نائبین پر لکھ رہے ہیں۔اباجیؒ کے نائبین پر یا ان کے نائبوں کے نائبین پر تو میرا جواب شاید اختلاف رائے کا موجب ہوجائے۔اباجیؒ کے براہ راست سلسلہ کا تصور میرے پاس تو یہ ہے کہ کوئی بھی صاحب اجازت جب کسی طالب کو داخل سلسلہ کرنے کے لیئے نوافل پڑھاتا ہے تو آنے والے غلام کا تعلق نوافل پڑھانے والے صاحب اجازت کی معرفت براہ راست اباجیؒ اور سرکارؒ سے ہوجاتا ہے۔ موجودہ صاحب اجازت کو جس نے نوافل پڑھائی تھیں اس کا درمیان میں حوالہ نہیں ہوتا۔اگر اب سے دوسو 200 سال بعد بھی کوئی داخلِ سلسلہ ہوگا تو آنے والے

کا تعلق نوافل پڑھانے والے صاحبِ اجازت کی معرفت براہ راست اباجیؒ سے ہوگا اور درمیان کی تمام کڑیاں غائب ہوں گی۔اگر کوئی ان درمیانی رابطوں یا وسیلوں کی بھی وساطت کا قائل ہے تو وہ دوسرے سلسلوں کی طرح ''شجرے'' کی طرف جارہا ہے ہے وہ نسبت اویسی کی راہ سے ہٹا ہوا ہے۔

اباجیؒ کی حیات ظاہرہ میں اور اس کے بعد اپنی حیات میں بھی قادری صاحبؒ، اعلیٰ حضرتؒ یا محمد علی صاحبؒ یا باسط صاحبؒ نے اگر کسی کو نوافل پڑھائیں تو اس کا براہ راست اباجیؒ سے رشتہ استوار ہوگیا۔یہی بات ان غلاموں کے لیئے بھی درست ہے جنہیں قادر بھائی جانؒ نے نوافل داخلہ پڑھائیں۔اب ان حضرات کی جگہ جو دوسرے صاحب اجازت ہوئے ان کے ذریعہ نوافل پڑھنے والے معاملاتی لحاظ سے ان سے پیش رو حضرات سے وابستہ نہیں ہوئے محبت اور احترام کا رشتہ اپنی جگہ مگر براہ راست معاملے میں نوافل پڑھانے والے کے علاوہ طالب اور اباجیؒ کے درمیان کوئی شخصیت حائل نہیں۔جن لوگوں کو میرے محترم ثانی بھائیؒ نے نوافل پڑھائیں ان کا رشتہ قادر بھائی جان کی معرفت نہیں براہ راست اباجیؒ سے استوار ہوا اور آج یہی بات ''ربانی بھائی'' کے لیئے بھی درست کہ وہ جسے نوافل پڑھائیں گے ثانی بھائیؒ اور قادر بھائیؒ جان کی محبت واحترام کے باوجود رشتہ غلامی ان کا براہ راست اباجیؒ سے ہی استوار ہوگا۔

اعلیٰ حضرت نظام الدینؒ کے وصال کے بعد نیابت ان کے پانچویں بیٹے **سیّد عزیز** کو ملی جنہیں راقم اس وقت سے جانتا ہے جب وہ اپنی معصومیت اور کم

عمری کے سبب اپنی جوائج ضروریہ کے تکمیل کے لائق بھی نہیں تھے۔ اس معاملے میں ان کی والدہ یا حبیب ماما اور کریم کا کا ان کی طہارت وصفائی کی نگرانی کرتے تھے اور چونکہ وہ اس وقت محی الدین، قادر اور احسان کے مقابلے میں چھوٹے تھے اس لیئے ''چھوٹو'' کہلاتے تھے۔ آج انہیں اباجیؒ اور سرکارؒ کی طرف سے نیابت کے مقام پر فائز کیا گیا ہے یہ بات بے حد موجب راحت ہے۔ ان سے میرے روابط تو براہ راست نہیں ہیں لیکن مجھے یہ معلوم ہے کہ الحمد اللہ وہ اپنی ذمہ داریاں بحسن وخوبی نبھار ہے ہیں۔ ٦ اپریل کو منعقد ہونے والے اباجیؒ کے عرس شریف کے جملہ انتظامات کرتے ہیں۔ چادر چڑھاتے ہیں ختم شریف پڑھتے اور اعلیٰ حضرتؒ کی نسبت سے داخل سلسلہ ہونے والے غلاموں کی سربراہی کے ساتھ آنے والے غلاموں کو نوافل داخلہ پڑھا کر نیابت کا مقدس فریضہ احسن طریقے سے انجام دے رہے ہیں۔ میری دانست میں ان کے ذریعہ نوافل پڑھ کر داخل سلسلہ ہونے والے غلام اعلیٰ حضرت نظام الدینؒ کی محبت و احترام کا رشتہ رکھنے کے باوجود براہ راست اباجیؒ سے متعلق ہوتے ہیں اگر خود ان کا تصور میرے بیان کردہ تصور سے مختلف ہے تو میں اپنے کہے ہوئے بلکہ لکھے ہوئے کے لیئے معذرت کا طلبگار ہوں۔

یہاں میں ایک چھوٹی سی وضاحت کرنا چاہتا ہوں جو اباجیؒ کے عرس شریف سے متعلق ہے شاید بعض ذہنوں میں یہ سوال پیدا ہوتا ہو کہ اباجیؒ کے دو عرس کیوں ہوتے ہیں ایک چھ اپریل کو اور ایک ۲۳ ذیلعقد کو قادری منزل سے مرکزی قیادت کی شرکت دونوں مواقع پر ہوتی رہی ہے ٦ اپریل والے عرس شریف کا انتظام اعلیٰ

حضرت نظام الدینؒ کے نائب **''عزیز بھائی اور ان کے معاونین''** کرتے ہیں اس عرس میں ہر چند کہ شرکاء کی تعداد کثیر اور اہتمام بڑے پیمانے پر ہوتا ہے مگر قادری منزل والوں کے علاوہ صرف اعلیٰ حضرت نظام الدین قادریؒ کے حلقہ اثر کے لوگ ہی شریک ہوتے ہیں جبکہ ۲۳ ذیقعد کے عرس میں یہ حضرات شریک نہیں ہوتے بلکہ قادری منزل کی مرکزی قیادت کے ساتھ قادری صاحبؒ اور مرتضیٰ شفیع صاحبؒ کے حلقے والوں کے علاوہ سیّد محمد حسین بخاریؒ اور احمد شفیع صاحبؒ کے متعلقین بھی شریک ہوتے ہیں۔ جن کی قیادت **سیّد محمد امین بخاری مدظلہ** کے پاس ہے۔ تفاوت کسی اعتقادی بنیاد پر نہیں ہے ۱۹۷۰ء تک عرس ایک ہی ہوتا تھا جس کا انتظام واہتمام اعلیٰ حضرت نظام الدینؒ ہی فرماتے تھے اور اس میں تمام ہی غلام شریک ہوتے تھے۔ ماں جیؒ، قادر بھائی جانؒ، قادری صاحبؒ، باسط صاحبؒ، مرتضیٰ شفیع صاحبؒ، احمد شفیع صاحبؒ اور برنی صاحبؒ وغیرہ نیز ان کے حلقہ اثر والے سب ساتھ ہوتے تھے راقم ہر عرس شریف پر گیارہ بند پر مشتمل اباجیؒ کی ایک تازہ منقبت کہکر چادر چڑھاتے وقت باآواز بلند پیش کرتا تھا۔ ۲۲ اور ۲۳ کی درمیانی شب اعلیٰ حضرت اور دیگر غلام اباجیؒ کے قبرستان میں ہی بسر کرتے تھے۔ اس وقت تک قبور کی تعداد بہت کم تھی خالی میدان تھا جس میں رات کو شامیانہ لگا کر قیام ہوتا تھا۔ بکرے ذبح ہوتے تھے بریانی کی دیگیں تیار ہوتی تھیں۔ پورے قبرستان میں چراغاں ہوتا تھا۔ ظاہر کی نظر سے ہی نہیں باطنی نظر رکھنے والے بھی دیکھتے تھے کہ جیسے غلاموں کے لیئے پورا قبرستان خالی کروالیا گیا ہے۔ ۱۹۷۰ئ میں ۲۳ ذیقعد کو

موسم شدید سرد تھا کثرا کے کی سردی پڑ رہی تھی لحافوں کے بغیر گزارا ممکن نہ تھا۔ صبح کو اعلیٰ حضرتؒ نے غلاموں کو سردی کی اذیت سے بچانے کے لیئے اعلان فرمایا کہ آئندہ سے عرس شریف قمری تاریخ کے بجائے شمسی تاریخ یعنی ۶ اپریل کو ہوا کرے گا چنانچہ اگلا عرس شریف ۱۹۷۱ئ میں پہلی بار ۶ اپریل کو ہوا۔ بعض غلاموں کو یہ خیال ہوا کہ ۱۰ محرم ۱۱ ربیع الثانی، ۱۲ ربیع الاول اور ۱۳ رجب کے انعقادات چونکہ شمسی تاریخ کو نہیں بلکہ قمری کلینڈر سے ہی ہوتے ہیں اس لیئے اباجیؒ کا عرس شریف بھی قمری تاریخ ۲۳ ذیقعد کو ہی جاری رہنا چاہئے (جیسے ماں جیؒ کا عرس شریف ہوتا ہے) اس طرح اباجیؒ کے دو عرس ہونے شروع ہو گئے۔ ان میں کوئی اعتقادی اختلاف نہیں شمسی اور قمری کلینڈر کا فرق ہے۔ ۶ اپریل کے عرس پر اگر کسی کو اعتراض ہے تو میں عرض کرونگا کہ صرف ۶ اپریل کو ہی نہیں اگر روزانہ ختم شریف پڑھا جائے چادر چڑھائی جائے اور لنگر تقسیم کیا جائے تو بھی کوئی اعتراض نہیں ہر غلام کو حسب استطاعت شرکت کرنی چاہئے۔ ویسے عیدین، حج اور رمضان شریف کی طرح اگر قمری تاریخوں کو اپنایا جائے تو یہ عمل بھی دینی روایات سے مطابقت رکھتا ہے۔ راقم نے جب اس مسئلہ پر غور کیا تو اس نتیجہ پر پہنچا کہ اسلام میں ''ایّام کا تعین قمری حوالے سے اور اوقات کا تعین شمسی حوالے سے ہوتا ہے'' روزے کی فرضیت رویت ہلال سے ہے سحر و افطار کا تعین شمسی نسبت طلوع وغروب کے اوقات سے ہے رمضان اور حج کے لیئے قمری حوالہ ہے۔ اوقات افطار و سحر اور نماز کے لیئے شمسی حوالے ہے۔ اباجیؒ کے عرس شریف کے معاملے میں قادری منزل کا یہی رویّہ ہے کہ دونوں اپنی اپنی فکر کے مطابق درست

ہیں تاریخوں کا فرق وجہ اختلاف نہیں ہونا چاہئے۔ میں عزیز بھائی کی اعلیٰ کارکردگی اور درازئ عمر کے لیئے دعا گو ہوں۔ اعلیٰ حضرت کے حلقے میں وہ مُتّفِقہ نائب ہیں۔

سیّد شبیر علی قادریؒ کے ہاں نیابت کا مسئلہ اور زیادہ پیچیدہ ہے۔ آپ کو جب اباجیؒ ساتھ لیکر آئے اور دو نوافل پڑھا کر داخل سلسلہ کیا اس وقت آپ کے پاس پہلے سے ہی دو سلسلوں کی نعمت موجود تھی ان میں ایک سلسلہ آپ کا آبائی اور خاندانی سلسلہ اور دوسرا سلسلہ جس کی تفصیلات میرے علم میں نہیں ہیں کراچی کے ہی ایک بزرگ کامل کا تھا ان کا نام میں نے ۴۵ سال قبل سنا تھا (حضرت ابوالحسنؒ یا حضرت ابوالحسناتؒ) جواب مجھے وثوق کے ساتھ یاد نہیں ہے۔ اباجیؒ نے جب آپ کو داخل سلسلہ کیا تو دونوں سلسلوں کی نعمتیں بحال رکھیں اور اپنے سلسلہ کی نعمت مزید عطا کی۔ قادری صاحبؒ زندگی بھر یہ امانتیں کمال تحمّل کے ساتھ سنبھالے رہے مگر اباجیؒ کے سلسلہ میں داخلے کے بعد ان کی زبان پر اباجیؒ اور سرکارؒ کا ہی نام رہا۔ خود کتنا ہی احترام کرتے رہے ہوں مگر دوسروں سے کبھی اپنی سابقہ نسبتوں کا ظاہر میں تذکرہ نہیں کیا گوشہ نشینی سے باہر آنے کے بعد اپنے وصال سے قبل یہ نعمتیں کسی نہ کسی کے سپرد کرنی تھیں۔ اباجیؒ کے سلسلہ کی نعمت انہوں نے راقم کو عطا کی اور ایک رات تنہائی میں غلام سے ارشاد کیا ''جا تجھے دیا'' مگر بعض باطنی قوتوں کے زیر اثر یہ نعمت راقم کے باطن میں چلی گئی اور ظاہری سطح پر اس کا اظہار نہیں ہوا جس کے سبب میرے معاملے میں ان کی خاصی توقع شکنی ہوئی۔ اور مآل کار انہوں نے یہ ذمہ داری **احمد شفیع صاحبؒ** کے سپرد کی جن کا تذکرہ پچھلے صفحات میں آ چکا ہے۔ اس سے

ہنکر ایک زیادہ گمبھیر مسئلہ ان کے دوست سیّد محمد حسین بخاری کا تھا۔

سیّد صاحب کا نام تو کم ہی لوگوں کے علم میں تھا سب ہی لوگ مع قادری صاحب انہیں سیّد صاحب ہی کہتے تھے وہ ان کے پڑوسی تھے ان کے اور قادری صاحبؒ کے درمیان ایک یا دو بلڈنگوں کا فاصلہ تھا۔ قادری صاحبؒ کی گوشہ نشینی کے زمانہ میں وہ قادری صاحبؒ کی تنہائی کا حصار توڑنے میں کامیاب ہو گئے۔ ان کا قادری منزل پر آنا جانا نہیں تھا اور نہ ہی اباجیؒ کے اہل سلسلہ سے ان کا کوئی معاملہ یا رابطہ تھا۔ البتہ اباجیؒ کے عرس شریف کے موقع پر وہ قادری صاحبؒ کے ساتھ مزار شریف پر تشریف لاتے تھے۔ عرس شریف میں مجھے منقبت پڑھتے دیکھ کر مجھ سے یکطرفہ واقفیت ہو گئی تھی۔ جب مرتضیٰ شفیع صاحبؒ کے ساتھ قادری صاحبؒ کے ہاں میرا آنا جانا شروع ہوا تو قادری صاحبؒ نے فرمایا کہ میں تو تنہائی میں مطمئن تھا مگر سیّد صاحبؒ نے تجھے اور مرتضیٰ شفیع کو بلانے کے لیئے بہت زور ڈالا ورنہ میں نے تو کسی کو بھی بلانا نہیں چاہا۔۔۔ "خود سیّد صاحبؒ کو بھی نہیں" مگر انہیں سرکارؒ نے بھیج دیا۔۔۔ اب تو جو بھی یہاں آتا ہے پہلے اس پر کرم ہو جاتا ہے پھر یہاں آتا ہے۔۔۔ غرض یہ کہ قادری صاحبؒ کے یہاں پابندی سے آنے جانے کے سبب قادری صاحبؒ سے ان کے قرب اور باہمی احترام و محبت کا پوری طرح اندازہ ہو گیا۔ سیّد صاحبؒ پر سرکارؒ کے عطا و کرم کے واقعات سن کر ان کا احترام بھی سب اہل محفل پر روز افزوں رہا۔۔۔ مگر سب سے زیادہ متاثر اور مانوس مرتضیٰ شفیع صاحبؒ ہوئے جس پر قادری صاحبؒ نے مجھ سے فرمایا کہ "شفیع نے تو سیّد صاحب سے خود گٹھ

جوڑ کیا ہے میں نے یہ نہیں چاہا تھا" ان کے اس جملے کے مضمرات بعد میں کسی حد تک مجھ پر واضح بھی ہو گئے۔ ویسے سیّد صاحبؒ اصولی اور سخت مزاج تھے۔ قادری صاحبؒ کے عفو و درگزر کے نرم رویہ پر قادری صاحبؒ سے کہتے تھے آپ تو حسنی سیّد ہو میں حسینی ہوں جو فیصلہ کر لیتا ہوں پھر اس سے نہیں ہٹتا۔ سیّد صاحبؒ کا نہ تو اباجیؒ کے غلاموں سے رابطہ تھا نہ وہ قادری منزل پر ختم شریف یا شب بیداری میں شریک ہوتے تھے اور نہ ہی اباجیؒ کے سلسلہ کے اکابر سوائے قادریؒ صاحب ان سے واقف تھے۔ مگر ان کے گھر پر جو ختم شریف پڑھا جاتا تھا وہ اباجیؒ کے طریقے والا ہی تھا اور آپ کی زبان پر کبھی اباجیؒ کا نام آتا تو بڑے احترام و ادب اور کسر نفسی کے ساتھ۔۔۔ راقم کا اندازہ یہ ہے کہ قادری صاحبؒ کے اپنے آبائی سلسلہ کی جو نعمت تھی اس کے وارث ان کے بڑے بیٹے "اقبال قادری صاحب" قرار پائے قادری صاحبؒ کی گفتگو سے اندازہ یہ ہوتا تھا کہ یہ نعمت ان کے چھوٹے بیٹے حسنی کو منتقل ہو گی مگر بالوجوہ باطن ایسا نہیں ہو سکا شاید اس کا ظاہری سبب یہ تھا کہ حسنی نے اس طرف کسی رغبت کا اظہار نہیں کیا۔ ویسے اقبال اپنی شخصی صفات اور دینداری کے معاملے میں قادری صاحبؒ کا ہی نمونہ تھے مگر مزاج میں قادری صاحب جیسی نرمی نظر نہیں آتی تھی۔ اباجیؒ کے غلاموں سے ان کے قریبی رابطے تھے۔ قادری منزل آنا جانا اور ختم شریف میں شرکت شروع سے ان کا معمول تھا۔ نعمت ملنے کے بعد قادری صاحبؒ کے وصال کے بعد ان کے رویہ میں تھوڑی تبدیلی قابل مشاہدہ تھی۔ قادری صاحبؒ کے مزار پر روزانہ حاضری مزار کی دیکھ بھال اور صفائی ستھرائی

پر خاص توجہ تھی۔ ان کا بچپن اعلیٰ حضرتؒ اور باسط صاحبؒ کی گودوں میں گذرا تھا کئی
کئی دن تک رات دن باسط صاحبؒ کے گھر رہتے تھے۔ قادری صاحبؒ سے ملنے
والوں کو عزت دیتے تھے۔ قادری صاحبؒ کے وصال کے بعد ان کے مزار پر جو شجرہ
آویزاں کیا تھا وہ خاندانی تھا۔ اس میں اباجیؒ کا کوئی حوالہ نہیں تھا۔ انہیں قادری
صاحبؒ کی طرح اپنے خاندانی فیض کے ساتھ اباجیؒ کے سلسلہ کا بھی فیض تھا اباجیؒ کے
سلسلہ کے معمولات وطریق کی تقلید عقیدت واحترام کے ساتھ کرتے تھے۔ قادری
صاحبؒ کے مزار شریف جا کر صفائی ستھرائی کرنے کے بعد مزار کے برابر لیٹ جاتے
اور آرام کرتے تھے ایک دن طبیعت کچھ زیادہ خراب محسوس ہوئی تو مزار کے برابر
لیٹنے کے بجائے ان کے قدموں میں جا کر ایسے لیٹے کہ حشر تک کے لیئے لیٹ گئے ان کا
مزار شریف قادری صاحبؒ کے قدموں میں ہے۔ اللہ ان کے مراتب بلند فرمائے۔ آمین

اقبال قادری مرحوم کے متعلق یہ بات میرے علم میں آئی ہے کہ انہوں نے
پردہ فرمانے سے پہلے اپنے خاندانی سلسلہ کی نعمت کے لیئے اپنے بعد اپنے بیٹے سیّد
مزمل علی قادری کو نامزد کیا تھا وہ نوعمر ہیں ان سے میری راست ملاقات نہیں ہے۔
اس لیئے ان کے کوائف و معمولات سے ناواقف ہوں ناواقفیت کے باوجود ان کے
لیئے دعا گو ہوں کہ وہ سیّدزادے اور سیّد شبیر علی قادری صاحبؒ کے پوتے ہیں۔

اقبال قادری کے وصال کے بعد قادری صاحب کے خاندان کے ایک
خوبصورت خوب سیرت اور خوش الحان نوجوان ''**سیّد زاہد علی قادری**'' کی شخصیت
ابھر کر سامنے آئی قادری منزل اور ''**ثانی بھائی**'' سے ان کا قریبی رابطہ اور عمدہ

معاملہ تھا اور آج ایسا ہی معاملہ ربانی بھائی سے ہے۔ وہ خوش الحانی سے قرائت اور
نعت خوانی کرتے ہیں قادری منزل پر اور ختم شریف میں ان کی شرکت مستقل اور
پابندی کے ساتھ ہوتی ہے ختم شریف کے بعد ان کی پر کیف نعت خوانی سے غلام مسرور
ہوتے ہیں۔ میں نے انہیں پہلی مرتبہ روفی بھائی کی تدفین کے بعد ثانی بھائی کے
اشارے پر قرائت کرتے دیکھا تھا وہ خوش الحان ہونے کے ساتھ خوش لباس اور وضع
دار بھی ہیں برہنہ سر نہیں رہتے جناح کیپ ان کے سر پر اچھی معلوم ہوتی ہے میں نے
جب ان سے ان کے والد صاحب کا نام پوچھا تو انہوں نے ''سیّد انور علی'' بتایا میں
اس وقت نہیں پہچان سکا بعد میں خیال آیا کہ یہ تو ''انّو بابوؒ'' کا نام ہے یہ قادری
صاحبؒ کے بڑے بھائی کے بیٹے اور سیّد شبیر علی قادری صاحبؒ کے داماد تھے۔ مجھ
سے گیارہ سال یعنی قادری صاحبؒ کے وصال تک ان سے رابطہ رہا ہے۔ سیّد زاہد علی
ان کے بیٹے اور قادری صاحبؒ کے نواسے ہیں ان نسبتوں کے حوالے سے میرے
دل میں سیّد زاہد علی قادری کی توقیر اور بڑھ گئی۔ میری دعا ہے کہ ان پر سرکارؒ اباجیؒ
کا کرم ولطف روز افزوں رہے۔

قادری صاحبؒ کے بعد پیدا ہونے والی صورت حال سے زیادہ پیچیدہ مرتضٰی
شفیع صاحبؒ کی نیابت کا مسئلہ ہے۔ ان کے پردہ فرمانے کے بعد ان کے ذریعہ داخل
سلسلہ ہونے والوں کی قیادت مشہور معروف ہومیو ڈاکٹر اور اردو کے ریٹائرڈ پروفیسر
''**ڈاکٹر شمسی صاحب**'' کے سپرد ہوئی اور ختم شریف پڑھنے کا سلسلہ چار جگہ
شروع ہوا جو ماشاء اللہ ہنوز جاری ہے۔ ان میں ایک ختم شریف تو مرتضٰی شفیع صاحبؒ

کے فلیٹ پر جہاں ان کی بیگم رہائش پذیر ہیں وہاں ہوتا ہے۔ ایک ختم شمسی صاحب کے مکان پر ہوتا ہے ایک شمسی صاحب کے داماد محمد طلحہ قریشی صاحب کے مکان پر ہوتا ہے۔ مرتضیٰ شفیع صاحبؒ کے مکان پر اور اپنے گھر دونوں جگہ ختم شریف ڈاکٹر شمسی صاحب ہی پڑھتے ہیں مرتضیٰ شفیع مرحوم کی بیگم کے ذریعہ معلوم ہوا کہ ایک ختم ان کی (بیگم کی) بڑی بہن کے ہاں بھی ہوتا ہے اور شمسی صاحب کے داماد اپنے گھر پر ختم شریف پڑھتے۔ مرتضیٰ شفیع مرحوم کے وصال سے قبل میں ایک بار ان کے فلیٹ پر ان کی خدمت میں حاضر ہوا طویل وقفہ کے بعد بھی ان کے اخلاص ومحبت میں کوئی فرق نہیں ہوا بالکل ایسی ہی ملاقات رہی جیسے ہم کل بھی ملے تھے وہاں موجود اپنے حلقہ کے چند غلاموں کا انہوں نے یہ کہہ کر تعارف بھی کروایا کہ ''یہ بھی آپ کے ہم سلسلہ ہیں'' اور مجھے ابا جیؒ کے فضل وکرم کا حال بھی سناتے رہے میں نے انہیں ابا جیؒ کی ایک منقبت بھی سنائی جو میں نے قصیدۂ غوثیہ کے مصرعے سے صرف کر کے کہی تھی۔ منقبت سنتے وقت انہوں نے اپنی بیگم کو بھی بلالیا اور کہا دیکھو فائق صاحب نے سرکارؒ کے مصرعوں کے ساتھ ابا جیؒ کی منقبت لکھی ہے۔ منقبت سن کر بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے میرا ارادہ ہے کہ تمہارا ''کلام عارفانہ'' یکجا کر کے چھپواؤں۔ میں نے جب اپنی گیارہ سال کی عدم حاضری کے زمانے کی بابت پوچھا تو کہنے لگے ''جو کچھ ہوا تمہارے لیئے اچھا ہوا'' مجھے آج بھی آپ کی محبت اور شفقت یاد آتی اور الحمد اللہ ان سے خواب میں بے تکلفانہ ملاقاتوں کا سلسلہ جاری ہے۔ میں ان کے حوالے سے دو معاملات میں ابھی الجھا ہوا ہوں ''ایک تو ان کے بیان

کردہ سلسلہ کی نوعیت کا معاملہ ہے''۔۔۔ اور دوسرا روفی بھائی کو نفلیں پڑھانے سے متعلق ہے۔ اپنے حلقہ کے غلاموں کے متعلق انہوں نے بتایا کہ ''غلاموں کا جو معاملہ آگے بڑھتا ہے وہ یہاں سے سیّد صاحب کے پاس جاتا ہے وہاں سے قادری صاحبؒ کے پاس پہنچتا ہے اور قادری صاحب کے ذریعے ابا جیؒ کے پاس جاتا ہے''۔ یہ سن کر مجھے سوچ یہ رہی کہ کیسا براہ راست غلامی والا اویسی نسبت کا سلسلہ ہے کہ غلام اور ابا جیؒ کے درمیان تین سیڑھیاں قائم ہیں۔ پھر قادری صاحبؒ کا فرمانا یاد آیا جس کا حوالہ پہلے بھی آچکا ہے جو قادری صاحبؒ کے ایما اور مرضی کے خلاف ''سیّد صاحبؒ سے گٹھ جوڑ کا ہے'' اسی طرح ایک اور بات جس سے متعلق میں سوچ میں ہوں یہ کہ ''روفی بھائی نے مجھے بتایا کا ایک دن مرتضیٰ شفیع صاحبؒ روفی بھائی کے گھر تشریف لے گئے اور انہیں داخل سلسلہ کرنے کی نوافل پڑھائیں''! اس معاملے میں میری سوچ یہ ہے کہ روفی بھائی جن کی شان اور فقیرانہ عظمت سے متعلق ابا جیؒ نے پیشن گوئیاں کی تھیں اور تمام اکابرین سلسلہ مع مرتضیٰ شفیع صاحبؒ بار بار جن کا تذکرہ کرتے رہے تھے اور جن کو ان میں سے کسی نے نوافل پڑھانے کی ضرورت محسوس نہیں کی مرتضیٰ شفیع کو اس خانہ پوری کا اتنا خیال کیوں رہا؟ بہر حال رموز مملکت خویش خسرواں دانند مرتضیٰ شفیع صاحبؒ سے منتقل ہونے والی نیابت واجازت براہ راست ہے یا اس میں کئی وساطتیں ہیں یہ تو مرتضیٰ شفیع صاحبؒ جانیں یا جاننے والے جانیں۔ بہر حال حقیقت واضح ہے کہ ان

کے حلقے کے لوگ عالم ظاہر میں قادری منزل سے کوئی تعلق نہیں رکھتے ان کا تعلق ابا جیؒ کے مزار شریف سے ضرور ہے جیسے سیّد صاحب مرحوم کا تھا۔ بہرحال میرے لیئے مرتضیٰ شفیع صاحبؒ کے پسماندگان محترم ہیں کہ مرتضیٰ شفیع صاحبؒ کو براہ راست اجازت حضرت ابا جیؒ سے ملی تھی اور ابا جیؒ کے سلسلے کی نعمت ان کے پاس تھی اور جس طرح اس کے تذکرے سنے ہیں اس کی مثال کہیں اور نہیں ملتی وہ میرے محسن تھے۔ اپنے گھر میں ختم شریف کا سلسلہ جاری کرنے سے پہلے سیّد صاحب کے وصال سے قبل تک وہ سیّد صاحب کے گھر پر ختم شریف میں شریک رہے سیّد صاحب کے گھر پر احمد شفیع صاحبؒ ختم شریف پڑھتے اور نماز باجماعت کی امامت کرتے تھے۔ جب احمد شفیع صاحبؒ کی علالت کا سلسلہ طویل ہوا۔ تو انہوں نے اپنی ذمہ داری سیّد صاحب کے بھانجے **سیّد محمد امین بخاری صاحب** کے سپرد کردی۔

سیّد محمد امین بخاری صاحب نے اپنی ذمہ داریوں اور فرائض کی ادائیگی میں بڑی بردباری، تحمل اور حوصلے کا ثبوت دیا۔ پیچیدہ باطنی صورت حال میں انہوں نے بالغ نظری کے ساتھ کسی سے اختلاف کیئے بغیر ''اجازت ونیابت'' کی اعلیٰ صلاحیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے آنے والوں کو متحد و منظم رکھا۔ انہیں ایک جانب تو وہ نعمت حاصل ہے جو سیّد صاحب سے ورثہ میں ملی دوسرے ابا جیؒ کے سلسلے کی اجازت ختم ونوافل احمد شفیع صاحبؒ کی طرف سے منتقل ہوئی وہ اس دوھرے کرم کی فیض رسانی میں کسی تضاد کا شکار ہوئے بغیر قادری صاحبؒ کی طرح سلسلہ چلا رہے ہیں۔ سیّد صاحب سے جو نسبت انہیں ملی اور اس کے سرے جہاں سے ملتے ہیں معلوم

نہیں کہ اس کی واقفیت یا عدم واقفیت کے ساتھ ابا جیؒ کے سلسلے کے آداب و معمولات پر کاربند ہیں سیّد صاحب کی طرح ان کا رابطہ قادری منزل سے نہیں مزار شریف سے ہے ان کے ہاں جانے والوں کے لب پر ابا جیؒ سرکارؒ کا ہی نام ہے مگر درمیان میں قادری صاحبؒ اور سیّد صاحبؒ کے حوالے بھی مستحکم ہیں۔ ویسے کسب حلال کے معاملے میں ان کا سلسلہ روزگار کسی بینک سے وابستہ ہے۔ ان کے پاس گیارہویں شریف کے ختم پر آنے والوں کی تعداد خاصی اچھی ہوتی ہے۔ مجھے ان کے متعلق جو معلومات حاصل ہوئی ہیں وہ احمد شفیع مرحوم کے مرحوم داماد جناب ابراہیم صاحب کے ذریعہ ہوئیں اور دور حاضرہ سے متعلق باتیں احمد شفیع صاحبؒ کی صاحبزادی نے بتائیں جو باقاعدگی سے کامل عقیدت و احترام کے ساتھ محمد امین صاحب کے گھر ختم شریف میں شرکت کرتی ہیں، اور محمد امین صاحب کا نام بڑی عزت و احترام سے لیتی ہیں میری امین صاحب سے ملاقات نہیں ہے آرزوئے ملاقات ضرور ہے ایک مرتبہ صرف ٹیلیفون پر گفتگو ہوئی ہے۔

چند یادگار نام

زیر نظر سطور میں ابا جیؒ اور سرکارؒ کے چند ایسے غلاموں کے ناموں کا حوالہ ہے کہ جن کے پاس اجازت و نیابت تو نہیں رہی ہے مگر وہ اپنے کردار نیّت اور ابا جیؒ سرکارؒ کی نسبت و محبت اور حاضری کی پابندی کے حوالے سے غلاموں کے درمیان ایک معروف و منفرد حیثیت کے حامل رہے ہیں ان کے باطنی کوائف مدارج و مراتب اور مقامات سے تو مجھے واقفیت نہیں ہے مگر اتنا ضرور ہے کہ انہیں کسی نہ کسی دینی حوالے

سے محبت یا خدمت کی نسبت سے انفرادیت حاصل ہے ان میں سے کچھ وہ ہیں جنہیں اباجیؒ کی ہم نشینی اور آپ کی محفلوں میں شرکت کا شرف حاصل رہا ہے۔ کم وبیش یہ سب ہی عالم ضعیفی سے گزر رہے ہیں اور بالعموم اپنے گھروں میں محصور ہیں ان کی ہم نشینی وقربت اور ان سے واقفیت رکھنے والے بھی چند لوگ ہی ہیں ان کے گزر جانے کے بعد ان عظیم ہستیوں کے ناموں سے واقف بھی کم ہی لوگ رہ جائیں گے اس لیئے میں نے سوچا کہ کچھ نہ کرسکوں تو کم سے کم ان کے نام تو ضبط تحریر میں لے آؤں کہ اباجیؒ کے سلسلہ کے آغاز کرم کے بہت سے حوالے ان کی ذاتوں سے وابستہ ہیں ان اہم اور بزرگ غلاموں میں سب سے پہلا نام جو میرے ذہن میں آتا ہے وہ ''ستار بھائی'' ہیں۔

ستار بھائی قادر بھائی جانؒ کے بڑے بیٹے اور اباجیؒ کے لاڈلے پوتے ہیں۔ اباجیؒ کے ماں جیؒ کے اور قادر بھائی جانؒ کے زمانے تک نہایت باقاعدگی سے قادری منزل پر ہونے والے ختم شریف میں ہر جمعرات کو اور گیارہویں شریف کے ختم میں اور چودہ شعبان کی شب بیداری میں اباجیؒ کے عرس شریف میں باقاعدگی سے شریک رہے ہیں اکثر غلاموں نے ان سے اپنے بچپن اور نوجوانی کے حوالے سے اباجیؒ کے قصے سنے ہیں آپ کا رویہ غلاموں کے ساتھ ہنوز قرب ومحبت کا ہے اور قادر بھائی جانؒ کے ساتھ گھریلوں معاملات اور دینی مشاغل کے ساتھ دنیاوی کاروبار میں بھی شریک ومعاون رہے ہیں سرکارؒ آپ کے مدارج ومراتب بلند فرمائیں۔

دوسرا نام جو میرے ذہن میں آرہا ہے وہ **پروفیسر عشرت الحسن برنی** مرحوم کا ہے۔ جنہیں قادری صاحب برنی بابا کہتے ہے۔ آپ اباجیؒ کی ہم نشینی کا

شرف رکھنے والے صاحب نظر ومراقبہ ایک باوقار شخصیت تھے جامعہ ملّیہ کالج کے تاریخ اسلام کے پروفیسر اور مشہور کتاب ''مسلم اسپین'' کے مصنف تھے۔ داخل سلسلہ ہونے سے پہلے اپنے آغاز جوانی میں ہی روایتی طریقت کی معروف شخصیت تھے مگر اباجیؒ کی نظر فیض رساں کی برکت سے حقیقی فقر کی طرف مائل ہوئے اعلیٰ حضرت نظام الدینؒ نے منازل ومقامات طے کرواکے ان کی کاملیت کا اعلان کیا اور وہ برنی صاحبؒ کو صاحب سجادہ بنا کر بٹھانا چاہتے تھے مگر ایسا نہ ہوسکا برنی صاحب نے اعلان کردیا کہ ان کی آنکھ پر پردہ پڑ گیا ہے اس کے بعد وہ اپنے مکان سعود آباد میں محصور ہوگئے اور انہوں نے اعلان کیا کہ حضرت اباجیؒ نے ان کا ہاتھ باسط صاحبؒ کے ہاتھ میں دے دیا ہے اس کے بعد باسط صاحبؒ نے انہیں وہ مقامات بھی طے کروائے جن کا علم بھی بہت سے صاحبان نظر کو نہیں ہے اپنے دور آخر میں انہوں نے محفل لے کر بیٹھنا چاہا اور بقول خود انہوں نے اس کے لیئے حضرت اباجیؒ سے اجازت بھی لے لی مگر باسط صاحبؒ اصولاً اس انجمن آرائی کے حق میں نہیں تھے رہنوں کا یہ اختلاف باعث فصل بنالو اور باسط صاحبؒ نے فرمایا کہ برنی صاحب کے بقول اباجیؒ نے برنی صاحب کا ہاتھ جو باسط صاحبؒ کے ہاتھ میں دیا تھا وہ باسط صاحبؒ نے واپس اباجیؒ کو دے دیا۔ راقم کی نشستیں طویل عرصہ تک برنی صاحبؒ کے ساتھ رہی ہیں اور ہم پیشہ ہونے کے سبب باہم بے تکلفی بھی رہی ہے مگر باسط صاحبؒ سے میرا قریب تر ہونا اور ان کا دور ہوتے رہنا میرے اور ان کے درمیان بھی فصل بن گیا اس کے بعد ان کے حالات کا مجھے علم نہیں ہے۔ حال ہی میں یہ برنی

خبر سننے کو ملی کہ برنی صاحبؒ پردہ فرما چکے ہیں اور یہ بات آج کی نہیں بلکہ ان کی رحلت کو کم وبیش ایک سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ ان کی رحلت کی خبر سن کر مجھے بہت صدمہ ہوا مگر یہ دن تو سب کو ہی دیکھنا ہے میں ان کے مدارج ومراتب کی بلندی اور سرکارؒ کے کرم میں اضافے کے لیئے دعا گو ہوں۔ ان کے پس ماندگان پر بھی سرکارؒ اباجیؒ کا کرم رہے۔

اباجیؒ کے سلسلہ میں قادری صاحب کے حوالے سے دو اور نام اہم اور قابل بیان ہیں ان میں ایک تو سیّد **شوکت علی قادریؒ** ہیں جو قادری صاحبؒ کے چھوٹے بھائی تھے اباجیؒ کی محفلوں میں بیٹھنے والے خوش مزاج اور ملنسار جنہیں قادری صاحبؒ کے چھوٹے بھائی ہونے کی حیثیت سے ہم سب شوکت چاچاؒ کہتے تھے وہ بڑے وضع دار آدمی تھے قادری صاحبؒ کی خلوت نشینی کے زمانے میں بھی اعلیٰ حضرتؒ کی محفلوں میں بھی گاہے گاہے ان کی حاضری رہی ہے اور قادری منزل پر ہر اہم موقع پر موجود رہے ہیں بالعموم ان کے ساتھ ان کے اور قادری صاحبؒ کے بڑے بھائی کے بیٹے سیّد **انور علی قادری صاحب** بھی رہتے تھے جو قادری صاحبؒ کے داماد تھے اور قادری صاحب کو بہت عزیز تھے خوش مزاج اور ملنسار غلام۔۔۔ قادری منزل پر آخر تک حاضری دیتے رہے مگر عمر نے ان کے ساتھ وفا نہ کی تاہم ان کی یادگار ان کے وضع دار بھاری بھرکم بیٹے جن کا تذکرہ سطور گزشتہ میں آچکا ہے اس سلسلہ کی معروف شخصیت اور ختم شریف میں قادری منزل پر مستقل شریک رہنے والے خوش الحان نعت خواں جناب سیّد زاہد علی قادری ہیں۔

ایک اور محترم نام **پہلوان نذیر** کا ہے۔ پہلوان نذیرؒ ایک بھولی بھالی معصوم

شخصیت کے حامل دینی شغف خاص رکھنے والے اباجیؒ کی محفلوں کے پرانے شریک تھے۔ جب اباجیؒ نے کراچی تشریف لاکر عباسی مینشن لارنس روڈ میں قیام کیا تو اس کے سامنے والی مٹھائی کی دوکان پہلوان نذیر اور ان کے بڑے بھائی کی تھی۔ پہلوان نذیرؒ سے اباجیؒ کبھی کبھی اپنے ذوق مزح پسندی کا مظاہرہ کرکے دلچسپ جملے بھی کہتے تھے۔ پہلوان نذیرؒ کو آنکھ عطا ہوئی تھی صاحبؒ مراقبہ تھے قادری منزل پر اور اس سے پہلے بھی ختم شریف میں باقاعدہ شرکت کرتے تھے۔ کبھی کبھی نماز باجماعت کی امامت کے فرائض بھی انجام دیتے تھے اور وظائف کے معاملے میں مستعد تھے۔ کتابی علم سے کوئی شغف خاص نہیں تھا حضرت سلطان باہو کی بعض کتب کے پنجابی تراجم پڑھے تھے اکثر تصوف کی اصلاحات خاص کر نفی واثبات پر سوالات ان کی زبان پر رہتے تھے مگر انہیں کہیں سے تسلی بخش جواب نہ مل سکا۔

زیرنظر حوالے میں اعلیٰ حضرت نظام الدینؒ کی نسبت سے اباجیؒ کے غلاموں میں تین نام خاص طور پر اہم اور قابل ذکر ہیں پہلا نام جناب **سیّد غلام نبی صاحب** کا۔۔۔ دوسرا نام **سیّد ایوب علی صاحبؒ** کا۔۔۔اور تیسرا نام **جناب کامل صاحب مرحوم** کا ہے۔ سیّد غلام نبی صاحبؒ اعلیٰ حضرت نظام الدین صاحبؒ کے بڑے بھائی اور اباجیؒ کے غلام تھے۔ اعلیٰ حضرت سے عمر میں بڑے ہونے کے باوجود اپنے چھوٹے بھائی کو اعلیٰ حضرتؒ کہتے تھے۔ یہ ان کی شخصی عظمت کا ثبوت ہے کہ انہوں نے ہمیشہ خون کے رشتہ سے زیادہ دینی نسبت کو اہمیت دی۔ انہوں نے عمر اور رشتہ میں اعلیٰ حضرتؒ سے بڑے ہونے کا کبھی عملاً

کی سادگی اور بے لوثی کا قریب سے مشاہدہ کیا ہے ان کی بیٹی نے اعلیٰ حضرتؒ کی اور ان کے گھر آنے والے غلاموں کی بڑی خدمت کی ہے جس کی شادی کامل صاحب مرحوم سے ہوئی تھی اور شاید اسی کا صلہ ہے کہ ان کی بیٹی کی نسبت سے ان کی رشتہ داری اباجیؒ کے گھرانے سے ہوئی۔ یعنی ان کی بیٹی کی شادی روفی بھائی کے بڑے بیٹے احمد سے ہوئی ہے ماشاء اللہ دونوں خوش وخرم اور شاد وآباد ہیں۔ روفی بھائیؒ اپنے بیٹے کی دلہن کے والد اور اباجیؒ کے غلام اعلیٰ حضرت کی محفلوں کی اہم شخصیت ''کامل صاحب مرحوم'' کے متعلق بہت اچھی رائے رکھتے تھے۔ کامل صاحب نے اعلیٰ حضرتؒ سے نوافل پڑھی تھیں وہ ان کے بڑے معتقد اور آنکھ والے صاحب مراقبہ غلام تھے۔ اعلیٰ حضرتؒ اکثر خود مراقبہ کرنے کے بجائے کامل صاحب سے کہتے تھے کہ ''دیکھ کر بتا'' کامل صاحبؒ کو اعلیٰ حضرتؒ سے اس قدر محبت اور جذباتی وابستگی تھی جس کے سبب ان کے رویہ سے اباجیؒ کے بعض قابل احترام غلاموں کے لیئے کبھی کبھی بے رخی جھلک جاتی تھی جبکہ اعلیٰ حضرتؒ کی زبان سے کبھی ان محترم غلاموں کے لیئے کوئی منفی بات نہیں سنی۔ اعلیٰ حضرتؒ کی محفل میں بیٹھنے والے سیّد ایوب علی جو ''سیّد صاحب'' کے نام سے معروف تھے۔ آنکھ والے صاحب مراقبہ ظاہر وباطن ہیں ایک بھاری بھرکم شخصیت جو اعلیٰ حضرت کے عاشق تصور کیے جاتے تھے جب بھی محفل میں بیٹھتے ان کی نظریں اعلیٰ حضرت پر ہی مرکوز رہتی تھیں۔ خاموش اور بردبار طبیعت کے حامل تھے اباجیؒ کے غلاموں کا پورا احترام کرتے تھے۔ انہیں باطنی طور سے اعلیٰ حضرتؒ کے ساتھ استقامت واستحکام وفاداری کی ہدایت کی گئی تھی

چنانچہ انہوں نے اپنا پورا خاندان باپ اور بیٹوں سمیت اعلیٰ حضرت کے قدموں میں ڈال دیا تھا۔ ان کے والد کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اباجیؒ کے مزار شریف پر چڑھائی جانے والی پہلی زردوزی کے بہترین کام والی چادر انہوں نے ہی تیار کی تھی سیّد صاحب کے بیٹے محبوب جنہیں اعلیٰ حضرت اور دیگر غلام بھی پہلوان کہتے تھے اعلیٰ حضرتؒ سے وابستگی خاص رکھتے تھے اور غلاموں کے حلقے کی ایک پسندیدہ شخصیت تھے۔ سیّد صاحبؒ کے چھوٹے بیٹے کا نام سیّد مظہر علی ہے انہیں اعلیٰ حضرت کی بیٹی کی زوجیت کا افتخار حاصل ہے۔ اعلیٰ حضرتؒ کی محفلوں میں باقاعدگی اور پابندی سے شرکت کرنے والے اور ختم شریف میں قادری منزل پر حاضری دینے والوں میں بعض نام جو میرے ذہن میں ہیں ان میں نسیم صاحب، ظہیر صاحب، آفتاب شعیب، سلمان سیٹھ، احمد بھائی، منشی چاچا، فریدی صاحب، ڈاکٹر صاحب، نذیر بھائی، حبیب ماما اور کریم کا کانہ بھلائے جانے والے نام ہیں۔ ان حضرت سے میری ملاقاتوں کا سلسلہ بوجہ گوشہ گیری مدت سے منقطع ہے میں ان کے لیئے دعا گو ہوں۔ جو گزر گئے ان کے لیے بھی اور جو موجود ہیں ان کے لیئے بھی۔

آخر میں چند غلاموں کے نام رکارڈ میں لانا چاہتا ہوں جن کی نشستیں اور تعلقِ خاطر باسط صاحبؒ کے ساتھ رہا ہے۔ باسط صاحبؒ اپنے حوالے سے کسی حلقے یا گروپ کا تصور وابستہ کرنا نہیں چاہتے تھے انہوں نے آخر وقت میں سب کو ہدایت کی تھی کہ ''میرے بعد سب اپنے اپنے گھروں پر بیٹھ کر اباجیؒ سے تعلق

رکھنا۔ ان کے ذریعہ راقم غلام کو نوافل پڑھانے کی اجازت حاصل تھی مگر محفل سجا کر بیٹھنے کے وہ اس لیئے خلاف تھے کہ اس میں ہزار احتیاط کے باوجود کچھ نہ کچھ خانقاہیت کی سی وضع آ ہی جاتی ہے دوسروں کے لیئے ابا جیؒ کی طرح بیٹھنا ممکن نہیں''

باسط صاحبؒ سے جو لوگ آخر تک مربوط رہے ان میں عبدالماجد صدیقیؒ کا نام خاص کر قابل ذکر ہے جو باسط صاحبؒ کی قبر مبارک کے ساتھ مدفون ہیں۔ سندھ اور لاڑکانہ کے قاصی دیدار علی، ہمت علی سکندر، پناہ علی شاہ، نور محمد اور نظام کے نام بھی اہم ہیں۔ بچپن کے ساتھیوں میں جمیل بھائی اور نذیر بھائی ہیں کالج میں تدریس کے ساتھیوں میں پروفیسر برنی صاحبؒ ہیں جن کا تذکرہ سطور بالا میں آ چکا ہے۔ راقم سے باسط صاحبؒ کا تعلق ''ساتھ کا نہیں ذات ہے'' اس لیئے کہ باسط صاحبؒ کے لیئے ابا جیؒ نے فرمایا تھا ''ماسٹر تو اکیلا ہے'' اور یہ کہ ''سرکار کا کرم وہاں دیکھنا۔۔۔'' اس کے علاوہ ابا جیؒ نے باسط صاحبؒ کو اپنے بہت سے تبرکات سے بھی نوازا تھا جو ایک الماری میں [illegible]ظ ہیں ان کے علاوہ آپ نے اپنا لباس بھی ایک موقع پر عطا کرتے ہوئے کہا تھا'' لے پُتر یہ پہن کر جانا رہی صورت تو وہ وقت پر ہو جائے گی'' ساتھ ہی آپ نے اپنی شروانی اور ٹوپی بھی عطا فرمائی تھی ''ٹوپی دیتے وقت ہاتھ کے اشارے سے کہا تھا تاج وہ گیا۔۔وہ گیا۔۔وہ گیا''

موجودہ جوان اور نوجوان غلاموں سے میری واقفیت نہیں ہے۔ البتہ ان میں سے ایک محمد وسیم جو باسط صاحب کے بھانجے ہیں اور ایک زاہد علی خان جو وسیم کے دوست ہیں اور جو باسط صاحب سے مانوسیت رکھتے ہیں البتہ میرے پاس آتے جاتے ہیں۔ ان دونوں کو نوافل ثانی بھائی نے پڑھائی ہیں۔ میں ان سب کے لیئے دعا گو اور دنیا و آخرت میں خوشحالی کا متمنی ہوں۔۔۔

ترو تازہ رہیں آقا ترے گلزار کے پھول

ختم شدہ

----☆----

نوٹ

مندرجات بالا میں اگر مجھ سے کہیں غلط بیانی ہوئی ہے یا کوئی بات کسی بھی غلام کی کسرِ شان کا سبب بنی ہے تو میں متعلقہ غلام سے اور سرکارؒ اباجیؒ سے معافی کا طلبگار رہوں کہ سرکارؒ کے در پر تو ''خطا پر عطا ہوتی ہے''

بسم اللہ الرحمن الرحیم

منظومات

- حمدِ رب ---
- نعت نبیؐ ---
- سلامِ عقیدت ---
- اے شہِ شاہانِ اولیا ---
- شئےُ اللہ ------
- یا محبوبِ غوثِ اعظمؒ -----
- میرا ماہی صلِ علیٰ ------
- میرا عقیدہ -----
- مناقب حضرت اباجیؒ -----

حمدِ رب

کہیں بندے سے بھلا حمد و ثنا ہوتی ہے
یہ بھی توفیق درِ شہ سے عطا ہوتی ہے

☆

حمد لکھتا ہوں تو میں ربِ محمدؐ کے لیئے
نعت میری پئےؑ محبوبِ خدا ہوتی ہے

☆

ہیں مری حمد میں بھی نعت کے پہلو پنہاں
انؐ کی تعریف بھی توصیف خدا ہوتی ہے

☆

راز کی بات سرِ بزم نہیں کہہ سکتا
حق بیانی بھی کبھی وجہ سزا ہوتی ہے

☆

کاش وہ جرائتِ اظہار بھی ہوتی مجھ میں
جو سرِ دار و رسن جلوہ نما ہوتی ہے

☆

پھر تو میں کُھل کے یہ کہہ دیتا با آواز بلند
آئینہ سے کہیں حیرت بھی جدا ہوتی ہے

☆

حمد ہوتی ہی نہیں نعت سے ہٹ کر فائق
نعت کہتے ہو جسے حمدِ خدا ہوتی ہے

-----☆-----

نعت پاک

یہ سچ ہے خطاؤں کہ تو انبار بڑے ہیں
لیکن مجھے کیا غم مرے سرکارؐ بڑے ہیں

☆

اے سَیلِ الم مجھ سے ذرا بچ کے گزرنا
میں کچھ بھی نہیں میرے مددگارؐ بڑے ہیں

☆

ہو آتشِ غم آتشِ نمرود سے بڑھ کر
اس چشم کرم میں بھی تو گلزار بڑے ہیں

☆

نسبت تو رہے گی چلو بولی تو لگائیں
یہ مانا کہ یوسفؑ کے خریدار بڑے ہیں

☆

موسیٰؑ کے لیئے آپ سرِطور بھی پہنچے
یہ بزم ہے اور طالبِ دیدار بڑے ہیں

☆

اِس سمت بھی اک چشم کرم جانِ مسیحاؐ
آزار بہت سخت ہیں بیمار بڑے ہیں

☆

یہ سچ ہے نہیں ہم شرفِ دید کے لائق
ارمان مگر یا شہِ ابرارؐ بڑے ہیں

-----☆----

سلام عقیدت

سلام اے رحمتوں کے تاج والےؐ
سلام اے عرش کی معراج والےؐ

☆

سلام اے تاجدارِ بزمِ عرفاں
سلام اے جلوۂ تفسیرِ قرآں

☆

سلام اے سیّدی عالم پناہی
سلام اے حاملِ سرِّ الٰہی

☆

سلام اے ماہِ تابانِ نبوت
سلام اے شانِ شایانِ نبوت

☆

سلام اے رحمت اللعالمین
سلام یا شفیع المذنبین

☆

سلام اے جلوۂ رازِ حقیقت
سلام اے حاملِ تاجِ شفاعت

☆

سلام اے سیّدی یا نورَ العینی
سلام اے سیّدی جدَّ الحسینی

☆

سلام اے جدِ غوثِ پاکؒ آقا
سلام اے صاحبِ لولاکؐ آقا

☆

سلام اے روشنیٔ طورِ سینا
سلام اے جلوۂ فرمائے مدینہ

☆

سلام اے شب کو گریہ کرنے والے
سلام اے سب کا دامن بھرنے والے

☆

کرم فرمایئے دونوں جہاں میں
رہیں ہم آپؐ کے حفظ واماں میں

-----☆------

میرا ماہی صلِّ علٰی، میں کچھ بھی نہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے شہِ خاصانِ اولیا

محبوبِ رب محبِّ نبی جانِ اولیاؒ
پیرانِ پیر حضرتِ سلطانِ اولیاؒ

-----☆------

میری طلب کو اپنی فقیری کا رنگ دے
اے شہ نشینِ مسندِ ایوانِ اولیاؒ

-----☆------

پر تو سے اپنے ذرّہ کو بھی تابدار کر
اے مہ جمال و مہرِ درخشانِ اولیاؒ

-----☆------

اس پر بھی اک نظر کہ یقین کرم لیئے
بیٹھا ہے اک غلامِ غلامانِ اولیاؒ

-----☆------

جو تجھ سے تجھکو مانگتا ہے اس کی لاج رکھ
اے غوثِ پاکؒ اے شہِ شاہانِ اولیاؒ

-----☆------

تیری ہی ذات حاصلِ عرفان و آگہی
تیرا ہی نور شمعِ شبستانِ اولیاؒ

-----☆------

دنیا ہو عاقبت ہو کہ وہ حشر و نشر ہو
میری پناہ دامنِ سلطانِ اولیاؒ

(فائق بدایونی)

نہیں سمجھے گی یہ دنیا مرے طرزِ تخاطب کو
کہ ان کا نام لیکر بھی تجھے اکثر پکارا ہے

(فائق بدایونی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا غوث الاعظم دستگیرؒ

شیئاً للہ

در پہ آیا ہوں طلب گار ہوں شیئاً للہ
مفلس و بےکس و نادار ہوں شیئاً للہ

-----☆------

آپ کے خوانِ کرم ہی سے عطا ہو آقا
آپ کے در کا نمک خوار ہوں شیئاً للہ

-----☆------

آپ ہیں شافعِ محشرؐ کے دُلارے بیٹے
اور میں ایک گنہ گار ہوں شیئاً للہ

-----☆------

آپ ہر طور سے صد رشکِ مسیحا نفساں
میں بھی ہر طرح سے بیمار ہوں شیئاً للہ

-----☆------

اختیار آپ کو ہر شے پہ دیا ہے اس نے
اور میں عاجز و ناچار ہوں شیئاً للہ

-----☆------

میں تو کم ظرف بھی ہوں خام طلب بھی لیکن
کس کے میخانے کا میخوار ہوں شیئاً للہ

-----☆------

تیرے محبوب نے بخشا ہے غلامی کا شرف
اسی نسبت سے طلبگار ہوں شیئاً للہ
(فائق بدایونی)

دیوانگیٔ شوق نے ایسا بھی کیا ہے
آواز تجھے دی ہے نام ان کا لیا ہے
(فائق بدایونی)

یا ابّا جیؒ

ذاتِ واحد کی شانِ یکتائی
سرورِ دو جہاںؐ کی زیبائی
پنجتنؓ کی جمال آرائی
غوثِ اعظمؒ کی جلوہ فرمائی
آپؒ کی ذات میں نظر آئی
سیّدی یا حبیبیؒ مولائیؒ

(فائق بدایونی)

میں کچھ بھی نہیں

پہلے اس کا قول دُہرایا کہ میں کچھ بھی نہیں
راز بالآخر یہی پایا کہ میں کچھ بھی نہیں
انؒ کی عظمت کون سمجھے گا وہؒ تھا کتنا عظیم
جسؒ نے سب کچھ ہو کے فرمایا کہ میں کچھ بھی نہیں

(فائق بدایونی)

نوٹ

آئندہ صفحات میں درج شدہ مناقب ابّا جیؒ کے عرس شریف کے موقع پر پیش کی گئی ہیں۔

میرا ماہی صلِ علیٰ، میں کچھ بھی نہیں

وہ ہی ہدایت وہ ہی ہُدا ہے
نہ کوئی شامل اور نہ جدا ہے
ان کا کرم خود فضلِ خدا ہے
بات مِری تصدیق شدہ ہے
میرا ماہی صلِ علیٰ، میں کچھ بھی نہیں

فیض جہاں میں عام ہے اِن کا
چرچہ صبح و شام ہے اِن کا
حاصل ایماں نام ہے اِن کا
لب پر یہ پیغام ہے اِن کا
میرا ماہی صلِ علیٰ، میں کچھ بھی نہیں

پیسہ دولت مایا کایا
کوئی جہاں میں کام نہ آیا
ابّاجیؒ کا سر پر سایا
جنکے در سے راز یہ پایا
میرا ماہی صلِ علیٰ، میں کچھ بھی نہیں

ان کا رتبہ سب سے اعلیٰ
چاند ہے جیسا ویسا ہالا
غوثِ الاعظمؒ چاہنے والا
کیسا شکوہ کیسا نالہ
میرا ماہی صلِ علیٰ، میں کچھ بھی نہیں

مُشک سے بڑھ کر ان کا پسینہ
نورِ مجسم ان کا سینہ
دفن اسی میں سارا خزینہ
ساتھ ہیں ﷺ اور مدینہ
میرا ماہی صلِ علیٰ، میں کچھ بھی نہیں

خانۂ کعبہ روضۂ اطہر
ماہِ درخشاں مہرِ منور
دونوں انکے قلب کے اندر
ان کا رتبہ اللہ اکبر
میرا ماہی صلِ علیٰ، میں کچھ بھی نہیں

نورِ خدا خود جلوہ فشاں ہے
اباجیؒ کا فیض وہاں ہے
وردِ درودِ تاج جہاں ہے
ذرہ ذرہ نغمہ کناں ہے

میرا ماہی صلِّ علیٰ، میں کچھ بھی نہیں

جن کو طلب ہو در پر آئیں
دین و دنیا لیکر جائیں
تھوڑا مانگیں زیادہ پائیں
تم بھی گاؤ ہم بھی گائیں

میرا ماہی صلِّ علیٰ، میں کچھ بھی نہیں

کیسی شاہی کیسی گدائی
وحدت کی ہے جلوہ نمائی
سارے خادم بھائی بھائی
وہؒ ہی آقا وہ ہی ماہی

میرا ماہی صلِّ علیٰ، میں کچھ بھی نہیں

روح کی ہے تزئین انہی سے
دامنِ دل رنگین انہی سے
رنگ نظامِ دین انہی سے
پائی یہ تلقین انہی سے

میرا ماہی صلِّ علیٰ، میں کچھ بھی نہیں

غوثِ اعظمؒ شاہِ طریقت
اباجیؒ کی جن کو چاہت
اباجی کو جن سے محبت
میرے رہبر میرے حضرت

میرا ماہی صلِّ علیٰ، میں کچھ بھی نہیں

----☆----

چراغ جو بھی جلائے تھے کملی والے نے
انہی چراغوں سے سارے چراغ روشن ہیں
(فائق بدایونی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابّا جیؒ۔ ابّا جیؒ۔ ابّا جیؒ۔ ابّا جیؒ

آپ کے در سے ہم کو ملی روشنی
دھڑکنیں مل گئیں زندگی مل گئی
زندگی اور پھر پیار کی زندگی
سب کرم آپ کا سب عطا آپ کی
ابّا جیؒ ابّا جیؒ ابّا جیؒ ابّا جیؒ

آپ ہی کی غلامی کے اقرار سے
سلسلہ مل گیا اپنا سرکارؒ سے
آپ کی چاہ سے آپ کے پیار سے
زندگی کو نئی زندگی مل گئی
ابّا جیؒ ابّا جیؒ ابّا جیؒ ابّا جیؒ

راستہ سیّدھا بغداد کا مل گیا
یا دیارِ شہہَ انبیا مل گیا
آپ کیا مل گئے بس خدا مل گیا
دل کی دھڑکن سے آواز آنے لگی
ابّا جیؒ ابّا جیؒ ابّا جیؒ ابّا جیؒ

نہ سمجھیں گے اس راز کو دیدہ ور
آپ کے فیضِ نسبت کا کیا ہے اثر
میرے آقا کی جس پر پڑی اک نظر
قلب چلنے لگا روح گانے لگی
ابّا جیؒ ابّا جیؒ ابّا جیؒ ابّا جیؒ

یقینِ کرم عاجزی حوصلہ
ہے جہاں سے نرالہ یہی سلسلہ
آپ جسکو ملے اسکو سب کچھ ملا
پھر نہ واصل کوئی اورنہ فاصل کوئی
ابّا جیؒ ابّا جیؒ ابّا جیؒ ابّا جیؒ

جامِ حُبِ غلامانِ احمدؒ دیا
اور غلامی میں سرکارؒ کی لے لیا
جو مانگا دیا اور جو چاہا کیا
غلاموں کی آقا نے کی دلدہی
ابّا جیؒ ابّا جیؒ ابّا جیؒ ابّا جیؒ

خطاؤں پہ اپنی جو محجوب ہیں
بس اب آپ ہی ان کا مطلوب ہیں
اسکے محبوبؐ کے آپ محبوب ہیں
آپ کو زیب ہے شوکتِ سروری
اباجیؒ اباجیؒ اباجیؒ اباجیؒ

نے خوشی چاہیئے اور نہ غم چاہیئے
آپ کا لطف وفضل وکرم چاہیئے
ماسوا کب خدا کی قسم چاہیئے
چاہیئے تاابد آپ کی بندگی
اباجیؒ اباجیؒ اباجیؒ اباجیؒ

تا ابد یہ کرم ہم پہ سرکارؒ ہو
قلب مسرور ہوں روح سرشار ہو
وقتِ آخر بھی آقاؐ کا دیدار ہو
موت پر رشک کرنے لگے زندگی
اباجیؒ اباجیؒ اباجیؒ اباجیؒ

اے غلامانِ محبوبِ شاہِؐ امم
ہے انہی کا کرم جو بہ جو یم بہ یم
دین سے انکی خالی نہ تم اور نہ ہم
تم بھی گاؤ یہی ہم بھی گائیں یہی
اباجیؒ اباجیؒ اباجیؒ اباجیؒ

نہ دنیا نہ عقبیٰ نہ اچھا برا
اور نہ کوئی تمنا نہ کوئی دعا
رہے اپنے لب پر یہی اک صدا
سیّدیؒ سیّدیؒ سیّدیؒ سیّدیؒ
اباجیؒ اباجیؒ اباجیؒ اباجیؒ

-----☆------

سوا اللہ کے فائق کسی سے کچھ نہیں لینا
مگر سرکارؒ کا دینا بھی ہے اللہ کا دینا
(فائق بدایونی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

السّلام اے تاجدارِ بزمِ عرفاں السّلام

بات ہے یہ رمز کی ممکن نہیں اس میں کلام
ایک جلوہ اک حقیقت اور اسکے اتنے نام
حمدِ رب نعتِ نبیؐ مدحِ شہہَ عالی مقامؑ
یہ ہجومِ جلوۂ حق اور یہ ادنیٰ غلام
المدد یا اتاجیؒ یا صاحبِ جود وکرام
السّلام اے تاجدارِ بزمِ عرفاں السّلام

جام جنکے بادۂ عرفان سے معمور ہیں
مدحِ والا وہ کریں جو صاحبِ مقدور ہیں
ہم کو تو عجزِ بیاں ہے اسلیئے معذور ہیں
ہم کلیمِ بے زباں ہیں آپ شمعِ طور ہیں
ہاں بس اتنا عرض کردیں ہواگراذنِ کلام
السّلام اے تاجدارِ بزمِ عرفاں السّلام

آپ ہی "فی احسنِ تقویم" کی تعبیر ہیں
معنیِٔ والفجر ہیں والنور کی تفسیر ہیں
مظہرِ نورِ خدا ہیں صاحبِ تنویر ہیں
اور غلاموں کے لیئے تو کاتبِ تقدیر ہیں
ورنہ یہ تقدیر کب تھی خود کو ہم کہتے غلام
السّلام اے تاجدارِ بزمِ عرفاں السّلام

کیانرالی شان ہے کیا عظمتِ یکتائی ہے
جسکے شیدا آپ ہیں وہ آپکا شیدائی ہے
کون سمجھے گا حقیقت اور کس نے پائی ہے
معتبر شاہد ہے جس سے یہ شہادت آئی ہے
آپکے نقشِ کفِ پا میں نہاں سارے مقام
السّلام اے تاجدارِ بزمِ عرفاں السّلام

ہیں انوکھے آپ کی چشمِ کرم کے زاویئے
کتنے خالی جام تھے جو اک نظر میں بھردیئے
معنیِٔ "الفقرُ فخری" آپ نے واضح کیئے
تاجِ فقرِ رحمتہ اللعالمیں سرپر لیئے
محفلِ روحانیاں میں نائبِ خیرالانام
السّلام اے تاجدارِ بزمِ عرفاں السّلام

حاملِ سرِّ الٰہی محرمِ رازِ خدا
باطناً اصلِ حقیقت اورظاہر میں جدا
شانِ یکتائی ہجومِ جلوہ میں ثابت شدہ
پر توِ بدرُ الدجیٰ صدرُالعلیٰ نورالہدیٰ
رونقِ بغداد و طیبہ زینتِ بیت الحرام
السّلام اے تاجدارِ بزمِ عرفاں السّلام

آپ ہی کے جلووں سے یہ بام و درضوبار ہیں
روشنی ہی روشنی انوار ہی انوار ہیں
اس ادا سے جلوہ فرما برسر دربار ہیں
مسندِ محبوبیت پرجس طرح سرکارؐ ہیں
سب وہی رنگِ تجلی اور وہی جلوے تمام
السّلام اے تاجدارِ بزمِ عرفاں السّلام

آپ کی چشمِ کرم سے آپ کی تلقین سے
دامنِ دل ہے مزیّن اک نئی تزئین سے
رشتۂ محکم دیا ہمکو نظامِ دین سے
ہوگئی وابستگی اس دامنِ رنگین سے
اب غلامی کو عطا کردیجیے رنگِ دوام
السّلام اے تاجدارِ بزمِ عرفاں السّلام

ربطِ قلب و جاں رہے پیہم شہہِ ابرارؐ سے
بے کسوں کا سلسلہ قائم رہے سرکارؐ سے
چشمِ باطن کو جِلا ملتی رہے دیدار سے
حشرتک بٹتا رہے صدقہ یونہی دربار سے
فیضِ پیہم تاابد پاتے رہیں سارے غلام
السّلام اے تاجدارِ بزمِ عرفاں السّلام

اک نگاہِ بندہ پرور اک عطائے بے مثال
یا مُحبِ خاصِ محبوبِ خدائے لایزال
آپ پر روشن ہے آقا جو غلاموں کا ہے حال
ایک ہی سب کی دعا ہے ایک ہی سب کا سوال
ازرہِ لطف و کرم دیجیے غلامی کو قیام
السّلام اے تاجدارِ بزمِ عرفاں السّلام

کیجیے چشمِ کرم ربّ العلیٰ کے واسطے
رحمتِ کُل حضرتِ خیرالوریٰؐ کے واسطے
پنجتنؑ کے اورانکے مہ لقا کے واسطے
یعنی حقدارِ رکابِ مصطفیٰؐ کے واسطے
کیجیے چشمِ کرم یا صاحبِ فیضِ دوام
السّلام اے تاجدارِ بزمِ عرفاں السّلام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہے محبوبِ غوث الوریٰ میرا ہادی

خدا نے بس اک کُن سے دنیا بنادی
اسے شمع نور نبیؐ نے ضیاء دی
منوّر ہوئی پنجتن سے یہ وادی
تو پھر غوث الاعظمؓ نے چلمن اٹھادی
نگاہیں جُھکیں اور دل نے صدا دی
ہے محبوبِ غوث الوریٰؓ میرا ہادی

اسی کے کرم سے یہ حمد و ثنا ہے
اسی کا کرم حُبِ شاہِ ہدیٰؐ ہے
کرم کیا ہے اعجازِ غوث الوریٰؓ ہے
کرم ہی سے ذکرِ کرم ہورہا ہے
کرم کو جو سمجھا اسی نے صدا دی
ہے محبوبِ غوث الوریٰؓ میرا ہادی

غلامی ملی یا ملی بادشاہی
خدا میرا خالق نبیؐ میرا ماہی
وہ مالک ہے میرا بہ فضلِ الٰہی
وہ غوثِ معظمؓ وہ عالم پناہی
وہ جس نے غلاموں کی بگڑی بنادی
ہے محبوبِ غوث الوریٰ میرا ہادی

جو کچھ مانگو اس سے سوا دینے والا
غلاموں پہ سب کچھ لٹا دینے والا
خدائی تو کیا ہے خدا دینے والا
ہے ایسا کوئی دوسرا دینے والا
کہ انمول دولتِ طلب سے سوا دی
ہے محبوبِ غوث الوریٰؓ میرا ہادی

وہ شمعِ فروزاں وہی جانِ محفل
وہ مہرِ درخشاں وہی ماہِ کامل
وہی دین و ایماں وہی دیں کا حاصل
وہی اپنا مقصد وہی اپنی منزل
وہ جس نے تمنائے راہِ خدا دی
ہے محبوبِ غوث الوریٰؓ میرا ہادی

جومشکل تھا وہ کام کرکے دکھایا
دلوں سے خیالِ من و تو مٹایا
اِدھر سے بلایا اُدھرسے بلایا
وہ بھائی کو بھائی سے جس نے ملایا
وہ جس نے محبت کی بستی بسا دی
ہے محبوبِ غوث الوریٰؒ میرا ہادی

کرم کے وہ انمول موتی لٹائے
ابد تک چمک جنکی جانے نہ پائے
جو کمھلا گئے تھے وہ گل مسکرائے
نئی زندگی دی نئے دن دکھائے
وہ جس نے خراب آئینوں پرجلا دی
ہے محبوبِ غوث الوریٰؒ میرا ہادی

جو حامی ہمارا ہر افتاد میں ہے
ہر اک رنج وغم آہ و فریاد میں ہے
غلاموں کے جو قلبِ آزاد میں ہے
جو بطحا میں، طیبہ میں، بغداد میں ہے
وہی جلوہ فرماہے جو وادی وادی
ہے محبوبِ غوث الوریٰؒ میرا ہادی

نہ دنیا کا شکوہ نہ دنیا کی چاہت
انوکھا کرم ہے انوکھی عنایت
جو سمجھے وہ سمجھے یہ رازِ حقیقت
یہ وحدت میں کثرت یہ کثرت میں وحدت
کرم ان کا شیوہ عطا کے وہ عادی
ہے محبوبِ غوث الوریٰؒ میر اہادی

انہی کے کرم سے ہے سب دین وایماں
انہی سے ہر اک راہِ دشوار آساں
انہی سے ہے شمعِ محبت فروزاں
نظر میں چراغاں دلوں میں چراغاں
منوّر منوّر محبت کی وادی
ہے محبوبِ غوث الوریٰؒ میرا ہادی

فروزاں رہے یونہی شمعِ محبت
غلاموں کی آقا سے محکم ہو نسبت
ابدتک رہے ہم پہ لطف و عنایت
غلامی سلامت غلامی سلامت
دعا بھی وہی ہے جو اس نے سکھادی
ہے محبوبِ غوث الوریٰؒ میرا ہادی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مِرے سرکارِ غوثِ پاکؓ کے محبوبؒ کا در ہے

خدا کا فضل لطفِ مصطفیٰ ملتا ہے اس در سے
دیارِ پنجتن کا سلسلہ ملتا ہے اس در سے
چراغِ حُبِ شاہِ اولیائٗ ملتا ہے اس در سے
زباں کہہ ہی نہیں سکتی کہ کیا ملتا ہے اس در سے
زباں کی حد سے آگے ہے بیاں کی حد سے باہر ہے
مِرے سرکارِ غوثِ پاکؓ کے محبوبؒ کا در ہے

خطا کاروں کو بھی یہ دیں کی دولت بخش دیتے ہیں
جو نعمت مل نہیں سکتی وہ نعمت بخش دیتے ہیں
غلامی جسکو کہیئے وہ سعادت بخش دیتے ہیں
ہیں محبوبِ شہہ جیلاں محبت بخش دیتے ہیں
جو مطلوبِ دو عالم ہے میسر ان کے در پر ہے
مِرے سرکارِ غوثِ پاکؓ کے محبوبؒ کا در ہے

انہی کی ذاتِ اقدس مظہرِ اوجِ فقیری ہے
عجب اندازِ محبوبی ہے شانِ بے نظیری ہے
وہ ان کا سلسلہ جسمیں مریدی ہے نہ پیری ہے
غلامی ہے محبت ہے کرم ہے دستگیری ہے
بہارِ شاخِ طوبیٰ ہے سرورِ موجِ کوثر ہے
مِرے سرکارِ غوثِ پاکؓ کے محبوبؒ کا در ہے

جنہیں اس در سے نسبت ہے وہ جو اس در کے پالے ہیں
زمانے میں وہ رہ کر بھی زمانے سے نرالے ہیں
نگاہیں خود بتادیتی ہیں یہ سرکارؒ والے ہیں
نہ آہیں انکے لب پر ہیں نہ شکوے ہیں نہ نالے ہیں
جنہیں یہ در میسر ہے انہیں سب کچھ میسر ہے
مِرے سرکارِ غوثِ پاکؓ کے محبوبؒ کا در ہے

جسے محبوبیت دی اسکو شانِ دلبری دیدی
ابد تک جو ہے قائم آل کو وہ زندگی دیدی
فقیری دی کسی کو اور کسی کو دوستی دیدی
کسی کو سوزِ جاں دیکر ادائے عاشقی دیدی
عطا سب پر مسلسل ہے کرم سب پر برابر ہے
مِرے سرکارِ غوثِ پاکؓ کے محبوبؒ کا در ہے

ہے عکسِ نورانکے دامنِ تقدیس کا سایہ
نہ پائے انکے پایہ کو فرازِ عرش کا پایہ
مِرے آقا مِرے مالک مِرے سرورنے فرمایا
اِنہیں دیکھا اُنہیں دیکھا، اِنہیں پایا اُنہیں پایا
نہ کوئی اِن کا ثانی ہے نہ کوئی اُن کا ہمسر ہے
مِرے سرکارغوثِ پاکؒ کے محبوبؒ کا در ہے

رہِ ہستی میں جب نازک کوئی ہنگام آیا ہے
نہ اوروں نے مدد کی ہے نہ کوئی کام آیا ہے
مگر جب بےکسوں کے لب پہ ان کا نام آیا ہے
"مدد یااباجیؒ" "کہہ کر بڑا آرام آیا ہے
یہی تو وہ سہارا ہے بھروسہ ہم کو جس پر ہے
مِرے سرکارغوثِ پاکؒ کے محبوبؒ کا در ہے

کرم کی بھیک دیجئے ساعت امداد ہے آقا
کہ دین وملک وملت پر بڑی افتاد ہے آقا
نگہ ویراں ہے دل گریاں سکوں برباد ہے آقا
بنامِ غوث اعظمؒ آپ سے فریاد ہے آقا
خطائیں لاکھ ہوں لیکن کرم تو ان سے بڑھ کر ہے
مِرے سرکارغوثِ پاکؒ کے محبوبؒ کا در ہے

یہ طوفانِ بلاسیلِ حوادث اب ٹھہرجائے
یہ دورِابتلاء بھی اب کرم ہی سے گزر جائے
غلامِ بے نوا آخرکہاں ٹھہرے کدھرجائے
سوا اس در کے آقا اور کس در پرنظر جائے
اسی در سے امیدیں ہیں یہی در سب سے بڑھکر ہے
مِرے سرکارغوثِ پاکؒ کے محبوبؒ کا در ہے

کرم فرمایئے آقا دعاؤں میں اثر دیجئے
سعادت بخشیئے دیدار کی تابِ نظر دیجئے
منور روح کو اور قلب کو مسرور کردیجئے
بنامِ ساقیٔ کوثر ہمارے جام بھر دیجئے
ہجومِ تشنگاں اے رحمتِ محبوبِؒ داور ہے
مِرے سرکارغوثِ پاکؒ کے محبوبؒ کا در ہے

وفا کی سرخیاں جھلکیں محبت کے فسانے سے
عطا ہو دولتِ ایمان سرکاری خزانے سے
تعلق بے نیازانہ رہے سارے زمانے سے
رہے بس ربطِ محکم آپ ہی کے آستانے سے
غلامی آپ کے در کی ہمیں ہر شے سے برتر ہے
مِرے سرکارغوثِ پاکؒ کے محبوبؒ کا در ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کرم یا ابّاجیؒ یا شمعِ بزمِ شاہ جیلانیؒ

کروں پہلے تو میں حمد وثنائے ذاتِ ربّانی
پڑھوں پھر ایک نعتِ پاکِ فخرِ نوعِ انسانی
عطا ہو پھر مجھے سوزِ درون و کیفِ روحانی
ملے سرکارؒ کی جانب سے اذنِ منقبت خوانی
کہوں پھر یہ بنامِ غوثِ اعظمؒ غوثِ صمدانی
کرم یا ابّاجیؒ یا شمعِ بزمِ شاہِ جیلانیؒ

غلامِ بے نوا ہوں میں خطاکار و فرومایا
مرا مالک ہے وہ جسکا نہیں ہے کوئی ہم پایہ
لوائے عزّوحشمت بحروبر پہ جسکا لہرایا
وہ بارہ سال کا ڈوبا سفینہ جس نے تیرایا
اسی کے نام پر بحرِ نوازش میں ہو طغیانی
کرم یا ابّاجیؒ یا شمعِ بزمِ شاہِ جیلانیؒ

انوکھا سلسلہ تیرا انوکھی بات ہے آقا
ترے در کی غلامی دین کی سوغات ہے آقا
جہانِ معرفت میں تیری تنہاذات ہے آقا
کہ جس کے در پہ فیضِ دین ودنیا ساتھ ہے آقا
تری اس شانِ یکتائی پہ دنیا کو ہے حیرانی
کرم یا ابّاجیؒ یاشمعِ بزمِ شاہِ جیلانیؒ

تری چشمِ کرم نے بھر دئے ہیں کتنے پیمانے
نگاہِ کیف پرور پر تصدق لاکھ میخانے
کرم جس پر ہوا تیرا کرم کو بس وہی جانے
تری تنویر سے روشن ہوئے تاریک ویرانے
تری خلوت بھی نورانی تری جلوت بھی نورانی
کرم یا ابّاجیؒ یا شمعِ بزمِ شاہِ جیلانیؒ

وہ تیری شانِ محبوبی جسے سرکارؒ نے چاہا
مرے آقا مرے مالک مرے مختارؒ نے چاہا
شہنشاہِ دوعالم سیّد الابرارؒ نے چاہا
خدا نے اسکو چاہا جسکو اسکے یارؓ نے چاہا
جو محبوبِ شہہِ جیلاں وہی محبوبِ سبحانی
کرم یا ابّاجیؒ یا شمعِ بزمِ شاہِ جیلانیؒ

وہ کوئی اور ہونگے ناز ہو جنکو مقدر پر
غلاموں کی نظر تو ہے نگاہِ بندہ پرور پر
کرم پر فضل پر مہر و عطا پر لطفِ سرور پر
گزارا اپنا ممکن ہے تو ممکن ہے اسی در پر
خطا میں ہم بھی یکتا ہیں عطا میں وہ بھی لاثانی
کرم یا ابّا جیؒ یا شمعِ بزمِ شاہِ جیلانیؒ

نہ کچھ سعی وعمل ممکن ہے نہ کچھ پاس رکھتے ہیں
نہ تو سوزِ دروں نہ گرمئ انفاس رکھتے ہیں
خطا پر ہے عطا اس بات کا احساس رکھتے ہیں
فقط تیرے کرم تیری عطا پر آس رکھتے ہیں
بجز تیرے نہیں کوئی مداوائے پریشانی
کرم یا ابّا جیؒ یا شمعِ بزمِ شاہِ جیلانیؒ

طلب کی راہ میں آقا جسے تیری ادا بھائے
فریبِ رنگ وبو کے اس جہاں میں چین کب پائے
سکوں اسکو اگر آئے تو تیرے نام سے آئے
جسے تو دوست رکھے اور جو تیرا دوست ہوجائے
اُسے سب ہیچ ہے یہ تختِ شاہی تاجِ سلطانی
کرم یا ابّا جیؒ یا شمعِ بزمِ شاہِ جیلانیؒ

نگاہِ لطفِ خاص آقا اگر اکبار ہوجائے
جہانِ آتشِ قلبِ تپاں گلزار ہوجائے
مرا غم خانۂ دل مطلعِ انوار ہوجائے
ذرا بھی آنکھ جھپکے اور ترا دیدار ہوجائے
پھر اسکے بعد بھی قائم رہے جلوں کی تابانی
کرم یا ابّا جیؒ یا شمعِ بزمِ شاہِ جیلانیؒ

جنہیں جاہ وحشم مطلوب ہو جاہ وحشم چاہیں
مگر ہم تو فقط تیری رضا تیرا کرم چاہیں
نہ کچھ اس سے زیادہ چاہیں نہ کچھ اس سے کم چاہیں
طلب ایسی عطا کردے جو تو چاہے وہ ہم چاہیں
ہماری چاہتوں پر بھی رہے تیری نگہبانی
کرم یا ابّا جیؒ یا شمعِ بزمِ شاہِ جیلانیؒ

دعا یہ ہے کہ مجھکو میرے سرور دیکھتے رہنا
چلوں جس راہ پر تم بنکے رہبر دیکھتے رہنا
لحد میں نزع میں اور روزِ محشر دیکھتے رہنا
کوئی دیکھے نہ دیکھے تم برابر دیکھتے رہنا
ابد تک کرتے رہنا ہر طرح سے میری نگرانی
کرم یا ابّا جیؒ یا شمعِ بزمِ شاہِ جیلانیؒ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مرے ابّا جیؒ ہیں مرے ابّا جیؒ ہیں

خدا میرا خالق ہے ماہی نبیؐ ہیں
وہ مالک ہیں میرے جو کُل کے ولیؒ ہیں
بہت شمعیں انکے کرم سے جلی ہیں
مگر وہ جو سرتا قدم روشنی ہیں
مرے ابّا جیؒ ہیں مرے ابّا جیؒ ہیں

اسی کو ہے توفیقِ مدحت یہاں پر
عطا جسکو قدرت ہو فکر و بیاں پر
قلم کو بھی سکتہ ہے اس آستاں پر
مگر جب یہ چاہیں تو آئے زباں پر
مرے ابّا جیؒ ہیں مرے ابّا جیؒ ہیں

یہ وہ ہیں جو طوفاں کو ساحل بنادیں
جو آسان ہر ایک مشکل بنادیں
نظر کو نظر دل کو جو دل بنادیں
جو ناقص سے ناقص کو کامل بنادیں
مرے ابّا جیؒ ہیں مرے ابّا جیؒ ہیں

یہ ہیں جود و فضل و کرم کا خزانہ
یہی نازشِ محفلِ عارفانہ
اگر چاہیں یہ کھل کے جلوہ دکھانا
کہے ساری خلقت پکارے زمانہ
مرے ابّا جیؒ ہیں مرے ابّا جیؒ ہیں

مصیبت میں مشکل میں یہ ہیں سہارا
انہی کے کرم سے ہے اپنا گزارا
نظر جو عطا ہو تو دیکھو نظارہ
جہاں بھی پکارو وہیں جلوہ آرا
مرے ابّا جیؒ ہیں مرے ابّا جیؒ ہیں

پہنچ جائے گو سَیلِ غم اپنی حد پر
سفینہ رہے لاکھ طوفاں کی زد پر
نظر ہے اُسی چشمِ فیضِ ابد پر
مجھے ڈر نہیں ہے کہ میری مدد پر

مِرے ابّا جیؒ ہیں مِرے ابّا جیؒ ہیں

کوئی آزمائش اگر برملا ہو
کوئی بھی ہو منزل کوئی مرحلہ ہو
زباں پر مِرا ماہی صلِّ علیٰ ہو
میں کچھ بھی نہیں بس یہی غلغلہ ہو

مِرے ابّا جیؒ ہیں مِرے ابّا جیؒ ہیں

عطا ہو مجھے وہ یقینِ دوامی
فرشتوں سے جب ہو مری ہمکلامی
وہ جب مجھ سے پوچھیں ترا کون حامی
کہوں جھوم کر یہ بہ نازِ غلامی

مِرے ابّا جیؒ ہیں مِرے ابّا جیؒ ہیں

بروزِ قیامت بہ ہنگامِ محشر
عطا ہو رہی ہو جو میری خطا پر
وہ پوچھے تو کہہ دوں گا اے میرے داور
مجھے حور و غلمان و جنت سے بڑھ کر

مِرے ابّا جیؒ ہیں مِرے ابّا جیؒ ہیں

بنامِ شہہِ بحر و بر میرے آقا
کرم کی ہو مجھ پر نظر میرے آقا
یہی دُھن رہے عمر بھر میرے آقا
مرادیں مرے راہبر میرے آقا

مِرے ابّا جیؒ ہیں مِرے ابّا جیؒ ہیں

نہ غیروں کا شکوہ نہ اوروں کا غم ہو
مرا سر فقط تیرے در پر ہی خم ہو
غلامی سلامت رہے یہ کرم ہو
کرم ہی سے یہ وِرد بھی دمبدم ہو

مِرے ابّا جیؒ ہیں مِرے ابّا جیؒ ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سرکارؒ کے محبوب تری شان ہے اعلیٰ

ہے خالقِ کل ذاتِ خداوندِ تعالیٰ
باقی جو ہے وہ نورِ محمدؐ کا اجالا
وہ گرتے ہوئے دین کو پھر جس نے سنبھالا
ڈوبے ہوئے مدت کے سفینے کو نکالا

بغداد کا وہ چاند پھر اس چاند کا ہالا
سرکارؒ کے محبوبؒ تری شان ہے اعلیٰ

آقا نے عطا کی ہے جنہیں دید کی توفیق
جو اہل نظر ہیں وہی کرسکتے ہیں توثیق
لیکن مرا دعویٰ نہیں ہے کششِ تصدیق
محبوب و محب میں کبھی ہوتی نہیں تفریق

جو چاند ہے ہالے کا وہی چاند کا ہالا
سرکارؒ کے محبوبؒ تری شان ہے اعلیٰ

ایسا نہ کوئی سلسلہ ہوگا نہ ہوا ہے
ماقبل کسی نے بھی نہ دیکھا نہ سنا ہے
کیا لطف و کرم فیض و عطا جود و سخا ہے
مجھ جیسا خطا کار سزا وارِ عطا ہے

اے صلِ علیٰ تیرا کرم سب سے نرالا
سرکارؒ کے محبوبؒ تری شان ہے اعلیٰ

اسباب ہو اموال کہ جاداد ہماری
قربان ہیں ماں باپ کہ اولاد ہماری
ہر وقت سنی تونے ہی فریاد ہماری
ہر حال میں فرمائی ہے امداد ہماری

جب بھی کوئی لغزش ہوئی تونے ہی سنبھالا
سرکارؒ کے محبوبؒ تری شان ہے اعلیٰ

اے جانِ کرم اپنے غلاموں پہ کرم کر
بتخانۂ احساس کو ہمرنگِ حرم کر
اخلاص و وفا لطف و محبت کو بہم کر
یا صاحبؒ صد جود و کرم جود و کرم کر

ہر ایک خطا پر ہو کرم اور دوبالا
سرکارؒ کے محبوبؒ تری شان ہے اعلیٰ

مقصود نہ اعزاز ہو نئے جاہ و حشم ہو
حوروں کی طلب ہو نہ تمنائے اِرم ہو
اے جانِ عطا جانِ کرم ایسا کرم ہو
بس سر ہو مرا اور ترا نقشِ قدم ہو

ہر تارِ نفس کی ہو صدا رَبِّیَ الْاَعْلٰی
سرکارؒ کے محبوبؒ تری شان ہے اعلیٰ

اے چشمِ کرم معرفتِ حق کا پتہ دے
محبوب جو ہے تجھکو وہ اندازِ وفا دے
یوں شانِ کرم سارے زمانے کو دکھادے
جو دوست ہے تیرا اسے تو دوست بنادے

محبوب رہے ہم کو ترا چاہنے والا
سرکارؒ کے محبوب تری شان ہے اعلیٰ

دیتے ہیں سبھی یوں تو ترے در پہ سلامی
لیکن ہے کرم خاص بہ تخصیصِ غلامی
اے ہادیؒ بغدادؒ کے محبوبؒ گرامی
یکسوئی عطا کردے بہ تسکین دوامی

پھیلادے زمانے میں محبت کا اجالا
سرکارؒ کے محبوبؒ تری شان ہے اعلیٰ

کیا اور تمنائیں ہوں کیا اور صلہ ہو
الطاف وکرم اس سے سوا ہو بھی توکیا ہو
کچھ اور وہ کیا مانگے جسے تو ہی ملا ہو
قربان ہر اس غم کے کہ تو جس کی جزا ہو

قربان بہ نقشِ قدمِ حضرت والاؒ
سرکارؒ کے محبوبؒ تری شان ہے اعلیٰ

ہے دل میں فغاں آہ بہ لب ہونٹوں پہ نالے
افتاد بہت سخت ہے اب کون سنبھالے
ہیں ملکِ خداداد میں بھی دین کے لالے
مظلوم کو ظالم کے شکنجوں سے بچالے

تو نے تو بہت ڈوبے سفینوں کو نکالا
سرکارؒ کے محبوبؒ تری شان ہے اعلیٰ

بے اِذان کسے حوصلۂ مدح و ثنا ہے
اشعار یہ میرے نہیں تیری ہی عطا ہے
دربار میں اعزازِ مدح خوانی دیا ہے
میں کچھ بھی نہیں ماہی مرا صلِّ علیٰ ہے

ورنہ تو ثنا لفظ و معانیٰ سے ہے بالا
سرکارؒ کے محبوبؒ تری شان ہے اعلیٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

درِ محبوبِ غوثِ پاکؒ کی عظمت نرالی ہے

ثنا و حمد و نعت و منقبت اعزازِ عالی ہے
غلامِ بے نوا کو کب گمانِ خوش مقالی ہے
نہ کیفِ سرمدیؒ ہے اور نہ اندازِ غزالیؒ ہے
زباں خاموش پرنم آنکھ ہے دامن بھی خالی ہے
مگر اس بات پر نازاں ترے در کا سوالی ہے
درِ محبوبِ غوثِ پاکؒ کی عظمت نرالی ہے

دیئے غم جنکو اپنوں نے ستایا جنکو دنیا نے
بہارِ گلشنِ ہستی سے آخر ہو کے بیگانے
سکوں سے آن بیٹھے ہیں ترے در پر جو دیوانے
بنامِ ساقیؒ بغدادؒ بھردے انکے پیمانے
یہی شانِ سِقَانِی الحُبُّ کَاسَاتِ الوِصَالِ ہے
درِ محبوبِ غوثِ پاکؒ کی عظمت نرالی ہے

جنہیں ہو دین کی چاہت مرے آقا کے گھر آئیں
نہ ملتی ہو جنہیں منزل اِدھر آئیں اِدھر آئیں
پئے اصلاحِ حالِ دل بہ عزمِ معتبر آئیں
عطائے غوثِ اعظمؒ عام ہے اہلِ نظر آئیں
صدائے حق بِحَالِیْ وَادْخُلُوا اَنْتُم رِجَالِیْ ہے
درِ محبوبِ غوثِ پاکؒ کی عظمت نرالی ہے

کہاں سب کامران و سرخرو ہوکر نکلتے ہیں
ہو جن میں ذوقِ دیں محکم وہ راہِ دیں میں چلتے ہیں
مگر سب ضابطے محبوب کی خاطر بدلتے ہیں
درِ محبوبِ غوث پاکؒ پر ہم جیسے پلتے ہیں
یہ تعبیرِ مَقَامِیْ فَوقَکُم مَا زَالَ عَالِیْ ہے
درِ محبوبِ غوثِ پاکؒ کی عظمت نرالی ہے

غلامی اباجیؒ ایک رمزِ اہلِ عرفاں ہے
فسانہ غوثِ اعظمؒ کا ہے اباجیؒ کا عنواں ہے
یہ سب جلوے اُسی کے ہیں وہ جو محبوبِ یزداں ہے
اَنَا فِی حَضْرَۃِ التَّقْرِیْبِ وَحْدِی جس کا فرماں ہے
صدا جسکی یُعَرِّفُنِی وَحَسْبِی ذُوالجَلَالِی ہے
درِ محبوبِ غوثِ پاکؒ کی عظمت نرالی ہے

عطا و فیض کا دریا درِ آقا پہ بہتا ہے
نہ کوئی دکھ اٹھاتا ہے نہ کوئی رنج سہتا ہے
ہر اہلِ دل زبانِ حال سے کھل کر یہ کہتا ہے
شریکِ حالِ دل ان کا کرم ہر حال رہتا ہے
یہی تعبیر خُلِّعْنِیْ نَافِذٌ فِیْ کُلِّ حَالِیْ ہے
درِمحبوبِ غوثِ پاکؒ کی عظمت نرالی ہے

نہ سازِ جاں نہ سوزِ دل نہ شمع آگہی اپنی
نہ یہ ذوقِ طلب اپنا نہ کیف و بے خودی اپنی
نہ فرماتے اگر یوں دستگیری اتباعؒ اپنی
ہلاکت سے نہ ہم بچتے نہ بچتی زندگی اپنی
وہ لَوْ اُلْقِیَتْ سِرِّیْ فَوْقَ مَیِّتٍ نے بچالی ہے
درِمحبوبِ غوثِ پاکؒ کی عظمت نرالی ہے

پلائی ہے جنہیں آقا نے وہ مخمور رہتے ہیں
دل انکے بادۂ عرفان سے معمور رہتے ہیں
غم و اندوہ وحُزن و یاس سے وہ دور رہتے ہیں
خطاؤں پر خطائیں کرکے بھی مسرور رہتے ہیں
یہ اک اعجازِ وَافْعِلْ مَاتَشَاءُ فَالْاِسْم عالی ہے
درِمحبوبِ غوثِ پاکؒ کی عظمت نرالی ہے

اسی در پر جھکائی ہے سدا اپنی جبیں ہم کو
غلامی کا شرف ہے حاصلِ دنیا و دیں ہم کو
عطائے ہادئؒ برحق پہ ہے کامل یقیں ہم کو
نہیں ہیں نیکیاں دامن میں لیکن ڈر نہیں ہم کو
مُرِیْدِیْ لَاتَخَفْ اللّٰہُ رَبِّیْ قولِ عالی ہے
درِمحبوبِ غوثِ پاکؒ کی عظمت نرالی ہے

دعا یہ ہے کہ تاباب اثر یہ آہِ دل جائے
میسر ہو سکونِ دل یہ کربِ مستقل جائے
غلامِ بے نوا کا غنچۂ امید کھل جائے
ترے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق مل جائے
قدم تیرا عَلٰی قَدَمِ النَّبِیِّ بَدْرِ الْکَمَالِیْ ہے
درِمحبوبِ غوثِ پاکؒ کی عظمت نرالی ہے

اُٹھے موجِ کرم ایسی محبت میں ڈبو جائے
عطا وہ قرب ہو دل سے خیالِ من و تو جائے
دوئی کا فرق آخر جلوۂ وحدت میں کھو جائے
جو تیرا دوست ہے آقا ہمارا دوست ہو جائے
دعا یہ ہی بحقِ صَاحِبِ عَیْنِ الْکَمَالِیْ ہے
درِمحبوبِ غوثِ پاکؒ کی عظمت نرالی ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سیّدی یاحبیبی مولائی

ذات واحد کی شانِ یکتائی
سرورِ دو جہاں کی زیبائی
پنجتن کی جمال آرائی
غوثِ اعظمؒ کی جلوہ فرمائی
آپ کی ذات میں نظر آئی
سیّدی یا حبیبی مولائی

کوئی دیکھے بھی تو بتا نہ سکے
چشمِ باطن بھی تاب لا نہ سکے
ذہن وفکر و خیال جا نہ سکے
آپ کی گرد پا کو پا نہ سکے
سطوتِ جم کہ شانِ دارائی
سیّدی یا حبیبی مولائی

ہرگھڑی ہے کرم فزوں سے فزوں
کیفِ دل سازِ جان و سوزِ دروں
کچھ کہوں بھی تو کیا زباں سے کہوں
آپ ہی سے ہے خلوتوں کا سکوں
آپ ہی سے ہے بزم آرائی
سیّدی یا حبیبی مولائی

ہیچ ہیں منزل و مقام ہمیں
رتبہ و جاہ و احتشام ہمیں
ماسوا سے نہیں ہے کام ہمیں
آپ نے کہہ دیا غلام ہمیں
ہم نے معراجِ بندگی پائی
سیّدی یا حبیبی مولائی

باغِ رضواں نہ لطفِ حور و ارم
چاہئے آپ ہی کا لطف و کرم
ہے یہی آرزو خدا کی قسم
سامنے آپ کا ہو نقشِ قدم
تا قیامت رہے جبیں سائی
سیّدی یا حبیبی مولائی

زیست کا کب تھا حوصلہ مجھکو
جو دیا آپ نے دیا مجھکو
آپ ہی سے ہے آسرا مجھکو
تاابد کیجیئے عطا مجھکو
وحدت و وصل و قرب و یکجائی
سیّدی یا حبیبی مولائی

جسکو ہمرنگِ دوستی دیکھوں
آپ کی جس میں روشنی دیکھوں
جس جگہ دیکھوں جب کبھی دیکھوں
ایک ہی سمجھوں ایک ہی دیکھوں
معرفت کی عطا ہو بینائی
سیّدی یا حبیبی مولائی

میرا ایمان ہیں یقیں ہیں آپ
دیکھتاہوں جہاں وہیں ہیں آپ
کیا نہیں ہیں کہاں نہیں ہیں آپ
چارہ سازِ دلِ حزیں ہیں آپ
آپ ہی کیجیئے مسیحائی
سیّدی یا حبیبی مولائی

ذوقِ عرفاں و بندگی دیجیے
خوئے تسلیم و عاجزی دیجیے
روشنی دیجیے روشنی دیجیے
مژدۂ قربِ دائمی دیجیے
وصل و قربت کا ہوں تمنائی
سیّدی یا حبیبی مولائی

ہوں ملوث نہ ہم گناہوں میں
ہم کو رکھیئے سدا نگاہوں میں
تاابد ہم رہیں پناہوں میں
رہبری کیجیئے گا راہوں میں
جب بھی ہو عذرِ آبلہ پائی
سیّدی یاحبیبی مولائی

مظہرِ نورِ کبریا پہ سلام
آل و اصحابِ مصطفیٰ ﷺ پہ سلام
شاہِ شاہانِ اولیاؒ پہ سلام
کہتا ہے تیری ہر ادا پہ سلام
تیرا دیوانہ تیرا شیدائی
سیّدی یا حبیبی مولائی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فقط تیری تمنا ہے فقط تیرا سہارا ہے

وہ نورِ ذاتِ حق نورِ نبیؐ سے آشکارا ہے
نجف میں بھی وہی بغداد میں بھی جلوہ آرا ہے
مرے آقا ترا دیدار بھی اسکا نظارہ ہے
تری شان کرم سے اسکی رحمت آشکارہ ہے
زمانے بھر سے رشتہ توڑ کر تجھکو پکارا ہے
فقط تیری تمنا ہے فقط تیرا سہارا ہے

قبائے زیست کیفِ عشق سے گلرنگ ہوجائے
یہ اک ذرہ ہے لیکن در پہ تیرے سنگ ہوجائے
کرم کے سامنے دامن کی وسعت تنگ ہوجائے
مرا ذوقِ وفا بھی اس سے ہم آہنگ ہوجائے
مِرے آقا تری چشمِ کرم کا جو اشارہ ہے
فقط تیری تمنا ہے فقط تیرا سہارا ہے

زمانہ سے بجز اک درسِ عبرت کیا ملا مجھکو
مگر اسکی شکایت ہے نہ ہے اس کا گلا مجھکو
نویدِ منزلِ مقصود تیرا نقش پا مجھکو
بہت کافی ہے یہ تیرے کرم کا سلسلہ مجھکو
بہت اعلیٰ ہے یہ نسبت کہ تو آقا ہمارا ہے
فقط تیری تمنا ہے فقط تیرا سہارا ہے

وفور تیرگی ہے زندگی کی جلوہ گاہوں میں
حقیقت اک فسانہ ہے زمانے کی نگاہوں میں
طلب میں ہی صداقت ہے نہ ہے تاثیر آہوں میں
فریب و انتشارِ زیست کی پُر پیچ راہوں میں
مفر کی کوئی صورت ہے نہ اب چلنے کا یارا ہے
فقط تیری تمنا ہے فقط تیرا سہارا ہے

لبِ خاموش کو اب جرأت تقریر بھی دیدے
دعا کا حوصلہ بخشا ہے تو تاثیر بھی دیدے
چراغِ زندگی کو عشق کی تنویر بھی دیدے
ابھی جو خواب تشنہ ہیں انہیں تعبیر بھی دیدے
تری چشم کرم کا اذن پا کر ہی پکارا ہے
فقط تیری تمنا ہے فقط تیرا سہارا ہے

نہیں دخل اس میں کچھ میرے عمل کو یا تدبر کو
عطا فرمادیئے جو زاویہ تونے تفکر کو
میسر ہی نہیں الفاظ اظہار تشکر کو
یہ سب تیرے کرم سے ہے کہ جو بزم تصور کو
ترے نقشِ قدم سے روشنی لیکر سنوارا ہے
فقط تیری تمنّا ہے فقط تیرا سہارا ہے

مکمل چندلفظوں میں نہیں ہوتا یہ افسانہ
تجھے کس کس سے کیا نسبت ہے اسکو کس نے پہچانا
کوئی مجنوں کوئی عاشق کوئی شیدائی دیوانہ
نہیں سمجھے اگر سمجھے، نہیں جانا اگر جانا
خطا کاروں کا بس تیرے کرم پر ہی گزارا ہے
فقط تیری تمنا ہے فقط تیرا سہارا ہے

کمی آقا کسی شئے کی نہیں تیرے خزانے میں
خطا ہم سے ہوئی تاخیر کی جو در پہ آنے میں
تجھے تو دیر لگتی ہی نہیں بگڑی بنانے میں
تر ی شانِ کرم کا بول بالا ہے زمانے میں
کہ تونے تو بہت ڈوبے سفینوں کو نکالا ہے
فقط تیری تمناہے فقط تیرا سہارا ہے

نہ ایسی انجمن دیکھی نہ جانِ انجمن دیکھا
جسے دیکھا سرورِ قرب سے اسکو مگن دیکھا
یہاں حبِّ نبیؐ کا اک نرالا ہی چلن دیکھا
اویسی سروری نسبت سے فیضِ پنجتنؓ دیکھا
کہ چودہ سو برس کے بعد بھی وہ ہی نظارہ ہے
فقط تیری تمنا ہے فقط تیرا سہارا ہے

یہ وہ نعمت نہیں جو اہتمام زر سے ملتی ہے
نہ توسعی وعمل سے اور نہ چشم تر سے ملتی ہے
متاعِ دین وایماں دین کے رہبر سے ملتی ہے
غلامی غوث اعظمؓ کی جو تیرے در سے ملتی ہے
وہ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُم نِعْمَتِی کا استعارہ ہے
فقط تیری تمنا ہے فقط تیرا سہارا ہے

مرے الفاظ میں احساس میں فکر وتخیل میں
غم وآلام اور لطف ومسرت کے تبادل میں
مرے ذوق وفا حسنِ طلب رنگِ توکل میں
وہ جس کو زندگی کہتے ہیں اس پورے تسلسل میں
اگر تو ہے تو سب کچھ ہے وگرنہ سب خسارہ ہے
فقط تیری تمنا ہے فقط تیرا سہارا ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسدس

حمدِ رب وہ کرے جو ربِ علیٰ کو جانے
نعت وہ لکھے جو محبوبِ خدا کو جانے
منقبت وہ کہے جو شاہِ ہدیٰؒ کو جانے
مدح وہ کرسکے جو شانِ عطا کو جانے
جانتے وہ ہیں جو ہیں جاننے والے تیرے
ہم تو نازاں ہیں کہ ہیں ماننے والے تیرے

تو نے ازراہِ کرم ہمکو وہ دولت بخشی
جو کسی در سے نہیں ملتی وہ نعمت بخشی
سروری رنگ دیا قادری نسبت بخشی
شوقِ دیں اورطلبِ راہِ حقیقت بخشی
سلسلہ فیض کا اسطرح سے پھرعام کیا
وہ جو اس دور میں ممکن نہ تھا وہ کام کیا

یہ بھی ہے تیراکرم ہم جویہاں تک پہنچے
پھرپہنچ کر بھی نہ سمجھے کہ کہاں تک پہنچے
جتنا سمجھے ہیں وہ بھی کیسے زباں تک پہنچے
ہاں جوتوچاہے تو پھر سارے جہاں تک پہنچے
اک نظر ڈال کے ادنیٰ کو بھی اعلیٰ کردے
اسم اللہ کا ہر دل میں اجالا کردے

وہ جو پردے میں ہیں جلوے وہ نمایاں کردے
شمعیں خاموش جو ہیں انکوفروزاں کردے
پھول جتنے ہیں انہیں زیبِ گلستاں کردے
تاابد جو رہے اب ایسا چراغاں کردے
روشنی آنکھ کو دے دل کو حرارت دیدے
جس کا محبوب ہے تو اسکی محبت دیدے

بیٹھے ہیں راہِ طلب میں جو تری یاد لیئے
دل کہ ہر کشمکشِ دہرسے آزاد لیئے
تیشۂ شوق لیئے جرأت فرہاد لیئے
اعتمادِ کرمِ ہادیؒ بغداد لیئے
انکی خاموشی میں اندازِ تکلم آجائے
یعنی ٹھہرے ہوئے دریا میں تلاطم آجائے

قلزمِ لطف وکرم ہو ترے گھر سے جاری
شوق منزل ہو تری راہ گزر سے جاری
قلبِ مردہ ہو فقط ایک نظر سے جاری
سلسلہ فیض کا ہو یوں ترے در سے جاری

طورِ سینا کی طرح ذرّے منور ہو جائیں
ایسی وسعت ملے قطرے بھی سمندر ہو جائیں

سجدے بیتاب ہوں وہ ذوقِ جبیں سائی ہو
قلبِ بیدار حقیقت کا تمنائی ہو
محفل عام ہو یا خلوت و تنہائی ہو
ہر نظر ایک ہی جلوے کی تماشائی ہو

سازِ جاں مدحتِ سرکارؐ کے نغمے برسائے
یعنی ہر سانس سے یا غوثؒ کی آواز آئے

ہو کرم ایسا کہ پھر کوئی بھی حاجت نہ رہے
ماسوا کے لیئے دل میں کوئی چاہت نہ رہے
وہ یقیں دیدے کہ جس پر کوئی حجت نہ رہے
آنکھ کو جلوۂ محبوب سے فرصت نہ رہے

جس حقیقت کو سمجھتے ہیں فسانہ دیکھیں
غوثِ اعظمؒ کا کرم اہلِ زمانہ دیکھیں

وہ نوازش ہو کہ جو تا بہ ابد عام رہے
ذکر ہر لب پہ ترا صبح رہے شام رہے
دل میں ہو یاد تری لب پہ ترا نام رہے
تیرا میخانہ رہے رند رہیں جام رہے

چشمِ حیرت تری بخشش کا تماشہ دیکھے
حسنِ یوسف، دمِ عیسیٰ، یدِ بیضہ دیکھے

وقت امداد ہے اب اے شہہِ خوباں مددے
تیرگی حد سے بڑھی اے مہِ تاباں مددے
رات کٹتی ہی نہیں مہرِ درخشاں مددے
سخت آزار ہیں اے عیسیٔ دوراں مددے

اک تری چشم کرم کا جو اشارہ ہوجائے
سیلِ آلام مرے حق میں کنارہ ہوجائے

آبِ رحمت کا ہو گلزارِ محبت میں نزول
تروتازہ رہیں آقا ترے گلزار کے پھول
ہے خطاؤں پہ عطا تیرا کرم تیرا اصول
اس خطاکار کی یہ عرض بھی ہوجائے قبول

تیرے جلوے سحر و شام نگاہوں میں رہیں
تاابد ہم ترے دامن کی پناہوں میں رہیں
آمین۔

○

تھکی ہے فکر رسا اور مدح باقی ہے
قلم ہے آبلہ پا اور مدح باقی ہے
تمام عمر لکھا اور مدح باقی ہے
ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے
سفینہ چاہیئے اس بحرِ بیکراں کے لیئے

مصنف کا سوانحی خاکہ

از

الحاج شمیم الدین سابق قائم مقام وزیر اعلیٰ، حکومت سندھ پاکستان

ڈاکٹر فائق بمقام بدایوں ۲۱ر شعبان ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۸ر نومبر ۱۹۳۵ئ پیدا ہوئے۔ نسبی تعلق بدایوں کے معروف عبدالرحمانی صدیقی خاندان سے ہے ان کے جد امجد شیخ حسام الدین عرب سے ایران آ کر شہر شرواں میں رہائش پذیر ہوئے یہ صدیق اکبرؓ کے پندرہویں پوتے تھے انھیں خلیفہ مستنصر باللہ نے اپنی تعلیمی اصلاحات کے زمانے میں ایک جید عالم ہونے کی حیثیت سے ہرات (افغانستان) کے معروف مدرسہ کا مدرس اعلیٰ مقرر کیا۔ شرواں (ایران) میں قیام کے دوران ان کے بیٹے شیخ مطیع اللہ (جو شروانی کہلائے) پیدا ہوئے۔ یہ بڑے عبادت گزار اور سیاحت پسند تجارت پیشہ تھے جو یمن کی بادشاہت ترک کر کے فقیری اختیار کرنے والے بزرگ سید اعز الدین یمنیؒ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے جنہوں نے اپنے دورِ آخر میں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے ہاتھ پر بیعت کر کے اپنا خرقۂ خلافت شیخ مطیع اللہ شروانی کو عطا کیا۔ سید صاحب بدایوں کے مشہور بزرگ حضرت شیخ شاہی سلطان جیؒ اور حضرت شاہ ولایتؒ کے والد بزرگوار تھے۔ شیخ مطیع اللہؒ ان کے ہمراہ ۵۷۵ھ میں حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کر کے ہرات کے راستے ہندوستان آئے پہلے لاہور میں اور پھر ملتان میں سکونت اختیار کی سید اعز الدینؒ ۶۰۰ھ میں ملتان سے بدایوں تشریف لائے اور

۶۰۵ھ میں وفات پائی آپ کا مزار شریف بدایوں میں سلطان جیؒ کی درگاہ میں قصر سلطانی کے اندر ہے ان کے خلیفہ شیخ مطیع اللہ شروانیؒ ۶۰۴ھ سے ۶۲۰ھ تک اولیائے ہند سے ملاقاتیں کرتے رہے آپ کی عرفیت ''شیخ مطا'' تھی جن کا نام حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کے خلفاء کی فہرست میں سولہ (۱۶) نمبر پر درج ہے۔ آپ عصر کی سنتیں کبھی قضا نہ ہونے کی شرط کے تحت ۶۲۰ھ میں شیخ عبداللہ مکیؒ کی نماز جنازہ پڑھانے کے لیئے بدایوں پہنچے اور وہیں قیام پذیر ہو گئے۔ خچر پر سیاحت کرنے کے سبب اہل بدایوں نے ان کی عرفیت ''شیخ مطا'' میں ''خرسوار'' کا اضافہ کردیا اور بدایوں میں آپ کی اولاد خرسوار کہلائی اسی خاندان میں ۱۹۰۱ء میں ان کے بارہویں پوتے اور صدیق اکبرؓ کے اٹھائیسویں (۲۸) پوتے مولوی محمد علی عباس پیدا ہوئے جو پروفیسر فائق صاحب کے والد بزرگوار تھے یہ ۲۶ر اپریل ۱۹۵۲ء کو بدایوں سے روانہ ہوکر ۲، مئی ۱۹۵۲ء کھوکھرا پار کے راستہ کراچی پہنچے اور ۱۹۷۴ء میں وصال فرمایا۔ پروفیسر فائق صاحب بھی اپنے والدین اور برادر خورد محمد شائق اور چار بہنوں کے ہمراہ کراچی آئے ان کے برادر خورد محمد اشفاق کی ولادت کراچی میں ہوئی۔

پروفیسر فائق صاحب ۱۹۵۲ء میں میٹرک کا امتحان دے کر کراچی آ گئے۔ انھوں نے الہ آباد بورڈ سے ۱۹۵۲ء میں میٹرک، اردو کالج کراچی سے ۱۹۵۴ء میں انٹر جامعۂ کراچی سے ۱۹۵۸ء میں بی۔اے (آنرز) نفسیات اور ۱۹۵۹ء میں ایم۔اے۔ نفسیات پاس کیا ۱۹۵۹ء میں اردو کالج میں لیکچرار ۱۹۶۸ء میں اسسٹنٹ پروفیسر ۱۹۷۷ء میں ایسوسی ایٹ پروفیسر ۱۹۷۸ء میں پروفیسر ہوئے۔ ۱۲ر فروری ۱۹۹۷ء کو اپنی کاغذی عمر ساٹھ

سال پورے ہونے پر گریڈ بیس (۲۰) کی آخری حد پر بحیثیت پروفیسر ریٹائر ہوئے۔

اپنے ۳۹ سالہ تعلیمی کیریر میں وہ نو سال لیکچرر۔ نو سال اسسٹنٹ پروفیسر۔ ایک سال ایسوسی ایٹ پروفیسر اور بیس سال پروفیسری کے عہدے پر رہے۔ ان حیثیتوں کے علاوہ ۹ر اکتوبر ۱۹۶۳ء کے مراسلے کے مطابق انہیں شعبۂ نفسیات جامعۂ کراچی میں معاون لیکچرر مقرر کیا گیا یہ ان کی اضافی ذمہ داری تھی نیز بحوالہ مراسلہ مورخہ ۱۱ر اکتوبر ۱۹۶۳ء انہیں جامعۂ کراچی کی مجلس وضع اصطلاحات نفسیات کا معتمد رکن مقرر کیا گیا اس حیثیت میں انہوں نے نفسیات کی اردو اصطلاح سازی کی نمایاں خدمات انجام دیں۔ یکم ستمبر ۱۹۷۲ء کو کالج حکومت سندھ کی تحویل میں چلا گیا اس روز آپ کو شعبۂ نفسیات کا صدر مقرر کیا گیا۔ یکم ستمبر ۱۹۸۲ء آپ کا تقرر بحیثیت صدر کلیۂ فنون کیا گیا ۱۹۸۴ء میں ڈی۔ ایچ۔ ایم۔ ایس کا امتحان پاس کرنے اور نیشنل کونسل برائے ہومیو پیتھی سے ہومیو پریکٹس کا اجازت نامہ ملنے پر وفاقی حکومت نے بھی ملازمت کے دوران ۲۳ر اگست ۱۹۸۴ء کے مراسلہ کی رو سے پریکٹس کی خصوصی اجازت عطا کی ۲۳ر جولائی ۱۹۸۴ء جامعہ کراچی کے مراسلے کی رو سے آپ کو نفسیات کے سلیکشن بورڈ کا ماہر مضمون مقرر کیا گیا۔ ۳۱ر اگست ۱۹۸۵ء کے مراسلہ کے مطابق آپ کو کالج کی مجلس دوم (پوسٹ گریجوایشن) کا وائس پرنسپل مقرر کیا گیا اور ساتھ ہی شعبۂ ایجوکیشن پوسٹ گریجوایشن کی صدارت بھی آپ کو تفویض ہوئی۔ ۲۰ر جولائی ۱۹۸۸ء جامعۂ کراچی کے سلیکشن بورڈ میں نفسیات کے ماہر مضمون کی حیثیت سے دوبارہ اعزاز عطا

کیا گیا ۱۹۸۸ء میں آپ جامعۂ کراچی کے شعبۂ ایجوکیشن کے سلیکشن
بورڈ کے بھی رکن اور ماہر مضمون رہے۔ نفسیات اور ایجوکیشن کے۔ بی۔ اے اور

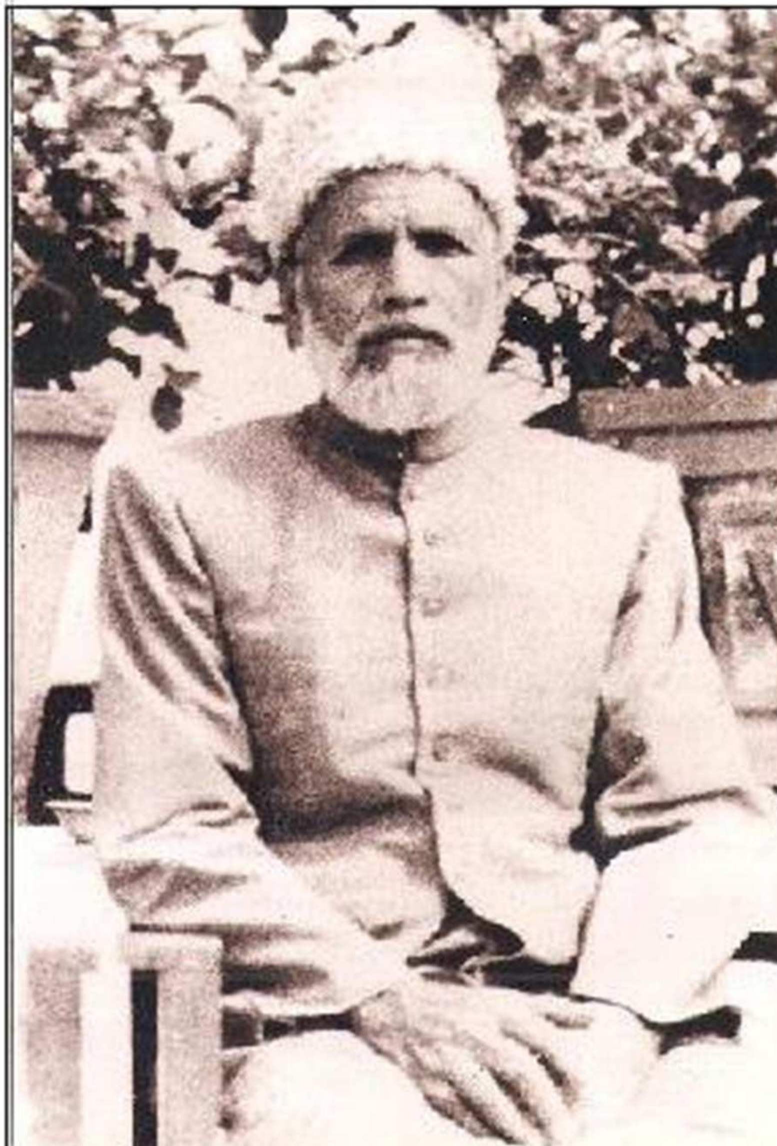

ایم۔ اے کے بارہا صدر ممتحن رہنے کے علاوہ آپ کو شعبۂ ایجوکیشن جامعۂ

کراچی کے تحقیقی مقالوں کا بیرونی ممتحن ہونے کا اعزاز بھی ملا۔ اردو کالج کے ایم۔

اے ایجوکیشن کے ۱۰۰ سے زائد تحقیقی مقالات کی تیاری اور مرکز تحقیق کے نگراں کا

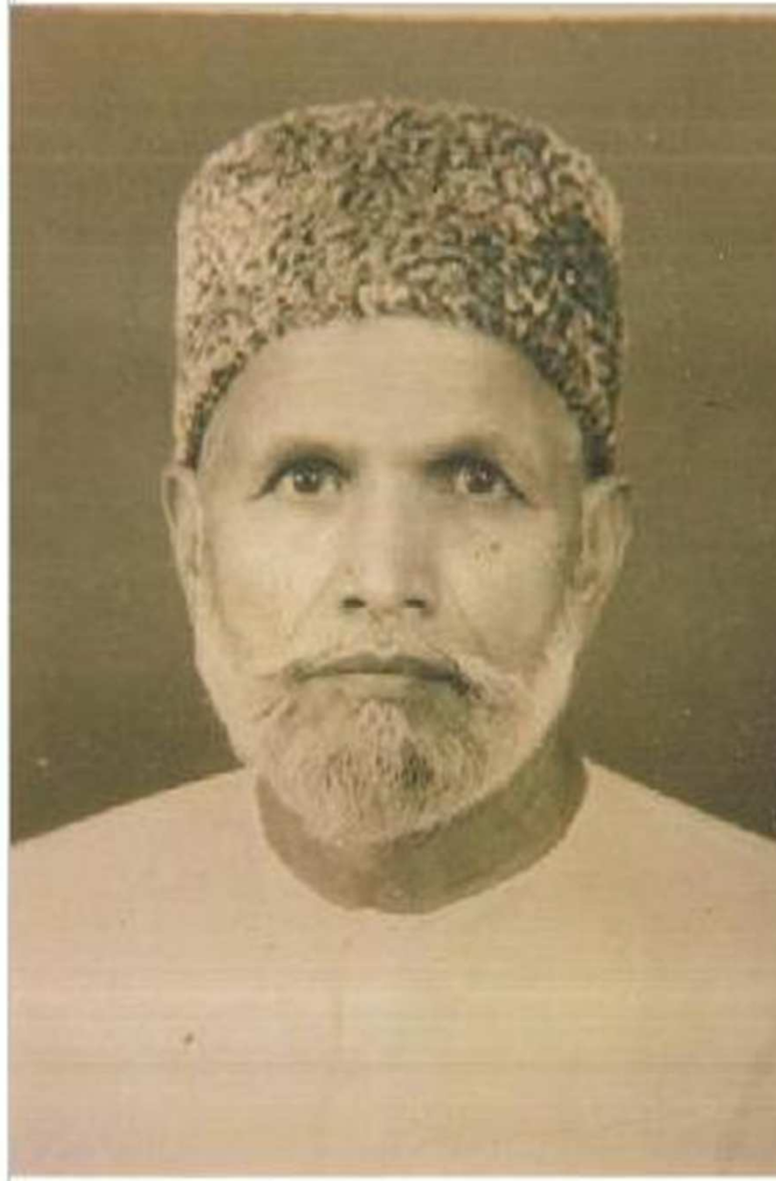

اعزاز بھی آپ کے پاس رہا۔ اس سے قبل اردو کالج کے شعبۂ تصنیف و تالیف کی

نگرانی بھی آپ کے پاس رہی۔ آپ کے ریٹائرمنٹ کے وقت انجمن اساتذہ اردو

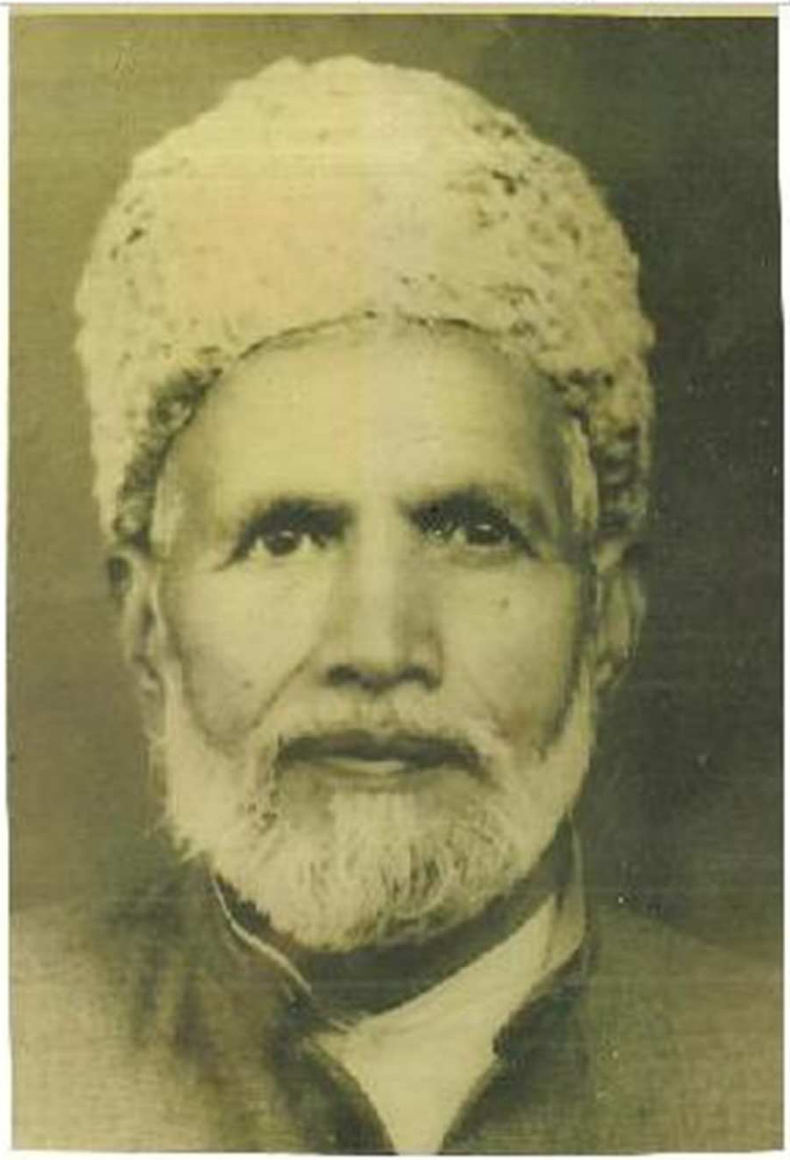

کالج نے آپ کی بہترین کارکردگی اور اعلیٰ خدمات کے اعتراف میں آپ کو ایک

خصوصی
بھی عطا
ی
ین
اکلیاتی
آپ کو
روضہ مبارک پر

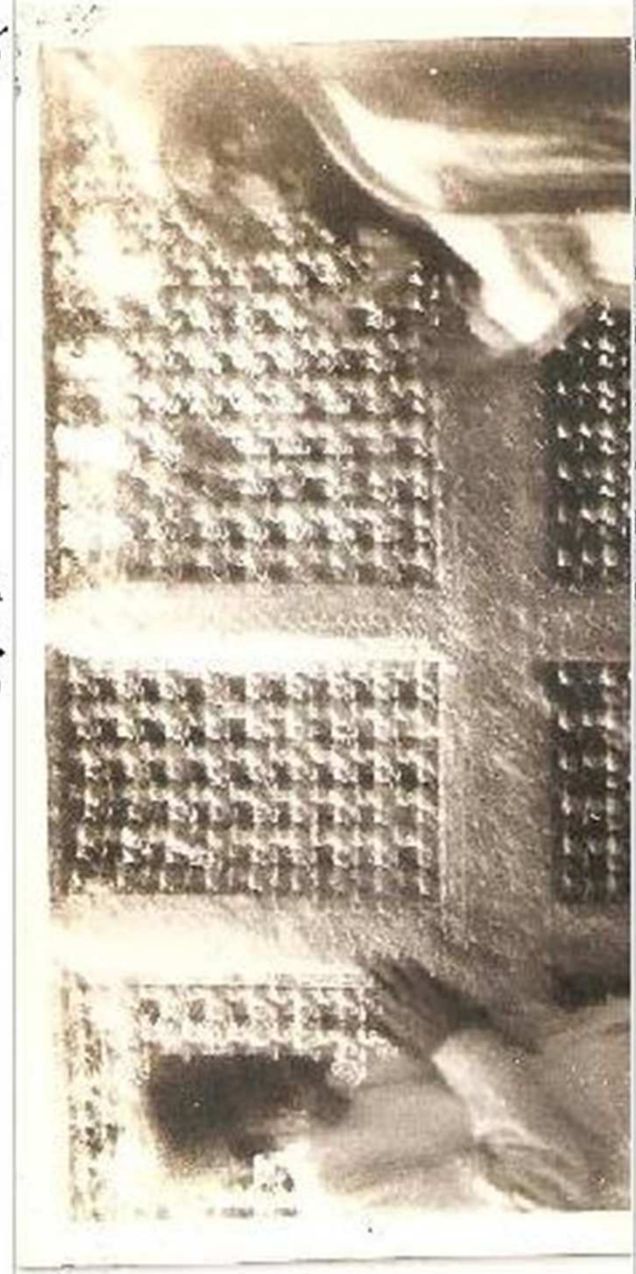

شیلڈ
کی۔
ایسی
ایک
شیلڈ
ہومیو
میٹریا
کی

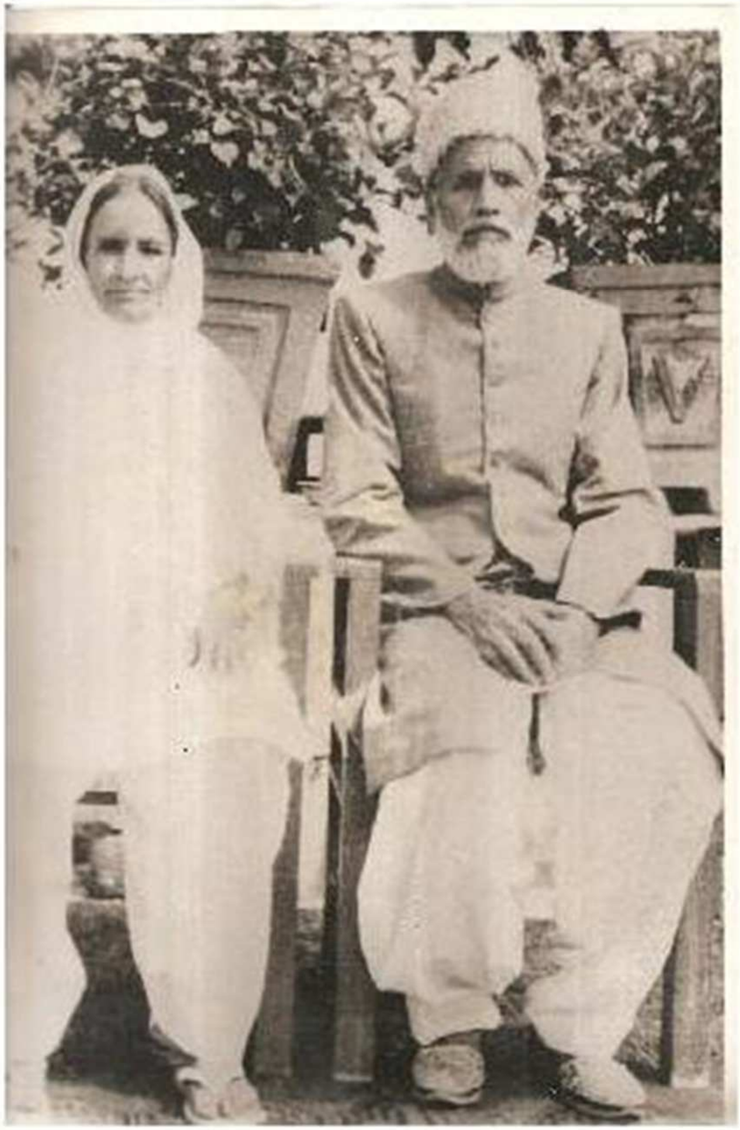

کارکردگی پر سینٹرل ہومیو کالج نے بھی پیش کی تھی۔ نیز اردو کالج کی جوبلی کے موقع پر آپ کو تمغۂ ''ہلال اردو'' سے بھی نوازا گیا تھا۔ آخر چند دن قائم مقام

پرنسپل بھی رہے مگر پرنسپلی سے مزاج کی مطابقت نہ ہونے کے سبب مراسلہ مورخہ ۳۱ر جنوری ۱۹۹۶ئ کی رو سے ایک سال کی ایل پی آر پر چلے گئے۔

اوپر بیان کردہ اعلیٰ تعلیمی خدمات کے علاوہ دیگر شعبہ جات میں بھی آپ کی کارکردگی قابل رشک حد تک قابل بیان ہے۔ آپ کو شعر و ادب کا شوق اور زباندانی کا ورثہ اپنے والد بزرگوار اور خاندان سے ملا تھا۔ عہد طالب علمی میں جب آپ کی عمر چودہ پندرہ سال تھی انہیں ہزار ہا شعر یاد تھے اور وہ بیت بازی کے چیمپئن تھے۔ میر انیس۔ علامہ اقبال حفیظ جالندھری، جوش ملیح آبادی، میرؔ، غالبؔ، داغؔ۔ امیر مینائیؔ اصغرؔ، فانیؔ، حسرتؔ اور جگرؔ کے کلام کے اکثر حصے ازبر تھے۔

تقریباً سولہ سال کی عمر میں پہلا قطع یہ کہا تھا۔

لالۂ و گل کی تازگی تم ہو
ماہ و انجم کی روشنی تم ہو
ایک بے کس کی زندگی کی قسم
ایک بے کس کی زندگی تم ہو

ان کی شاعرانہ حیثیت کے لیئے میری رائے یہ ہے کہ وہ کم کہتے تھے۔ پختہ کہتے تھے۔ زبان کا شعور عمدہ تھا۔ شاعری میں کسی کی شاگردی نہیں کی غزل۔ نظم، قطعات، تہنیتیں۔ تبریکیں اور تاریخیں عمدہ کہنے کے باوجود شاعری میں کوئی نمایاں رنگ نہیں تھا مگر طنزیہ کلام بہت اعلیٰ درجہ کا اور منفرد ہے۔ تضمین کرنے میں ملکہ رکھتے ہیں مگر خود کو شاعر کہلوانا کبھی پسند نہیں کیا۔ قادریہ سلسلہ میں داخل ہونے کے بعد عام شاعری چھوڑ دی۔ حمد و نعت و مناقب سے شغف رہا۔

پروفیسر صاحب اس وقت زندگی کی آٹھویں دہائی سے گزر رہے ہیں اور بھرپور فعال علمی و سماجی زندگی گزارنے کے بعد گزشتہ دس سال سے گوشہ گیر ہیں اور دعا کرتے ہیں۔

مرے مولا مری خلوت نشینی
برنگِ خاصۂ خاصان کردے

پروفیسر فائق صاحب کی شادی ۱۹۶۶ء میں پانی پت کے نواب زادگان کے انصاری خاندان میں ہوئی ان کی بیگم ان کی شاگردہ بھی رہی ہیں ان کے بڑے بیٹے محمد اویس صدیقی قادری اپنی بیوی رومانہ اور بیٹیوں ''مرسلہ اور ربیعہ'' کے ہمراہ نیوجرسی امریکہ میں مقیم ہیں تجارت پیشہ ہیں قادریت کے پرتو میں مذہب پسند شخصیت ہیں ...... دوسرے بیٹے محمد بلال صدیقی قادری اپنی بیگم ''مہ وش اور بیٹے محمد شکیب'' کے ساتھ ''ایریزونا امریکہ'' میں آئی ٹی کے پیشہ سے وابستہ ''موٹا رولا کمپنی'' میں برسرروزگار ہیں۔ تیسرے چھوٹے بیٹے محمد زید صدیقی قادری نے بھی۔ ایم۔ سی۔ ایس کیا ہے اور دوبئی کی ایک کمپنی میں آئی۔ ٹی سپروائزر ہیں اسی کمپنی میں پروفیسر فائق کے چھوٹے بھائی اور اپنے عہد طالب علمی کے ایک نامور مقرر اور فی زمانہ ''لوجسٹکس'' کے ماہر محمد شائق اس کمپنی کے جنرل منیجر ہیں ان کے چھوٹے بھائی محمد اشفاق جدہ میں برسرروزگار ہیں جن کی بیگم ڈاکٹر ہیں اور بچے لندن میں زیر تعلیم ہیں فائق صاحب کے دو بیٹیاں عروسہ فائق اور عافیہ فراز ہیں عروسہ کے دو بیٹیاں دانیہ اور انجلا ہیں۔ عافیہ کے شوہر فراز احمر ایک ماہر فزیوتھیراپسٹ ہیں ان کے تین بیٹے معاذ۔ حماد اور سارم ہیں۔